مولانا شبلی نعمانیؒ بحیثیت سیرت نگار

www.KitaboSunnat.com

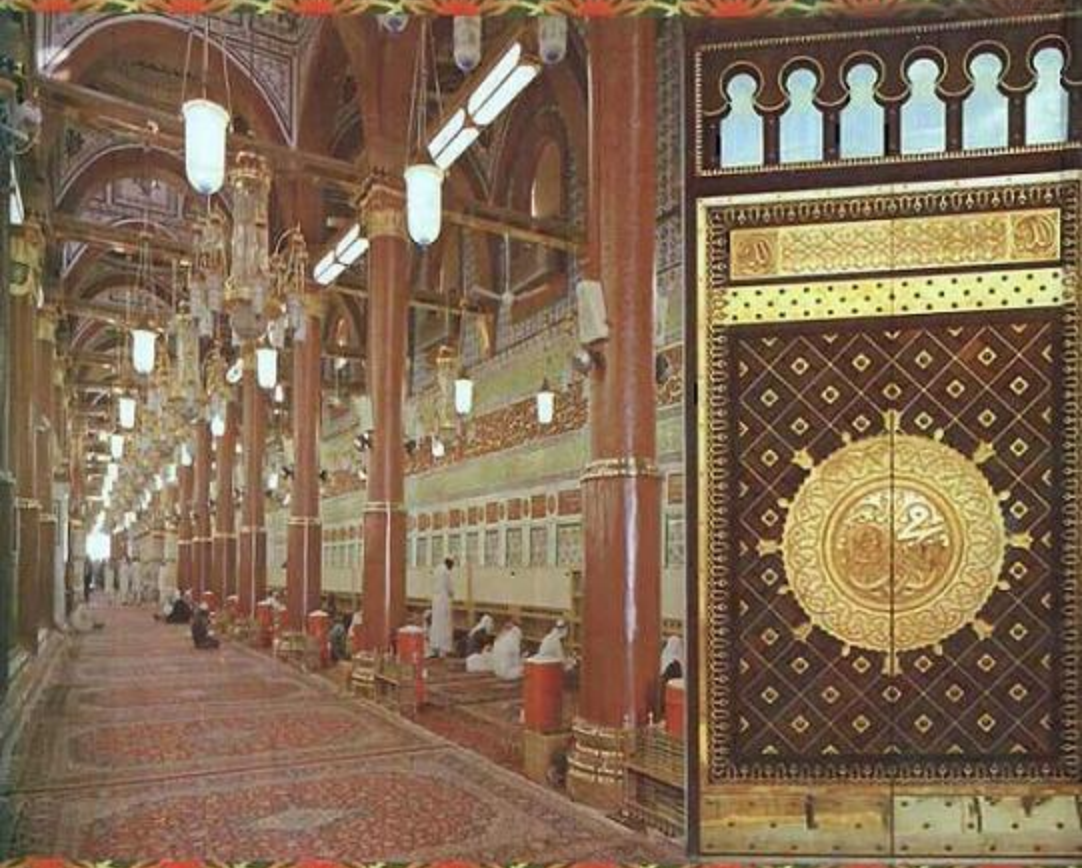

ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❁❁❁ توجہ فرمائیں! ❁❁❁

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب.....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❁❁❁ تنبیہ ❁❁❁

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

مولانا شبلی نعمانیؒ بحیثیت سیرت نگار

ظفر احمد صدیقی
شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

www.KitaboSunnat.com

باشتراک
انسٹی ٹیوٹ آف سیرت اسٹڈیز
بیت الحکمت لاہور

دار النوادر
الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰۰۵ء

کتاب: مولانا شبلی نعمانیؒ بحیثیت سیرت نگار

مصنف: ظفر احمد صدیقی

اہتمام: دار النوادر

مطبع: قدوسیہ اسلامک پریس، لاہور

قیمت: ۱۹۰ روپے

www.KitaboSunnat.com

ڈسٹری بیوٹرز

فضلی بک سپر مارکیٹ

اردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔

فون: 2212991-2629724

کتاب سرائے

پبلشرز، ڈسٹری بیوٹرز، مشیران کتب خانہ جات

المکتبۃ الرحمانیۃ

غزنی سٹریٹ

7320318

hikmat100@hotmail.com

۹۹۔۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

15790

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

گماں مبر کہ بہ پایاں رسید کار مغاں
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگ تاک است

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتساب

جامعہ اسلامیہ، بنارس

کے نام

www.KitaboSunnat.com

ومن مذهبي حب الديار لأهلها

وللناس فيما يعشقون مذاهب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

www.KitaboSunnat.com

یہ کتاب	از مرتب	۸
ابتدائیہ	مولانا نعمت اللہ اعظمی	۱۳
تاثرات	مولانا برہان الدین سنبھلی	۱۶
چند باتیں	شمس الرحمن فاروقی	۱۹
سرنامہ	علامہ شبلی نعمانی	۲۴
باب اول :	**خصوصیات وامتیازات**	۲۵
	موثر اسلوب بیان	۲۶
	مؤرخانہ شعور آگہی	۳۷
	سلیقۂ تحریر وتصنیف	۴۳
	مستشرقین کا رد وابطال	۴۶
	عالمانہ طرز تخاطب	۴۹
باب دوم :	**مواد ومشتملات**	۵۱
	تجزیہ وتبصرہ	۱۰۲
	چند وضاحتیں	۱۱۴
باب سوم :	**احادیث صحیحہ پر روایات سیرت کو ترجیح**	۱۱۷
	ایمان ابوطالب	۱۱۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

	غزوۂ بنی مصطلق	۱۲۲
	حضرت جویریہؓ کا واقعہ	۱۲۷
باب چہارم :	حدیث کے بجائے سیرت کی کتابوں پر اعتماد	۱۳۱
	قتل کعب بن اشرف	۱۳۱
	حضرت سعد بن معاذ کا واقعہ	۱۳۲
	پیداوار خیبر کی عادلانہ تقسیم	۱۳۳
	قتل ابی رافع	۱۳۴
	غزوۂ موتہ	۱۳۵
	غزوۂ حنین	۱۳۶
باب پنجم :	روایات صحیحہ پر تنقید	۱۳۸
	حدیث بدؤ الوحی	۱۳۸
	کنانہ اور اس کے بھائی کا واقعہ	۱۴۷
	ابوداؤد کی ایک روایت	۱۵۶
باب ششم :	تضادات	۱۶۳
	مراسیل صحابہ	۱۶۳
	اجمال و تفصیل	۱۶۴
	غزوۂ بدر	۱۷۱
باب ہفتم :	تفردات اور ضعف استدلال	۱۷۷
	قربانی کی حقیقت	۱۷۷
	غزوۂ بدر	۱۸۵
	حرم نبوی میں کنیزیں	۲۰۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ہشتم :	متفرقات	۲۰۸
	خاتمۂ کلام	۲۳۴
ضمیمہ (۱)	استدراکات	۲۳۹
ضمیمہ (۲)	تتمۂ استدراکات	۲۵۷
مآخذ ومراجع		۲۷۷
اشاریہ		۲۸۲
	اشخاص	۲۸۳
	کتابیں	۲۹۷
	غزوات اور سرایا	۳۰۲
	آیات	۳۰۳
	احادیث	۳۰۳
	اشعار	۳۰۴

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ کتاب

علامہ شبلی نعمانی کا شمار بیسوی صدی کی مایۂ ناز شخصیات میں کیا جاتا ہے۔ قدیم وجدید کے امتزاج اور گوناگوں اوصاف وکمالات کی جامعیت کے لحاظ سے وہ یگانۂ روزگار تھے۔ علم اور ادب کے مختلف میدانوں میں ان کی خدمات ہمیشہ یادگار رہیں گی۔

یہ میری خوش نصیبی تھی کے مجھے علامہ شبلی کی علمی وادبی خدمات کے موضوع پر پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ تیار کرنے کا موقع ملا۔ میں نے مقالے کا ایک باب ''سیرۃ النبی'' کے تحقیقی وتنقیدی جائزہ سے متعلق بھی رکھا تھا۔ اس باب میں اس معرکہ آرا کتاب کے محاسن اور خوبیوں کے ساتھ ساتھ اس کی کمیوں اور فروگذاشتوں کی نشاندہی بھی کی تھی۔ کچھ عرصہ بعد میں نے یہ مقالہ اتر پردیش اردو اکادمی کو بغرض اشاعت بھیجا۔ اکادمی نے رائے لینے کے لیے اسے دارالمصنفین اعظم گڑھ بھیج دیا۔ اس زمانے میں سید صباح الدین عبدالرحمٰن، ناظم دارالمصنفین تھے۔ علامہ شبلی کے سلسلے میں ان کے بعض ذہنی تحفظات تھے۔ مثلاً یہ کہ کسی بھی موضوع پر علامۂ موصوف کا لکھا ہوا ہر حرف، حرف آخر ہے۔ یا یہ کہ ان کی سیرت وشخصیت اور کارناموں پر کسی قسم کی کوئی تنقید ناروا اور ناسزا ہے۔

نتیجہ ظاہر تھا کہ انھیں میرا مقالہ عموماً اور سیرۃ النبی سے متعلق باب خصوصاً سخت گراں گذرا۔ انھوں نے مقالے سے متعلق اپنی منفی رپورٹ تو اکادمی کو بھیجی ہی، ساتھ ہی اپنے دفتر کے ایک کلرک ایم۔ ایم۔ زبیری کے نام سے روزنامہ قومی آواز لکھنؤ (ہفتہ وار ضمیمہ ۱۱ر اگست ۱۹۸۵ء) میں اس مقالے کے خلاف ایک مضمون بھی شائع کرایا۔ سب سے زیادہ انھیں اس بات کی شکایت تھی کہ مقالہ نگار نے شبلی کی سیرۃ النبی پر تنقید کی جرأت وجسارت کیونکر کی؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد ہی سے میرا ارادہ تھا کہ میں سیرۃ النبی سے متعلق بوقت فرصت ایک مفصل مضمون ترتیب دوں گا، جس میں اپنے دعوے کے دلائل کثرت، تواتر اور تسلسل کے ساتھ پیش کروں گا۔ تاکہ اس کتاب سے متعلق میں نے جو کچھ لکھا ہے، وہ محض دعویٰ نہ رہے، بلکہ اس کے پس پشت دلائل کی طاقت وقوت بھی صاف دکھائی دے۔

یہ ارادہ محض ارادہ ہی رہتا اگر میرے بزرگ دوست اور کرم فرما مولانا نظام الدین اسیر ادروی (استاذ جامعہ اسلامیہ، بنارس ومدیر "مجلہ ترجمان الاسلام" بنارس) کی شخصیت درمیان میں نہ ہوتی۔ وہ مجھے برابر للکارتے اور غیرت دلاتے رہے کہ میاں! اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو اس کی تائید میں دلائل و براہین کیوں نہیں پیش کرتے؟ انھوں نے حوصلہ دلایا کہ اگر گفتگو عالمانہ، باوقار اور سنجیدہ ہو تو "ترجمان الاسلام" کے صفحات اس کی اشاعت کے لیے حاضر ہیں۔

میں نے بکھری ہوئی قوت کو مجتمع کیا، علائق وموانع سے یکسوئی حاصل کی اور ہمہ تن اس کام کی طرف متوجہ ہوگیا۔ پوری کتاب بالاستیعاب اور بار بار پڑھی۔ یادداشتیں تیار کیں۔ کتاب کے حوالوں کا اشاریہ بنایا۔ اصل سے ان کی مراجعت کی۔ اس ہفت خواں کے طے کرنے میں دانتوں پسینہ آگیا۔ اندازہ تھا کہ یہ تمام مباحث ترجمان الاسلام کے دو تین شماروں میں آجائیں گے، لیکن جب انھیں ترتیب دینے بیٹھا تو بات بڑھتی اور پھیلتی ہی گئی، تا آنکہ گفتگو سات قسطوں (شمارہ ۱۷ و ۲۰ تا ۲۵) میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اس طرح مضمون نے کتاب کی شکل اختیار کرلی www.KitaboSunnat.com

لکھتے رقعہ، لکھے گئے دفتر
شوق نے بات کیا بڑھائی ہے (میر)

جیسا کہ اندازہ بلکہ اندیشہ تھا، ابھی مضمون کی دو تین قسطیں ہی شائع ہوئی تھیں کہ ارباب دارالمصنفین نے حسب معمول اس کا برا مانا۔ ماہ نامہ "معارف" اعظم گڑھ (نومبر ۱۹۹۵ء) کے شذرات میں اس کے خلاف سخت ردّعمل کا اظہار کیا گیا۔ یہی نہیں بلکہ سیرۃ النبی کے دفاع میں پے در پے کئی مقالات لکھے اور لکھوائے گئے۔ پھر معارف اور بعض دیگر رسالوں میں ان کی اشاعت بھی عمل میں آئی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے اسی زمانے میں یہ تمام تحریریں اس خیال سے پڑھیں کہ اگر اپنی کوئی واقعی غلطی سامنے آجائے تو اس کی اصلاح کرلوں۔ لیکن نہایت افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ ان میں عالمانہ متانت کے بجائے سستی اور سطحی جذباتیت کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ دارالمصنفین جیسے نیک نام اور وقیع علمی و تصنیفی ادارے کے رفقا سے اس کی توقع نہ تھی ؎

کبود پوشم و قرطاس پیرہن سازم
گہے بہ ماتمِ دانش، گہے بہ حسرت داد (غالب)

اس سلسلۂ مضامین کی اشاعت مکمل ہوجانے کے بعد دارالمصنفین کے ردِّعمل کو سامنے رکھتے ہوئے، مدیر ترجمان الاسلام نے ملک کے سرکردہ علماء اور اہل قلم کو اس پر اظہار خیال اور تبصرہ و تنقید کی دعوت دی، تاکہ اس کی صحیح حیثیت سامنے آسکے اور اس کی خامیوں کا بھی علم ہوسکے۔

یہ ناچیز کی خوش قسمتی تھی کہ توقع سے زیادہ اہل علم نے اس سلسلۂ مضامین کو کم و بیش پڑھا اور اس پر اپنی آرا تحریر کیں۔ اس سے بھی زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ انھوں نے بعض غلطیوں کی نشاندہی بھی کی۔ یہ تمام تحریریں ترجمان الاسلام کے ایک مستقل شمارے (شمارہ ۲۶، اپریل تا جون ۱۹۹۶ء) میں شائع ہوئیں۔

گزشتہ چند مہینوں کے دوران بعض اتفاقات کے نتیجے میں مذکورہ سلسلۂ مضامین کو کتابی شکل میں شائع کرنے کی سبیل پیدا ہوئی۔ میں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور تعطیلات گرما کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پوری کتاب پر عموماً اور اس کے باب دوم پر خصوصاً نظر ثانی کی۔ چنانچہ اس میں بطور خاص ترمیمات اور حذف و اضافے کیے۔ نیز تقریباً تمام حوالوں کی از سر نو مراجعت کی۔ جن اغلاط کی جانب اہل علم نے توجہ دلائی تھی، حتی الامکان انھیں دور کیا۔ اشاعت اول کے وقت بعض عبارتیں ناقص رہ گئی تھیں، انھیں بھی درست کردیا۔ اہل علم حضرات کی بعض غلط فہمیوں کے ازالے کے لیے باب دوم کے آخر میں "چند وضاحتیں" کے عنوان سے ایک تحریر شامل کی، تاکہ اس کی روشنی میں اس باب کو پڑھا اور پھر تنقید و تجزیے کے عمل سے گذارا جائے۔

جن اہل علم حضرات نے اس کتاب اور اس کے مختلف مباحث پر اظہار خیال فرما کر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناچیز کی عزت افزائی فرمائی، تہہ دل سے ان سب کا شکر گذار ہوں۔ لیکن یہ مناسب نہ تھا کہ اس سلسلے کی تمام تحریروں کو اس کتاب کا جزو بنا دیا جائے، اس لیے انتخاب کے اصولوں پر عمل کیا گیا۔ مولانا نعمت اللہ اعظمی صاحب مدظلہ العالی (استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند) کی تحریر دیباچۂ کتاب کے انداز میں لکھی گئی تھی۔ اس لیے اسے ''ابتدائیہ'' کے عنوان سے شامل کتاب کر لیا گیا۔ مولانا برہان الدین سنبھلی صاحب مدظلہ العالی (شیخ التفسیر دارالعلوم ندوۃ العلماء) سے اس ناچیز کو شرف تلمذ حاصل ہے۔ ان کی تحریر مفید معلومات پر مشتمل تھی، ''تاثرات'' کے عنوان کے تحت اسے ابتدائیہ کے بعد جگہ دی گئی۔ جناب شمس الرحمٰن فاروقی اردو کے مشہور ناقد اور اہل قلم ہیں۔ انھوں نے اپنی تحریر مدیر ترجمان الاسلام کے نام مراسلے کے انداز میں رقم کی تھی، کسی تبدیلی کے بغیر ''چند باتیں'' کے عنوان سے اسے تیسرے نمبر پر رکھا گیا ہے۔

مولانا سنبھلی اور جناب فاروقی دونوں نے ارباب دارالمصنفین کے غیر علمی ردِ عمل پر عالمانہ ردِ عمل کا اظہار کیا ہے۔ ان تحریروں کو بطور خاص اسی سیاق وسباق میں پڑھنے اور دیکھنے کی ضرورت ہے۔

استاذ گرامی مولانا برہان الدین سنبھلی صاحب، مولانا زین العابدین اعظمی (صدر شعبۂ تخصص فی الحدیث، مظاہر علوم سہارنپور) اور مولانا سعود عالم قاسمی (ناظم سنی دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ) اور بعض دیگر اہل علم حضرات نے اپنے گراں قدر استدراکات سے اس ناچیز اور اس کی کتاب کو نوازا تھا (جزاھم اللہ تعالی احسن الجزاء) ان تمام استدراکات اور ان سے متعلق گفتگو کو ضمیمہ (۱) میں جمع کر دیا گیا ہے۔ مولانا مجیب الغفار صاحب (شیخ الحدیث جامعہ مظہر العلوم، بنارس) نے اپنی طویل تحریر میں بعض اہم مباحث سے متعلق بہت عمدہ اور وقیع اقتباسات درج کیے تھے، مناسب ترتیب وتہذیب کے ساتھ ضمیمہ (۲) میں مولانا موصوف کا یہ مضمون بھی نقل کر دیا گیا ہے، تاکہ قارئین اس سے مستفید ہوں، نیز کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ ہو۔

شیخ عبدالقاہر جرجانی نے دلائل الاعجاز میں لکھا ہے کہ مخاطب اگر خالی الذہن ہو تو کلام میں کسی حرف تاکید کی ضرورت نہیں اور اگر وہ شک وشبہے میں مبتلا ہو تو تاکید کا لانا ضروری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اگر وہ منکر ہو تو اس کے انکار و عناد کے بقدر مؤکدات میں اضافہ کرتے جانا لازم ہے۔

اس کتاب کو بھی اسی نقطۂ نظر سے دیکھنا چاہیے۔ اگر سیرۃ النبی کو عربی، فارسی اور اردو کی تمام کتب سیرت کے درمیان علی الاطلاق سب سے زیادہ جامع المعلومات اور محققانہ کتاب سیرت کہہ کر پیش نہ کیا گیا ہوتا اور اس پر متوازن تنقید و تبصرے کے نتیجے میں شدید اور غیر متوازن ردعمل کا مظاہرہ نہ کیا جاتا تو اس کی خامیوں اور فروگذاشتوں کو اس تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی ضرورت بھی پیش نہ آتی۔

جہاں تک علامہ شبلی کی شخصیت کا تعلق ہے، تو وہ راقم کی نگاہ میں پہلے بھی محبوب و محترم تھی اور اب بھی محبوب و محترم ہے۔ ان کی علمی و ادبی فتوحات و اکتسابات کے سامنے پہلے بھی سر نیاز خم تھا اور اب خم ہے۔ ان کی نثر کی رعنائی و دلکشی پہلے بھی دامن دل کو اپنی جانب کھینچتی تھی اور اب بھی کھینچتی ہے۔ لیکن اس محبت و عقیدت پر حق گوئی کو قربان نہیں کیا جا سکتا۔ فان الحق أحق ان یتبع ویقال۔

جامعہ اسلامیہ، بنارس سے میرا ربط و تعلق ربع صدی کے عرصے پر محیط ہے۔ یہاں مجھے علوم عربیہ و اسلامیہ کے درس و تدریس کے مواقع بھی میسر آئے اور میں اس کے گراں قدر کتب خانے سے بھی برابر مستفید ہوتا رہا۔ اس کتاب کا بیشتر حصہ اسی کے در و بام کے درمیان بیٹھ کر لکھا گیا ہے۔ اب جب کہ میں گذشتہ ڈھائی سال سے بنارس کی سکونت ترک کر کے علی گڑھ میں مقیم ہوں، یہ محض حسن اتفاق تھا کہ اس پر نظر ثانی کا کام بھی جامعہ کے کتب خانے ہی میں اختتام پذیر ہوا اور اب یہ ابتدائی سطور بھی یہیں سپرد قلم کی جا رہی ہیں۔ اس لیے میں اپنی اس حقیر علمی کاوش کا انتساب اسی ادارے کے نام کرنا مناسب تصور کرتا ہوں، دست بہ دعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس ادارے کو آباد رکھے۔ اس کے بانیوں، منتظمین اور ارباب تعلق میں جو مرحومین ہیں انھیں جوار رحمت میں جگہ دے اور جو موجود ہیں انھیں ایمان اور عمل صالح کی دولت سے نوازے۔

ویرحم اللہ عبدا قال آمینا

ظفر احمد صدیقی

جامعہ اسلامیہ، بنارس

۷ر جولائی ۲۰۰۰ء

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابتدائیہ

مولانا نعمت اللہ اعظمی استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

الحمد للّٰہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ ! اما بعد۔

علامہ شبلی نعمانی کی مایۂ افتخار کتاب ''سیرۃ النبی'' پر مولانا ظفر احمد صدیقی کی مفصل تنقیدی کتاب، اسی صالح تنقید کا ایک اچھا نمونہ ہے جس کے علامہ شبلی مرحوم قائل اور داعی تھے۔ عہد حاضر میں اس طرح کی تنقیدوں کو استحسان کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور ناگواری کا احساس کرنے والوں کو تنگ نظری کا الزام دیا جاتا ہے۔

جہاں تک علامہ شبلی نعمانی کی شخصیت کا تعلق ہے تو اس میں عظمت کے کتنے ہی پہلو ہیں۔ وہ تاریخ کے ان چند مردم ساز اساتذہ میں گذرے ہیں، جنھوں نے ذوق تحریر کی حامل کی ایک نسل پیدا کی اور اپنے بعد اہل قلم اور اہل علم کی ایک جماعت کو چھوڑا، ان کے نام پر تصنیف وتالیف کا ایک بڑا ادارہ وجود میں آیا، خود ان کی تصانیف کو منفرد اسلوب نگارش، معیار تحقیق، قوت استدلال اور سلیقۂ ترتیب کے اعتبار سے خصوصی مقام دیا گیا ہے۔ بلکہ سیرۃ النبی کو اپنے موضوع پر سب سے اچھا کارنامہ قرار دیا گیا ہے۔

مگر اسی کے ساتھ یہ بھی واقعہ ہے کہ جو شخصیات اس طرح کی خوبیوں اور کمالات کی حامل ہوتی ہیں، باستثنائے چند (وقلیل ماھم) اپنے بارے میں اتنی خوش فہمی میں مبتلا ہوتی ہیں کہ دوسرے حضرات ان کی باتوں کو ادعاء یا تعلّی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے اپنی کتاب سیرۃ النبی کے بارے میں مقدمۂ کتاب یا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکتوبات وغیرہ میں جن تاثرات کا اظہار کیا ہے، وہ اسی کیفیت کے حامل ہیں۔ حالانکہ سیرۃ النبی کو مندرجہ بالا خصوصیات کے اعتبار سے اگرچہ بے نظیر تسلیم کیا گیا ہے لیکن جہاں تک کتاب کے جملہ مندرجات کے مستند ہونے کی بات ہے تو یہ چیز کتاب کی اشاعت کے روز اول ہی سے ارباب تحقیق علماء کے نزدیک محل نظر اور بحث طلب رہی ہے، ماضی میں مولانا محمد اسحٰق صاحب، علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی، مولانا عبدالرؤف صاحب داناپوری، مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب، مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی اور کتنے ہی بالغ نظر علماء نے مختلف مقامات پر جستہ جستہ تنقیدیں کی ہیں، اور ان کو بڑی اہمیت حاصل ہے اور ان سب کے خلاصہ کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ مصنف نے کتاب کے استناد کے لیے جن شرائط کے اہتمام کا دعویٰ کیا تھا وہ اس کو پورا نہ کر سکے۔

شرائط کو پورا نہ کر سکنے کی اصل وجوہ تو کام کرنے والا ہی بتا سکتا ہے، تاہم مصنف کی جانب سے جو معذرت پیش کی جا سکتی ہے، وہ یہ ہے کہ اُس دور میں کتابیں اتنی عام نہیں تھیں، یا بعض کتابیں مہیا بھی ہوئیں تو وہ قلمی تھیں، جن سے استفادہ دشوار ہوتا ہے۔ اس لیے ہو سکتا ہے کہ مشہور واقعات کے نقل کرنے میں زیادہ تجسس و تحقیق کے بجائے، سہل الحصول اور متداول کتابوں کے حوالہ پر اکتفا کیا گیا ہو۔ امام مسلمؒ جیسے بلند پایہ محدث کے بارے میں اسی طرح کی بات منقول ہے کہ انھوں نے راویوں کے بارے جن سخت شرائط کی پاسداری کا ذکر کیا، ہر جگہ اس کو پورا نہ کر سکے۔ امام مسلمؒ سے اس کی وجہ معلوم کی گئی تو انھوں نے بیان کیا کہ بعض مشہور روایات کی نقل میں، علو سند کی وجہ سے انھوں نے ایسے راویوں کو لے لیا جو کچھ محدثین کے نزدیک قابل اعتراض تھے، کیوں کہ یہ روایات ثقہ راویوں سے اپنی جگہ پر موجود ہی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اسی طرح کا کوئی عذر علامہ شبلی کے پیش نظر رہا ہو۔

دوسری معذرت مصنف کی جانب سے یہ پیش کی جا سکتی ہے کہ ان کے دور میں پورا عالم اسلام مستشرقین کے حملوں کی زد میں تھا۔ مستشرقین کے حملوں سے پیدا ہونے والے تاثر کا ازالہ بھی مصنف کے پیش نظر ہے۔ اور یہ بھی واقعہ ہے کہ علماء نے اس دور میں مستشرقین کے مقابلے پر صرف دفاعی کام کیا ہے۔ اقدام کی حیثیت کا کوئی علمی کام ہمارے علم میں نہیں، اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دفاعی کام کرنے والے بھی دو گروہ نظر آتے ہیں، ایک گروہ تو ان مستشرقین کے حملوں سے اتنا مرعوب تھا کہ اس نے مسلماتِ شرعیہ سے انکار، یا ان میں رکیک تاویل تک سے اجتناب نہیں کیا، اس گروہ کی مشہور شخصیت سر سید احمد خاں تھے۔ دوسرا گروہ وہ تھا جو اس درجہ مرعوب تو نہیں تھا کہ مسلماتِ شرعیہ میں تاویل کے راستے تلاش کرے، لیکن وہ ایسی چیزوں کو نقل کرنے کا اہتمام کرتا تھا جس پر مستشرقین کا اعتراض کم سے کم ہو، شبلی نعمانی مرحوم اسی دوسرے گروہ سے تعلق رکھتے ہیں اور اس پر یہ بات اور مستزاد ہے کہ خود ان کا اندازِ فکر، عقل کو نقل پر ترجیح دینے کا ہے، جس کی وجہ سے انھیں معتزلہ کے اندازِ فکر کا حامل قرار دیا گیا ہے۔ خلاصہ کے طور پر یوں کہنا چاہیے کہ خود ان کا اندازِ فکر یہ ہے کہ عقل کو نقل پر ترجیح دی جائے۔ پھر یہ مجبوری کہ ایسی نقل چاہیے جس پر مستشرقین کو مطمئن کیا جا سکے۔ ان مجبوریوں نے کتنی ہی جگہ مصنف کو پابہ زنجیر کر دیا اور وہ درجۂ استناد میں اپنے دعوے سے نیچے اترنے پر مجبور ہو گئے۔

بہر حال وجہ کوئی بھی ہو، اور مصنفِ مرحوم کی جانب سے کتنی بھی معقول معذرت پیش کر دی جائے ہو یہی کہ انھوں اپنی کتاب کی استنادی حیثیت کے لیے جن عمدہ شرائط کا اعلان کیا تھا، کلی طور پر ان کو پورا نہ کر سکے۔

مولانا نظر احمد صاحب صدیقی نے اپنی مفصل کتاب میں اسی پہلو پر سب سے زیادہ زور دیا ہے لیکن ان کی کتاب کی خاص خوبی یہ ہے کہ انھوں نے ہر جگہ مصنفِ مرحوم کی عظمت اور ان کے احترام کو سامنے رکھ کر عالمانہ گفتگو کی ہے، ممکن ہے کہ بعض مقامات پر ان کی رائے سے اتفاق نہ ہو، اور صالح تنقید میں اس طرح کی گنجائش رہنی بھی چاہیے، تاہم انھوں نے اپنی بات کو دلائل کے ساتھ پیش کر کے موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاثرات

مولانا برہان الدین سنبھلی شیخ التفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

اس میں شک نہیں کہ علامہ شبلیؒ کی ''سیرۃ النبی'' اپنی بعض خصوصیات کے لحاظ سے مثلاً ادیبانہ طرز بیان، قوت استدلال اور سحر نگار قلم کی تراوش میں ممتاز ہے، لیکن اس کے منظر عام پر آنے کے بعد ہی نہیں، اس سے پہلے ہی اس کے بارے میں مختلف ذرائع سے ایسا مبالغہ آمیز انداز تشہیر اختیار کیا گیا، جس پر بعض کو پروپگنڈا کا گمان ہونے لگا تھا۔ کیوں کہ اسے دنیا کی ہر زبان میں لکھی جانے والی سیرت کی کتابوں، حتی کہ عربی زبان میں لکھی کتابوں پر فائق کہا گیا۔ مثلاً عبداللطیف اعظمی صاحب نے لکھا تھا:

> ''.....اس عظیم الشان تالیف کی نظیر نہ تو عربی زبان، باوجود اپنی قدامت اور باوجود اپنی اس خصوصیت کے کہ رسول اللہ ﷺ اور قرآن حکیم کی زبان ہے پیش کر سکتی ہے اور نہ فارسی یا دنیا کی کوئی اور ترقی یافتہ سے ترقی یافتہ زبان''

اور خود مصنف (علامہ شبلیؒ) نے سیرۃ النبی کے مقدمہ میں یہ تحریر فرمایا:

> ''خاص سیرت پر آج تک کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی جس میں صرف صحیح روایتوں کا التزام کیا جاتا۔ .....اس بنا پر ضروری تھا کہ نہایت کثرت سے حدیث و رجال کی کتابیں بہم پہنچائی جائیں اور پھر نہایت تحقیق اور تنقید سے ایک مستند تصنیف تیار کی جائے''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ اور اس طرح کی دیگر عبارتوں اور پھر ان کی غیر معمولی تشہیر نے برصغیر کے عوام پر یہ تاثر عام کیا کہ اس سے زیادہ بہتر اور مستند کوئی کتاب سیرت نہیں ہے، جس کا یہ نتیجہ نکلنا بھی قدرتی تھا کہ "حق ہے ان..... کا فرمایا ہوا" کا نظریہ پھیلا۔ عام طور پر اس فضا کے پیدا ہو جانے سے امت کے مصلحین نے اپنی ذمہ داری محسوس کی، بلکہ یہ کہنا شاید غلط نہ ہو کہ ان کا یہ فریضہ بنا کہ اسے چھان پھٹک کر دیکھا جائے کہ کیا "سیرۃ النبی" واقعتہً اس معیار پر پوری اترتی ہے، جس کا اس وقت کے ذرائع ابلاغ نے چرچا کیا ہے۔ چنانچہ اس تصنیف کے منظر عام پر آنے کے بعد سے ہی اس پر مختلف زاویوں سے نگاہ ڈالنے کا عمل بھی شروع ہو گیا۔ کتب خانوں کی فہرست کتب پر ایک نظر ڈالنے اور اس وقت کے جرائد و مجلات کے مطالعہ سے اس کا پتہ چل سکتا ہے (خود ندوۃ العلماء کے کتب خانہ۔ جو علامہ شبلیؒ ہی کے نام سے موسوم ہے۔ میں بھی اس موضوع پر خاصا تحریری مواد مطبوعہ شکل میں موجود ہے) اس صف کے اندر یعنی سیرۃ النبی پر تنقیدی نگاہ ڈالنے والوں میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ جیسے اکابر و مصلحین بھی نظر آتے ہیں۔ ("بوادر النوادر" میں اس پر حضرت تھانویؒ کی ایک مفصل تحریر موجود ہے) اور امداد صابری جیسے صحافی بھی اور خود علامہ شبلی کے مایہ ناز شاگرد و جانشین مولانا سید سلیمان ندویؒ نے بھی جا بجا نقد کیا ہے۔

راقم کا اندازہ ہے کہ اگر "سیرۃ النبی" کو اس بلند سطح کا حامل بتانے کا اتنا شور نہ کیا گیا ہوتا تو اس پر اتنے تنقید کرنے والے میدان میں نظر نہ آتے، بلکہ دیگر سیکڑوں، ہزاروں کتابوں کی طرح لوگ اسے بھی پڑھتے اور اس کا نام بھی سنتے اور گذر جاتے۔ لیکن مذکورہ بالا وجوہ و اسباب سے لوگوں کے کان کھڑے ہوئے پھر اس پر جس نے جو مناسب سمجھا اقدام کیا۔

سطور بالا سے یہ جان لینا ان کے لیے بھی آسان ہوگا جو پہلے سے نہیں جانتے تھے کہ "سیرۃ النبی" پر تنقید و تبصرہ کر کے ڈاکٹر مولانا ظفر احمد صدیقی مظاہری ندوی سلمہ نے کوئی بدعت نہیں کی ہے، بلکہ یہ وہ میدان ہے جس میں کہ ان سے بہت پہلے اور بعض بہت بڑے قدم رکھ چکے ہیں۔ مگر یہ کہنا غلط نہ ہوگا "کم ترک الاول للآخر" کے اصول سے کہ مولانا صدیقی نے جس تفصیل سے "سیرۃ النبی" کا تجزیہ کیا ہے ایسا ان کے کسی پیشرو نے راقم کی معلومات کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق نہیں کیا تھا۔ ان کی بعض رایوں اور نتائج بحث سے اختلاف تو کیا جا سکتا ہے لیکن ان کے اس مفصل تبصرے کو غیر علمی نہیں کہا جا سکتا۔ اسے بدزبانی کا نمونہ یا شبلی دشمنی کا نام بھی نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ صدیقی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے دلائل کے ساتھ لکھا ہے یعنی اپنے ہر دعوے پر عقلی و علمی دلائل دیے ہیں، اور اس بارے میں انھوں نے کتنی محنت کی ہے اور کس قدر کتابوں کو کھنگالا ہے؟؟ اس کا اندازہ ان کا تبصرہ پورا پڑھ لینے سے ہی ہو سکتا ہے (کتاب کے آخر میں اُن مآخذ و مراجع کی تفصیل بھی ذکر کر دی گئی ہے، جن سے اس تبصرہ کے لیے مواد فراہم کیا گیا ہے جن کی تعداد ۵۷ ہے) ان کی یہ تحریر ان کے خوش آئند مستقبل کی پیشینگوئی کرتی نظر آتی ہے۔ اس میں پیش کردہ نتائج سے قطع نظر، تجزیہ و تحقیق کا انداز، گرفت کی پختگی، نقد میں اعتماد کی شان اور اپنی بات کو شگفتہ انداز میں پیش کرنے کی قدرت و صلاحیت یہ وہ اوصاف ہیں جو قاری کو متاثر کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ پھر مصنف کے دعاوی کے نقض و رد میں جو طرز اختیار کیا گیا ہے اکثر جگہ وہ ''بال کی کھال نکالنے'' کے انداز کا نہیں بلکہ واقعاتی اور تحقیقاتی ہے، جسے پڑھ کر کوئی منصف مزاج یہ نہیں کہے گا یہ ''برائے نکتہ چینی'' قبیل کا ہے، بلکہ غیر جانبدار قاری کا رجحان اکثر جگہ دلائل کی قوت اور نقد میں وزن دیکھ کر ناقد کی طرف ہی ہو جائے گا۔ البتہ ہر جگہ ایسا ہونا ضروری نہیں۔ خود راقم کو بعض جگہ نقد سے اختلاف اور مصنف کی رائے کا زیادہ وزنی ہونا محسوس ہوا۔ مثلاً ... [1]

خلاصۂ کلام یہ کہ ''سیرۃ النبی'' پر یہ تفصیلی نقد و تجزیہ جو ترجمان الاسلام کی سات قسطوں اور تقریباً ڈھائی سو صفحات میں شائع ہوا، بہت محنت اور ژرف نگاہی سے لکھا گیا ہے جس میں اکثر جگہ قاری، ناقد کا ہم نوا ہو جاتا ہے، اگرچہ بعض جگہ اس سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ تنقیص و تنقید، میں فرق ملحوظ ضرور رہنا چاہیے۔ تنقیص یقیناً غلط بات اور عیب ہے۔ تنقید نہ عیب ہے نہ گناہ۔ مذکورہ تبصرہ راقم کی نظر میں تنقید ہی کے زمرہ کا ہے، نہ کہ تنقیص کے قبیل کا۔ والغیب عند اللہ

---

[1] اس تحریر کا باقی حصہ ضمیمہ (۱) استدراکات میں ص ۲۳۹ تا ۲۴۰ پر ملاحظہ ہو۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند باتیں

شمس الرحمٰن فاروقی الٰہ آباد

مکرمی! السلام علیکم

آپ کے رسالے میں پڑھنے اور اختلاف کرنے کے لیے بہت کچھ ہوتا ہے اور زندہ رسالے کی پہچان یہی ہے۔ ادھر کئی قسطوں میں ظفر احمد صدیقی کا طویل محاکمہ علامہ شبلیؒ کی ''سیرۃ النبی'' کا آپ نے چھاپا ہے۔ اس کا ہر ہر صفحہ پڑھ کر دل سے داد نکلتی ہے۔ صاف نظر آتا ہے کہ ظفر احمد صدیقی کی نظر سیرت، حدیث اور تاریخ پر بہت گہری ہے۔ اس پر مستزاد ان کی عربیت اور اصل مآخذ سے ان کا براہ راست استفادہ ہے۔ ممکن ہے بعض جزئی معاملات میں ان سے اختلاف کیا جائے، لیکن عمومی تصویر اور اصولی بحث جو ان کے طویل مضمون سے ابھرتی ہے، اس سے اختلاف مشکل ہی ہوگا۔

ہوسکتا ہے کہ بعض لوگ جنھیں علم سے زیادہ شخصیت کا پاس ہے، وہ ظفر احمد صدیقی کے اس مضمون پر ناخوش ہوں۔ لیکن یہاں دو تین باتیں توجہ کے لائق ہیں:

۱ کیا یہ ناخوشی اس بنا پر ہے کہ ظفر صاحب کے تعقبات اور استدراکات غلط ہیں؟ اگر ایسا ہے تو ان کا شافی جواب لکھا جائے، تاکہ ظفر احمد صدیقی اور ان کے پڑھنے والوں کی اصلاح ہو سکے؟

۲ کیا یہ ناخوشی اس بنا پر ہے کہ ظفر صاحب کا لہجہ غیر علمی یا گستاخانہ ہے؟ اگر ایسا ہے تو ان الفاظ و مقامات کی نشاندہی کی جائے جہاں ظفر احمد صدیقی نے حفظ مراتب کی حدوں سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجاوز کیا ہے، تاکہ ظفر صاحب اپنی اصلاح کر سکیں اور ان کے پڑھنے والوں کو مناسب تنبیہ ہو۔

۳ کیا یہ ناخوشی اس بنا پر ہے کہ ظفر صاحب کی نیت صاف نہیں؟ اگر ایسا ہے تو دلائل اور شواہد سے ثابت کیا جائے کہ ظفر صاحب کا مقصود علمی خدمت نہیں، بلکہ ایک محترم شخصیت پر سب وشتم ہے۔ (لیکن اصولی بات پھر بھی باقی رہے گی کہ اگر کوئی بات صحیح ہے تو وہ صحیح ہی رہے گی چاہے کہنے والے کی نیت فاسد ہو)۔

۴ کیا یہ ناخوشی اس بنا پر ہے کہ ہمیں علامہ شبلی سے محبت اور عقیدت ہے اور ہم ان کے خلاف کوئی بات سننے کو تیار نہیں؟ اگر ایسا ہے تو معاملہ علمی بحث سے ہٹ کر عقیدے اور عقیدت کے میدان میں چلا جاتا ہے۔ پھر تو "لکم دینکم" کہنے کے سوا چارہ نہیں۔ ایسے لوگوں سے ہمیں ہمدردی ہو سکتی ہے، علمی مجالست نہیں۔

اسلام ہمیں حق اور انصاف کے احترام کی تعلیم دیتا ہے۔ علم کے میدان میں یہ تعلیم شخصیت پرستی کی ضد ہے۔ جہاں شخصیت پرستی ہو وہیں ایسے معاملات ظہور میں آتے ہیں کہ اگر کسی بڑے آدمی کی کسی بات پر علمی گرفت کی جاتی ہے تو اس کے معتقدین غوغا کرنے لگتے ہیں۔ اور شخصیت پرستی ہی کا دوسرا رخ یہ ہے کہ ہم جس شخصیت کے پرستار ہوں اس کو اتنا کم زور اور غیر محفوظ سمجھیں کہ معترض کے اعتراض، یا ناقد کے حملے پر ہمیں اس شخصیت کی بزرگی متزلزل نظر آنے لگے۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ وہ بڑا آدمی ہی کیا جس کے افکار و آثار تنقیدی نظر اور چھان بین کے متحمل نہ ہو سکیں؟ بلکہ اکثر تو یہ ہوتا ہے کہ تنقیدی محاکمہ اپنی جگہ رہتا ہے اور اصل کارنامے کی وقعت اپنی جگہ رہتی ہے۔ خود مولانا شبلی کی شعر العجم ہمارے سامنے ہے۔ حافظ محمود شیرانی مرحوم نے بے مثال علم، حافظہ اور تفحص کا ثبوت دیتے ہوئے ایک مستقل تصنیف "تنقید شعر العجم" کے نام سے دنیا کے سامنے پیش کی۔ حافظ صاحب مرحوم نے جتنے اغلاط "شعر العجم" میں نکالے ہیں وہ سب درست ہیں، لیکن "شعر العجم" اب بھی مشرق و مغرب میں ایک غیر معمولی علمی کارنامے کے حیثیت سے مقبول ہے۔ محمود شیرانی کی تنقید نے "شعر العجم" کو کمزور نہیں کیا، بلکہ وہ خود "شعر العجم" کا تتمہ بن کر رہ گئی۔

اصولی بات یہ ہے کہ جتنا اہم کام ہوتا ہے اور جتنا بڑا آدمی ہوتا ہے اتنی ہی زیادہ تیز

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روشنی ان پر پڑتی ہے۔اور وہ علم ترقی نہیں کرسکتا جس میں اکابر کی بات کو جرح وتجزیہ کے عمل سے گزارے بغیر قبول کرلیا جائے۔ مستند یا بااثر متون پر شرح اور پھر ان شروح کی شرح لکھنے کا رواج جو اسلامی علماء نے رائج کیا تھا، وہ اسی لیے تھا کہ ان متون کی ہر بات اس طرح آئینہ ہوکر سامنے آجائے گی اور کھرا کھوٹا الگ الگ دکھائی دے گا۔ خود علامہ شبلی مرحوم نے مسلمان فلسفیوں، خاص کر ابن رشد پر نکتہ چینی کی ہے۔ لیکن آج عالم یہ ہے کہ فلسفے کے مغربی طالب علموں اور اسلامی علوم کے ماہرین میں ابن رشد کی اہمیت روز افزوں ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ابن رشد پر علامہ کے اعتراضات کی بنا پر ہم علامہ شبلی کو مطعون نہیں کرتے۔ صرف یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے ابن رشد کو اس توجہ سے نہیں پڑھا جس کا وہ مستحق تھا۔ نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ ابن رشد یا ابن سینا کا جو معتقد نہ ہو وہ اخلاقی یا سماجی یا علمی جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔

علامہ اقبالؒ نے حافظ کی شاعری اور متصوفانہ طرز فکر کے خلاف جو باتیں کہیں (جن میں سے بعض سے انھوں نے رجوع بھی کرلیا) تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ حافظ یا متصوفانہ فکر کی وقعت یا اقبال کی عظمت پر ان باتوں سے ضرب پڑی؟ بلکہ میرا تو خیال ہے کہ حافظ کے بارے میں متنازعہ فیہ باتیں کہہ کر اقبال نے لوگوں کی توجہ ایک بار پھر حافظ کی طرف مرکوز کردی اور وہ حافظ جو محض خانقاہوں اور بی۔اے۔ ایم۔اے۔ کے درجات تک محدود تھے، ایک بار پھر مشرقی اور اسلامی شعری تہذیب کے نمائندے کی حیثیت سے پڑھے جانے لگے۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی مرحوم نے ایک نہایت طویل مضمون لکھ کر یہ ثابت کیا ہے کہ حافظ کے کلام میں وہ چیزیں کثرت سے ہیں جنھیں کتابی علم عروض یا قواعد شعر کی رو سے غلط کہا جائے گا۔ لیکن اس کے باوجود حافظ کو ہم سب سے بڑا غزل گو مانتے ہیں۔ ڈاکٹر صدیقی مرحوم فرماتے ہیں:

> فارسی شاعری کو جس چیز نے تمام عالم کی شاعری سے ممتاز کیا، سب جانتے ہیں کہ غزل ہے۔ اور غزل کو جس نے غزل بنایا حافظ شیراز کی ذات ہے۔ کون نہیں مانتا کہ جو روانی، جو شیرینی، جیسی برجستگی جیسی شگفتگی حافظ کے کلام میں ہے کسی دوسرے کو نصیب نہیں۔ فصاحت اور بلاغت، شوخی اور متانت حافظ ہی کے فقروں میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے کمال کو پہنچی ہیں۔

(مقالات صدیقی، جلد اول، اردو اکیڈمی لکھنؤ ۱۹۸۳، صفحہ ۳۲)

اب یہ بات الگ ہے کہ جن چیزوں کو کتابی قواعد کی رو سے عیب قرار دیا جا رہا ہے، وہ عیب ہیں بھی یا نہیں؟ یا وہ حافظ کی نظر میں عیب تھیں یا نہیں؟ اصولی معاملہ یہ ہے کہ کتابی قواعد کی رو سے حافظ بہت سے ''اغلاط'' کے مرتکب ہوئے ہیں۔ لیکن حافظ پھر بھی سب سے بڑے غزل گو اور دنیا کے عظیم ترین شعراء میں ہیں۔

دوسری بنیادی بات یہ کہ حافظ کے کلام میں اتنی کثیر تعداد میں ''اغلاط'' کا وجود ثابت کر کے ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ لہٰذا اگر ظفر احمد صدیقی نے علامہ شبلیؒ کی بعض تحقیقات کے نتائج کو غلط قرار دیا، یا شبلی کی بعض کوتاہیوں سے ہم کو آگاہ کیا تو اس میں کوئی برائی نہیں۔ اگر ظفر صاحب کے اعتراضات درست ہیں تو ہمیں خوش ہونا چاہیے کہ ان کی مساعی کے ذریعہ حقیقت حال سامنے آئی۔ اور اگر ظفر صاحب کی باتیں غلط ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم غلطیوں کی نشاندہی کریں اور ظفر صاحب کو ان غلط باتوں پر تنبیہ کریں۔ ظفر احمد صدیقی کے ان مضامین سے علامہ شبلیؒ کی عظمت بہر حال کم نہیں ہوتی۔ تاریخ و سیرت ہو یا انشاء، شبلی جیسے لوگ عالم اسلام کیا تمام عالم میں کم ملیں گے۔ اس حقیقت کے سب معترف ہیں، اور یقین ہے کہ ظفر احمد صدیقی بھی اس کے معترف ہوں گے۔ مجھے ظفر صاحب سے کوئی شکایت ہے تو بس یہی کہ انھوں نے دراز نفسی سے کام لیا ہے، ورنہ ان کی بات اس سے کم میں بھی تمام ہو سکتی تھی۔ لیکن ممکن ہے انھوں نے سوچا ہو ایک دو مثالوں سے لوگوں کو تشفی نہ ہوگی، لہٰذا کثرت سے مثالیں دی جائیں، تاکہ تاویل و تصحیف کے بہانے نہ چل سکیں۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے بھی اپنے حافظ والے مضمون میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔

حضرت شیخ احمد محمد شاکر کی مرتب و مدون کردہ مسند احمد کے بارے ہم جانتے ہیں کہ محدث کبیر علامہ حبیب الرحمٰن اعظمیؒ نے اس پر کثرت سے استدراکات و تعلیقات لکھے۔ ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ علامہ احمد محمد شاکر نے محدث کبیر حضرت اعظمیؒ کے بیش تر اقوال کو نہ صرف قبول کیا، بلکہ من وعن اپنی کتاب کی آخری جلد میں درج کیا اور حضرت محدث کبیر کی دقت نظر،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شغف علمی، تبحر و تفحص اور حافظے کی دل کھول کر داد دی اور متشکر ہوئے۔ یہ تمام تفصیلات ''ترجمان الاسلام'' کے کسی گذشتہ شمارے میں آپ خود شائع کر چکے ہیں۔ بیشک اہل علم کا وہی رویہ ہوتا ہے اور ہونا چاہیے جو حضرت شیخ احمد محمد شاکر اور حضرت محدث کبیر کا تھا۔ علم اور خاص کر ایسا علم جس کا تعلق دین سے ہو ظلمت پسند نہیں ہوتا، اور سچے صاحب علم میں نہ تبختر اور زعم ہمہ دانی ہوتا ہے، نہ وہ شخصیت پرستی کے جال میں گرفتار ہوتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرنامہ

"ہمارے زمانہ میں جو سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں، ان میں باوجود دعویٰ آزادی کے تنقید اور جرح سے بالکل کام نہیں لیا گیا۔ اور اس کا عذر یہ کیا جاتا ہے کہ ابھی قوم کی یہ حالت نہیں کہ تصویر کے دونوں رخ اس کو دکھائے جائیں، لیکن عذر کرنے والے خود اپنی نسبت غلطی کر رہے ہیں، جس چیز نے ان کو اظہار حق سے روکا ہے وہ ایشیائی شخص پرستی ہے جس کا اثر رگ و پے میں سرایت کر گیا ہے۔ اور عذر کرنے والوں کو خود اس اس کا احساس نہیں ہوتا۔ اس غلامانہ شخص پرستی سے ایک بڑا ضرر یہ ہے کہ جو لوگ ان اکابر کی تقلید کرتے ہیں ان میں ہزاروں ایسے ہوتے ہیں، جن کو خود نیک و بد کی تمیز نہیں ہوتی، اس لیے وہ اچھی باتوں کے ساتھ اکابر کی غلطیوں کی بھی تقلید کرنے لگتے ہیں، اور سلسلہ در سلسلہ تمام قوم میں اس کا اثر پھیل جاتا ہے"۔

(علامہ شبلی نعمانی: موازنہ انیس و دبیر)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب اول

خصوصیات وامتیازات

اردو میں سیرت نبویؐ کے موضوع پر یوں تو چھوٹی بڑی صدہا کتابیں لکھی گئی ہیں، لیکن شہرت وقبولیت کے جس مقام بلند پر علامہ شبلی کی سیرۃ النبیؐ نظر آتی ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے، اگرچہ یہ کتاب ناتمام رہی اور موت نے مہلت نہ دی کہ مولانا اپنی خواہش اور منصوبے کے مطابق اسے پایۂ تکمیل تک پہونچاتے، تاہم ان کی تصانیف کے درمیان اسے ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ لہذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سی خصوصیات وامتیازات ہیں، جنھوں نے مختلف النوع تحقیقی فروگذاشتوں اور داغ ناتمامی کے باجود اس کتاب کو آسمان سیرت کا ماہ تمام بنا رکھا ہے؟

اس ضمن میں اس کتاب کے بالاستیعاب اور بار بار کے مطالعے کے بعد راقم الحروف کا ذہن جن امور کی جانب منتقل ہوتا ہے، وہ یہ ہیں۔

اول : مصنف کا طاقت ور اور مؤثر اسلوب بیان۔

دوم : مؤرخانہ شعور وآگہی۔

سوم : بے مثال اور منفرد سلیقۂ تحریر وتصنیف۔

چہارم: مستشرقین کا رد وابطال۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پنجم : عالمانہ طرز تخاطب۔

اس اجمال کی تفصیل آئندہ صفحات میں ملاحظہ ہو :

مؤثر اسلوب بیان :

مولانا شبلی کا صاحب طرز ادیب وانشا پرداز ہونا اردو ادب کے مسلمات میں ہے، باوجودے کہ انھوں نے ناول لکھے نہ افسانے، خاکے لکھے نہ انشائیے، آپ بیتی لکھی نہ ڈرامے، پھر بھی وہ اردو کے صف اول کے نثر نگاروں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ اس کا راز ان کی انشا پردازانہ صلاحیت اور قوت میں پنہاں ہے۔ لہذا کتب سیرت کے ذخیرے میں سیرۃ النبی کی انفرادیت کا ایک سبب تو یہ ہے کہ یہ ہماری زبان کے ایک مستند اور صاحب طرز ادیب کی بہترین انشاء پردازانہ صلاحیتوں کا مظہر اور اس کے قلم کی شگوفہ کاریوں کا مرقع ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس بات کو ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اردو میں جن اہل علم اور ارباب قلم حضرات نے سیرت کے موضوع پر قلم اٹھایا ہے ان میں سے کوئی بھی خالص نثر نگار کی حیثیت سے مولانا شبلی کے درجے تک نہیں پہنچتا اس لیے ان کی تصانیف سیرت، اپنی دوسری خوبیوں سے قطع نظر اسلوب وانشا کے لحاظ سے سیرۃ النبی کا مقابلہ نہیں کر پاتیں۔ مثال کے طور پر سیرۃ النبی کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں :

خانہ کعبہ کی تعمیر :

> دنیا میں ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ایران، ہند، مصر، یورپ میں عالمگیر اندھیرا تھا۔ قبول حق ایک طرف، اس وسیع خطۂ ارض میں گز بھر زمین نہیں ملتی تھی، جہاں کوئی شخص خالص خدائے واحد کا نام لے سکتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب کلدان میں صدا بلند کرنی چاہی تو آگ کے شعلوں سے کام پڑا۔ مصر آئے، ناموس کو خطرے کا سامنا ہوا، فلسطین پہنچے کسی نے بات تک نہ پوچھی۔ خدا کا نام جہاں لیتے تھے، شرک اور بت پرستی کے غلغلے میں آواز دب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دب کر رہ جاتی تھی، معمورۂ عالم کے صفحے نقشہائے باطل سے ڈھک چکے تھے۔ اب ایک سادہ، بے رنگ، ہر قسم کے نقش و نگار سے معرا ورق درکار تھا، جس پر طغرائے حق لکھا جائے۔ یہ صرف حجاز کا صحرائے ویران تھا جو تمدن اور عمران کے داغ سے کبھی داغدار نہیں ہوا تھا۔ (۱۵۴/۱)

حضرت اسماعیل کی قربانی :

اب ایک طرف نوے سالہ پیر ضعیف ہے، جس کو دعاہائے سحر کے بعد خاندان نبوت کا چشم و چراغ عطا ہوا تھا۔ جس کو وہ تمام دنیا سے زیادہ محبوب رکھتا تھا۔ اب اسی محبوب کے قتل کے لیے اس کی آستینیں چڑھ چکی ہیں اور ہاتھ میں چھری ہے۔

دوسری طرف نوجوان بیٹا ہے، جس نے بچپن سے آج تک باپ کی محبت آمیز نگاہوں کی گود میں پرورش پائی ہے اور اب باپ کا مہر پرور ہاتھ اس کا قاتل نظر آتا ہے، ملائکہ قدسی، فضائے آسمانی، عالم کائنات یہ حیرت انگیز تماشا دیکھ رہے ہیں اور انگشت بدنداں ہیں کہ دفعتاً عالم قدسی سے آواز آتی ہے:

﴿یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا انا کذلك نجزی المحسنین﴾ ''ابراہیم! تو نے خواب کو سچ کر دکھایا ہم نیک بندوں کو اسی طرح اچھا بدلہ دیا کرتے ہیں''۔

طغیان نازمیں کہ جگر گوشۂ خلیل درزیر تیغ رفت و شہیدش نمی کنند (۱۵۸/۱)

خطبہ فتح کے بعد:

خطبے کے بعد آپ نے مجمع کی طرف دیکھا تو جباران قریش سامنے تھے، ان میں وہ حوصلہ مند بھی تھے جو اسلام کے مٹانے میں سب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پیشرو تھے، وہ بھی تھے جن کی زبانیں رسول اللہ ﷺ پر گالیوں کے بادل برسایا کرتی تھیں۔ وہ بھی تھے جن کی تیغ وسنان نے پیکر قدسی ﷺ کے ساتھ گستاخیاں کی تھیں، وہ بھی تھے جنھوں نے آنحضرت ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھائے تھے۔ وہ بھی تھے جو وعظ کے وقت آنحضرت ﷺ کی ایڑیوں کو لہولہان کر دیا کرتے تھے۔ وہ بھی تھے جن کی تشنہ لبی خون نبوت کے سوا کسی چیز سے بجھ نہیں سکتی تھی۔ وہ بھی تھے جن کے حملوں کا سیلاب مدینے کی دیواروں سے آکر ٹکراتا تھا۔ وہ بھی تھے جو مسلمانوں کو جلتی ہوئی ریگ پر لٹا کر ان کے سینوں پر آتشیں مہریں لگایا کرتے تھے۔

رحمت عالم ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور خوف انگیز لہجے میں پوچھا : تم کو معلوم ہے؟ میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟

یہ لوگ اگرچہ ظالم تھے، شقی تھے، بے رحم تھے۔ لیکن مزاج شناس تھے۔ پکار اٹھے کہ : "أخ کریم وابن أخ کریم" تو شریف بھائی ہے اور شریف برادرزادہ ہے۔

ارشاد ہوا : "لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء" تم پر کچھ الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

(۵۱۹/۱)

فاتح اور پیغمبر کا امتیاز :

عین اس وقت جب کہ معرکہ کارزار گرم ہے۔ تیروں کا مینہ برس رہا ہے۔ تمام میدان لالہ زار بن گیا ہے۔ ہاتھ اور پاؤں اس طرح کٹ کٹ کر گر رہے ہیں، جس طرح موسم خزاں میں پتے جھڑتے ہیں۔ دشمن کی فوجیں سیلاب کی طرح بڑھی آرہی ہیں۔ عین اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالت میں آنحضرت ﷺ کا دست دعا آسمان کی طرف بلند ہے۔
جنگ آور باہم نبرد آزما ہیں اور سر مبارک سجدۂ نیاز میں ہے۔
معرکہ بدر میں حضرت علیؓ عین شدت جنگ میں تین بار خبر لینے آئے اور ہر دفعہ دیکھا کہ وہ مقدس پیشانی خاک پر ہے۔
حنین میں دشمن نے دفعتہً اس زور سے حملہ کیا کہ تمام فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔ بارہ ہزار آدمیوں میں سے ایک بھی پہلو میں نہیں۔ سامنے سے دس ہزار قدر انداز تیر برساتے آرہے ہیں، لیکن مرکز حق اپنی جگہ پر قائم ہے اور ایک پر جلال آواز آرہی ہے۔
أنا النبی لا کذب میں پیغمبر ہوں اور جھوٹا پیغمبر نہیں ہوں۔
عین اس وقت جب کہ صفیں باہم معرکہ آرا ہیں۔ ہر طرف تلواریں برس رہی ہیں۔ ہاتھ پاؤں کٹ کر زمین پر بچھے جاتے ہیں۔ موت کی تصویریں ہر طرف نظر آرہی ہیں۔ اتفاق سے نماز کا وقت آجاتا ہے۔ دفعتہً نماز کی صفیں قائم ہوجاتیں ہیں۔ سپہ سالار امام نماز ہے۔ فوجیں صفوف نماز ہیں۔ رجز کے بجائے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہیں۔ جوش خروش، تہور و جانبازی، غیظ وغضب، اب عجز و نیاز، تضرع وزاری اور خشوع وخضوع بن جاتا ہے۔ صفیں دو رکعتیں ادا کر کے دشمن کے مقابلے پر چلی جاتی ہیں۔ ان کے بجائے لڑنے والے نماز میں شامل ہوجاتے ہیں۔ یہ دو رکعتیں ادا کر کے پھر اپنی خدمت پر واپس چلے جاتے ہیں اور مشغولین جنگ آکر بقیہ نمازیں پوری کر لیتے ہیں۔ لیکن یہ تبدیلیاں فوجوں میں ہوتی ہیں۔ امام (رسول ﷺ) اول سے آخر تک عبادت الٰہی میں مصروف ہے۔ (۶۲۲-۶۲۱/۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجۃ الوداع :

آپ نے نظر اٹھا کر اس عظیم الشان مجمع کی طرف دیکھا تو فرائض نبوت کے تیئس سالہ نتائج نگاہوں کے سامنے تھے۔ زمین سے آسمان تک قبول واعتراف حق کا نور ضوفشاں تھا۔ دیوان قضا میں انبیاے سابقین کے فرائض تبلیغ کے کارناموں پر ختم رسالت مہر کی ثبت ہو رہی تھی اور دنیا اپنی تخلیق کے لاکھوں برس کے بعد دین فطرت کی تکمیل کا مژدہ کائنات کے ذرہ ذرہ کی زبان سے سن رہی تھی عین اسی عالم میں زبان حق محمد رسول اللہ ﷺ کے کام ودہن میں زمزمہ پرداز ہوئی۔

اب ایک نئی شریعت، ایک نئے نظام اور ایک نئے عالم کا آغاز تھا اس بنا پر ارشاد فرمایا :

إن الزمان قد استدار كهيئته يوم خلق السموات والارض ''ابتدا میں جب خدا نے آسمان وزمین کو پیدا کیا تھا زمانہ پھر پھرا کے آج پھر اسی نقطے پر آ گیا'' (۱۶۲/۲)

مذکورہ بالا اقتباسات میں جن مضامین یا واقعات کا بیان کیا گیا ہے، وہ بذات خود نئے یا انوکھے نہیں ہیں، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ سیرت کی متداول کتابوں کا مشترک سرمایہ ہیں۔ لیکن مولانا کے ساحرانہ قلم نے ان میں جدت وطرفگی کا سماں پیدا کر دیا ہے۔

سیرۃ النبی کے ان اقتباسات کے تعلق سے ایک بات اور بھی قابل ذکر ہے، وہ یہ کہ مولانا شبلی نے اپنی تحریروں میں ''محاکات'' پر بہت زور دیا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ ''کسی چیز یا کسی حالت کا اس طرح ادا کرنا کہ اس شئی کی تصویر آنکھوں میں پھر جائے ایک بڑا کارنامہ اور زبان وبیان پر قدرت کی علامت ہے''۔ اس لیے وہ اپنی نگارشات میں محاکات یا تصویر کشی پر خاص توجہ دیتے تھے۔ متذکرہ اقتباسات کا حسن بھی محاکات کی اسی شعوری کوشش کا نتیجہ ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن ظاہر ہے کہ سیرت النبی جیسی کتاب، جس میں قدم قدم پر روایات و واقعات کے حوالے ہیں، عالمانہ مباحث ہیں، محدثانہ موشگافیاں ہیں، محض محاکات کے سہارے نہیں لکھی جا سکتی تھی۔ اس لیے اپنی نثر کو مؤثر اور طاقت ور بنانے کے لیے مولانا نے بعض دوسرے ذرائع و وسائل کا بھی سہارا لیا ہے، جنھیں ہم ان کی نثر کی بنیادی خصوصیات سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔

ان میں سرفہرست ایجاز و اختصار کا وصف ہے۔ مولانا اصلاً ایک پھول کے مضمون کو سو رنگ سے باندھنے کے قائل نہ تھے اس لیے ان کے یہاں حشو و زوائد کا گذر نہ ہونے کے برابر ہے۔ ان کی نثر بہت گتھی ہوئی اور معنوی لحاظ سے مرتکز ہوتی ہے۔ ان کے یہاں مقدرات بکثرت ہوتے ہیں، لیکن دلالتیں نہایت واضح ہوتی ہیں۔ حتیٰ کہ جن مقامات پر بظاہر اطناب کا گمان گذرتا ہے، بغور دیکھا جائے تو وہاں بھی ایجاز ہی کارفرما نظر آئے گا۔ مثلاً ''ظہور قدسی'' کا یہ ایک جملہ ملاحظہ ہو:

> کارکنان قضاء و قدر کی بزم آرائیاں، عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں، ابر و باد کی تردستیاں، عالم قدس کے انفاس پاک، توحید ابراہیمؑ، جمال یوسفؑ، معجز طرازی موسیٰؑ، جاں نوازی مسیحؑ سب اسی لیے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں ارز شاہنشاہ کونین ﷺ کے دربار میں کام آئیں گے۔ (۱/۱۷۰)

یہ بیان تفصیلات پر نہیں، بلکہ تلمیحات و اشارات پر مبنی ہے۔ یہی مضمون اگر کسی اطناب پسند ادیب مثلاً مولانا ابوالکلام کو ادا کرنا ہوتا، تو اس کے لیے کئی صفحات کی وسعت درکار ہوتی۔

مولانا اپنی نثر میں ایجاز و ارتکاز کے ساتھ ساتھ اثر و تاثیر کی کیفیت پیدا کرنے کے لیے تشبیہات کا کم اور استعارات و مجازات کا بکثرت استعمال کرتے ہیں۔ سیرت النبی سے ہی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

> اس نے یہ حکم دیا کہ جو دوشیزہ لڑکی بیاہی جائے۔ پہلے اس کے شبستانِ عیش میں آئے۔ (۱/۲۵۹)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب مصعبؓ نے قرآن کی چند آیتیں پڑھیں تو پتھر موم تھا۔ (۲۶۴/۱)

حضرت علیؓ کو معلوم ہو چکا تھا کہ قریش آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں اور آج رسول اللہ ﷺ کا بستر خواب، قتل گاہ کی زمین ہے، لیکن فاتح خیبر کے لیے فرش گل تھا۔ (۲۷۰/۱)

جب اسلام نے قبلہ بھی بدل دیا تو ان کی ناراضی و برہمی کا پیمانہ بالکل لبریز ہو گیا۔ (۳۰۱/۱)

مکہ اگر قابو میں آ جاتا تو حرم کی وسعت اثر کی وجہ سے تمام عرب کی گردنیں خم ہو جاتیں۔ (۳۰۵/۱)

لب مبارک فتح کی پیشین گوئی سے آشنا ہوئے۔ (۳۲۲/۱)

دَل دَل کا ہجوم کر کے بڑھتا تھا، لیکن ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل پھٹ پھٹ کر رہ جاتا تھا۔ (۳۷۹/۱)

اب آپ نے دست مبارک سے پھاوڑا مارا تو چٹان ایک تودۂ خاک تھی۔ (۴۲۲/۱)

گو اس کے دل میں نور اسلام آ چکا تھا، لیکن تاج وتخت کی تاریکی میں وہ روشنی بجھ کر رہ گئی۔ (۴۶۷/۱)

اب وقت آ گیا کہ آفتاب حجاب ہائے حائل کو چاک کر کے باہر نکل آئے۔ (۵۰۹/۱)

سب سے اخیر کو کہ نبوی رونما ہوا، جس کے پرتو سے سطح خاک پر نور کا فرش بچھتا جاتا تھا۔ (۵۱۵/۱)

فتح کے بجائے دہلۂ اول میں مطلع صاف تھا۔ (۵۳۴/۱)

تیروں کا مینہ برس رہا تھا، بارہ ہزار فوجیں ہوا ہو گئی تھیں، لیکن ایک پیکر مقدس پا برجا تھا، جو تنہا ایک فوج، ایک ملک، ایک اقلیم، ایک عالم بلکہ مجموعہ کائنات تھا۔ ﷺ (۵۳۹/۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقعات کے بیان میں مولانا کا خاص طرز یہ ہے کہ غیر ضروری جزئیات حذف کر دیتے ہیں، لیکن اس خوبی کے ساتھ کہ مقدرات ومحذوفات کی جانب اشارات برقرار رہیں۔ مثلاً سیرت کی کتابوں میں یہ واقعہ نہایت تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو انصار کے جوش وخروش کی کیا کیفیت تھی؟ ہر قبیلہ کس طرح خواہش مند تھا کہ آپ ﷺ اسے میزبانی کا شرف بخشیں؟ آپ کی سواری کی اونٹنی کس طرح آزاد چھوڑ دی گئی کہ جس طرف چاہے جائے اور جہاں چاہے ٹھہر جائے؟ بالآخر کس طرح ایک جگہ بیٹھی، پھر اٹھی اور پھر بیٹھ گئی؟ پالان ناقہ کس طرح حضرت ابوایوبؓ انصاری کے گھر پہونچا اور آپ ﷺ نے ان کے مکان کو کس طرح اپنے قیام کے لئے منتخب فرمایا؟ مولانا نے اس واقعے کو چند جملوں میں سمیٹ دیا ہے لیکن اس خوبی کے ساتھ کہ انصار کی محبت اور کشمکش کی تصویر نگاہوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ لکھتے ہیں :

> جہاں اب مسجد نبوی ہے، اس سے متصل حضرت ابوایوبؓ انصاری کا گھر تھا۔ کوکبۂ نبوی یہاں پہنچا۔ سخت کشمکش تھی کہ آپ کی میزبانی کا شرف کس کو حاصل ہو؟ قرعہ ڈالا گیا۔ آخر یہ دولت حضرت ابوایوبؓ انصاری کے حصے میں آئی۔ (۱/۲۷۹)

احادیث میں یہ واقعہ بھی تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار قریش کے نمائندے نے جب اصرار کیا کہ معاہدہ نامہ میں ''محمد رسول اللہ'' کے بجائے صرف ''محمد'' پر اکتفا کی جائے اور ''رسول اللہ'' کا لفظ مٹا دیا جائے تو آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ وہ اس لفظ کو مٹا دیں۔ لیکن حضرت علیؓ اپنے ہاتھ سے اس کلمے کے مٹانے پر آمادہ نہیں ہوئے۔ یہاں شارحین حدیث کے درمیان بحث اٹھ کھڑی ہوئی کہ حضرت علیؓ نے ارشاد نبویؐ پر عمل کیوں نہیں کیا؟ مولانا شبلی نے اس عقیدۂ لاینحل کو صرف دو جملوں میں نہایت بلاغت کے ساتھ حل کر دیا ہے۔ لکھتے ہیں :

> حضرت علیؓ سے زیادہ کون فرماں گذار ہوسکتا تھا؟ لیکن عالم محبت میں ایسے مقام بھی آتے ہیں، جہاں فرماں بری سے انکار کرنا پڑتا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ (۴۵۵/۱)

مولانا شبلی کی نثر کا ایک دوسرا وصف خاص یہ بھی ہے کہ وہ استدلال اور منطقیت کے سانچے میں ڈھلی ہوتی ہے، چنانچہ وہ جب کسی واقعے یا مضمون کو بیان کرتے ہیں تو دل ودماغ اسے فوراً قبول کرلیتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جو کچھ اور جس طرح پیش آیا، یہی اقتضائے فطرت بھی تھا، یہ کیفیت اگرچہ ان کی ہر عبارت میں موجود ہوتی ہے، لیکن یہاں بہ طور خاص چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

آفتاب کی روشنی دور پہنچ کر تیز ہوتی ہے۔ شمیم گل باغ سے نکل کر عطر فشاں بنتی ہے۔ آفتاب اسلام، طلوع مکہ میں ہوا۔ لیکن کرنیں مدینے کے افق پر چمکیں۔ (۲۵۸/۱)

اگرچہ بارگاہ الٰہی سے فتح ونصرت کا وعدہ ہو چکا تھا۔ عناصر عالم آمادۂ مدد تھے۔ ملائکہ کی فوجیں ہم رکاب تھیں۔ تاہم عالم اسباب کے لحاظ سے آپ نے اصول جنگ کے مطابق فوجیں مرتب کیں۔ (۳۲۰/۱)

ابوسفیان کے تمام پچھلے کارنامے اب سب کے سامنے تھے اور ایک ایک چیز اس کے قتل کی دعویدار تھی۔ اسلام کی عداوت، مدینے پر بار بار حملہ، قبائل عرب کا اشتعال، آنحضرت ﷺ کے خفیہ قتل کرانے کی سازش، ان میں سے ہر چیز اس کے خون کی قیمت ہوسکتی تھی، لیکن ان سب سے بالاتر ایک چیز تھی، اس نے ابوسفیان کے کان میں آہستہ سے کہا کہ "خوف کا مقام نہیں"۔ (۵۱۳/۱)

یہ آسان تھا کہ مسلمانوں کے خس وخاشاک سے سرزمین عرب دفعتاً پاک کردی جاتی۔ لیکن قریش کا نشۂ انتقام اس سے اتر نہیں سکتا تھا۔ مسلمان اگر اپنے مذہب پر ثابت قدم رہ کر پیوند خاک کردیے جاتے تو اس میں قریش کی جس قدر تعریف نکلتی، اس سے زیادہ ان بیکسوں کا صبر واستقلال داد طلب ہوتا، قریش کی شان اس وقت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائم رہ سکتی تھی جب یہ لوگ جادۂ اسلام سے پھر کر، پھر قریش کے مذہب میں آجاتے یا شاید ان کو مسلمانوں کی سخت جانی کا امتحان لینا اور اس کی داد دینا منظور تھا۔ (۱/۲۲۷)

مصنف شعر العجم کو فارسی شعر و ادب کا جیسا بلند اور پاکیزہ ذوق عطا ہوا تھا، وہ محتاج شرح و بیان نہیں ہے۔ سیرۃ النبی کی تصنیف کے دوران مولانا نے اگرچہ ''شعر العجم،، سے ہاتھ اٹھا لیا تھا، لیکن شعر عجم کا ذوق ان کا رفیق و دمساز تھا۔ چنانچہ واقعات سیرت کے بیان میں کہیں کہیں انھوں نے فارسی کے ایسے برمحل اور منتخب اشعار پیش کیے ہیں، جن کا بدل ڈھونڈ نکالنا بہت دشوار ہے۔ مثلاً لکھتے ہیں :

ایک عجیب بات یہ ہے کہ جو لوگ سب سے زیادہ مظلوم تھے اور جن کو انگاروں کے بستر پر سونا پڑا تھا، یعنی حضرت بلالؓ، عمارؓ، یاسرؓ وغیرہ، ان کا نام مہاجرین حبش کی فہرست میں نظر نہیں آتا۔ اس لیے یا تو ان کی بے سروسامانی اس حد تک پہنچی تھی کہ سفر کرنا بھی ناممکن تھا۔ یا یہ کہ درد کے لذت آشنا تھے اور اس لطف کو چھوڑ نہ سکتے تھے ؎

دلم ز جور تو آسودہ است و می نالم
کہ غیر بے خبر و لذتِ خدنگ ترا (۱/۲۳۶)

ایک اور مثال ملاحظہ ہو :

جاں نثاران خاص برابر لڑتے جاتے تھے، لیکن نگاہیں سرور عالم ﷺ کو ڈھونڈتی تھیں۔ سب سے پہلے حضرت کعبؓ بن مالک کی نظر پڑی، چہرۂ مبارک پر مغفر تھا، لیکن آنکھیں نظر آتی تھیں۔ حضرت کعبؓ نے پہچان کر پکارا مسلمانو! رسول اللہ ﷺ یہ ہیں۔ یہ سن کر ہر طرف سے جاں نثار ٹوٹ پڑے، کفار نے اب ہر طرف سے ہٹ کر اسی رخ پر زور دیا۔ ذل کا ذل ہجوم کر کے بڑھتا تھا، لیکن ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل پھٹ پھٹ کر رہ جاتا تھا۔ ایک دفعہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہجوم ہوا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا : کون مجھ پر جان دیتا ہے؟ زیادؓ بن سکن پانچ انصاری لے کر اس خدمت کے ادا کرنے کے لیے بڑھے اور ایک ایک نے جاں بازی سے لڑ کر جانیں فدا کر دیں۔ حضرت زیادؓ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ ان کا لاشہ قریب لاؤ۔ لوگ اٹھا کر لائے۔ کچھ کچھ جان باقی تھی۔ قدموں پر منہ رکھ دیا اور اسی حالت میں جان دی ؎

بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے

کہ بہ وقت جاں سپردن، بسرش رسیدہ باشی (۳۷۹/۱)

طنزیہ پیرایۂ بیان کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ اس سے بیان کی قوت وتاثیر میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ سیرۃ النبی میں کہیں کہیں اس کے نمونے بھی مل جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر مندرجہ ذیل اقتباس کا خط کشیدہ فقرہ ملاحظہ ہو :

رسول اللہ ﷺ نے طائف سے پھر کر چند روز نخلہ میں قیام کیا۔ پھر حرا میں تشریف لائے اور مطعم بن عدی کے پاس پیغام بھیجا کہ مجھ کو اپنی حمایت میں لے سکتے ہیں؟.... مطعم نے یہ درخواست منظور کی، بیٹوں کو بلا کر کہا کہ ''ہتھیار لگا کر حرم میں جاؤ''... مطعم اور اسکے بیٹے آپ کو تلواروں کے سایہ میں لائے۔

مطعم نے کفر کی حالت میں غزوۂ بدر سے پہلے وفات کی، حضرت حسان جو دربار رسالت کے شاعر تھے انھوں نے مرثیہ لکھا۔ زرقانی نے یہ مرثیہ بدر میں نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ مطعم کا یہ کام بے شبہہ مدح کا مستحق تھا۔ لیکن آج کل کے مسلمان حضرت حسانؓ اور زرقانی سے زیادہ شیفتہ اسلام ہیں۔ اس لیے معلوم نہیں کہ حضرت حسانؓ کا یہ فعل آج بھی پسند کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(۲۵۲-۲۵۱/۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طنز کی یہی کارفرمائی درج ذیل عبارت کے آخری فقرے میں بھی ہے۔ ہجرت کی شب جب کہ کفار مکہ کے مختلف قبائل نے آستانہ نبوی ﷺ کا محاصرہ کر لیا تھا، اس کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

> اہل عرب زنانہ مکان کے اندر گھسنا معیوب سمجھتے تھے اس لیے باہر ٹھہرے رہے کہ آنحضرت ﷺ نکلیں تو یہ فرض ادا کیا جائے ۔ (۲۶۹/۱)

یہ گفتگو سیرۃ النبی کے حوالے سے مولانا شبلی کے موثر اور طاقتور اسلوب بیان نیز ان کی طرز نگارش کے مختلف پہلوؤں کی توضیح و تفصیل سے متعلق تھی۔ آئندہ صفحات میں ہم اس کتاب کی بعض دوسری خصوصیات سے بحث کریں گے۔

مؤرخانہ شعور و آگہی :

مولانا شبلی چونکہ نہایت پختہ اور رچا ہوا تاریخی شعور رکھتے تھے اور تاریخ نگاری کے جدید اصول و آداب سے بھی پوری طرح واقف تھے۔ اس لیے انھوں نے تصنیف سیرت کے دوران اس ذوق سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور سیرۃ النبی کو سیرت کی قدیم کتابوں کے انداز میں لکھنے کے بجائے تاریخ نگاری کے نئے اصولوں کے مطابق تصنیف کیا، آج کل کی مروجہ اصطلاح کے مطابق یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس تصنیف میں انھوں نے عصری حسیت کا بھرپور لحاظ رکھا ہے۔

اس ضمن میں سب سے اہم اور قابل ذکر چیز واقعات سیرت کے بیان میں مورخانہ اسباب و علل کی تلاش ہے، مولانا نے اس طرف خاص توجہ دی ہے اور سیرت النبی میں جا بجا مستقل عنوانات قائم کر کے بعض اہم واقعات اور ان کے اسباب سے متعلق بہت عمدہ بحثیں کی ہیں، جن کی مثالیں عام کتب سیرت میں نہیں ملتیں۔ آئندہ صفحات میں ہم سیرت النبی سے ایسے مختلف اقتباسات پیش کریں گے، جن سے ہمارے اس دعوے کی توضیح ہوتی ہے۔

قریش کی مخالفت اور اس کے اسباب :

> ناتربیت یافتہ اور تند قوموں کا خاصہ ہے کہ کوئی تحریک جو ان کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آبائی رسم وعقائد کے خلاف ہو، ان کو سخت برہم کر دیتی ہے۔ اس کے ساتھ ان کی مخالفت، محض زبانی مخالفت نہیں ہوتی اور ان کی تشنگی انتقام کو خون کے سوا کوئی چیز بجھا نہیں سکتی.....

عرب ایک مدت سے بت پرستی میں مبتلا تھا، خلیل بت شکن کی یادگار (کعبہ) تین سو ساٹھ معبودوں سے مزین تھی، جن میں ہبل خدائے اعظم تھا۔ یہی بت ہر قسم کے خیر وشر کے مالک تھے۔ پانی برساتے تھے، اولادیں دیتے تھے۔ معرکہ ہائے جنگ میں فتحیں دلاتے تھے۔ خدا یا تو سرے سے نہ تھا، یا تھا تو وجود معطل تھا۔

اسلام کا اصل فرض اس طلسم کو دفعتاً برباد کر دینا تھا، لیکن اس کے ساتھ قریش کی عظمت واقتدار اور عالمگیر اثر کا بھی خاتمہ تھا۔ اس لیے قریش نے شدت سے مخالفت کی اور ان میں جن لوگوں کو جس قدر زیادہ نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا، اسی قدر مخالفت میں زیادہ سرگرم تھے.....

ایک بڑا سبب قبائل کی خاندانی رقابت تھی۔ قریش میں دو قبیلے نہایت ممتاز اور حریف یکدگر تھے۔ بنو ہاشم و بنو امیہ، عبدالمطلب نے اپنے زور اور اثر سے بنو ہاشم کا پلہ بھاری کر دیا تھا۔ لیکن ان کے بعد اس خاندان میں کوئی صاحب اثر نہیں پیدا ہوا۔ ابو طالب دولت مند نہ تھے۔ عباس دولت مند تھے لیکن فیاض نہ تھے۔ ابولہب بد چلن تھا۔ اس پر بنو امیہ کا اقتدار بڑھتا جاتا تھا۔ آنحضرت ﷺ کی نبوت کو خاندان بنو امیہ اپنے رقیب (ہاشم) کی فتح خیال کرتا تھا۔ اس لیے سب سے زیادہ اسی قبیلے نے آنحضرت ﷺ کی مخالفت کی۔ بدر کے سوا باقی تمام لڑائیاں ابوسفیان ہی نے برپا کیں اور وہی ان لڑائیوں میں رئیس لشکر رہا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

...ابو جہل کی تقریر سے اس بیان کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ایک دفعہ اخنس بن شریق ابو جہل کے پاس گیا اور کہا کہ محمد (ﷺ) کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟ ابو جہل نے کہا کہ ہم اور بنو عبد مناف (یعنی آل ہاشم)، ہمیشہ حریف مقابل رہے۔ انھوں نے مہمان داریاں کیں تو ہم نے بھی کیں۔انھوں نے خون بہا دیے تو ہم نے بھی دیے۔انھوں نے فیاضیاں کیں تو ہم نے ان سے بڑھ کر کیں۔ یہاں تک کہ جب ہم نے ان کے کاندھے سے کاندھا ملا دیا تو اب بنو ہاشم پیغمبری کے دعوے دار ہیں۔خدا کی قسم ہم اس پیغمبری پر کبھی ایمان نہیں لا سکتے۔

ایک بڑا سبب یہ تھا کہ قریش میں سخت بد اخلاقیاں پھیلی ہوئی تھیں، بڑے بڑے ارباب اقتدار نہایت ذلیل بد اخلاقیوں کے مرتکب تھے۔ابولہب جو خاندان ہاشم میں سب سے زیادہ ممتاز تھا، اس نے حرم محترم کے خزانے سے غزال زریں چرا کر بیچ ڈالا تھا۔اخنس بن شریق جو بنو زہرہ کا حلیف اور رؤسائے عرب میں شمار کیا جاتا تھا، نمام اور کذاب تھا۔نضر بن حارث کو جھوٹ بولنے کی سخت عادت تھی۔اسی طرح اکثر ارباب جاہ مختلف قسم کے اعمال شنیعہ میں گرفتار تھے۔ آنحضرت ﷺ ایک طرف بت پرستی کی برائیاں بیان فرماتے تھے۔دوسری طرف ان بد اخلاقیوں پر سخت دارو گیر کرتے تھے جن سے ان کی عظمت واقتدار کی شاہنشاہی متزلزل ہوتی جاتی تھی۔

لیکن مخالفت کی جو سب سے بڑی وجہ تھی اور جس کا اثر تمام قریش بلکہ تمام عرب پر یکساں تھا، یہ تھا کہ جو معبود سیکڑوں برس سے عرب کے حاجت روائے عام تھے اور جن کے آگے وہ ہر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روز پیشانی رگڑتے تھے، اسلام ان کا نام ونشان مٹاتا تھا اور ان کی شان میں کہتا تھا:

﴿انکم و ما تعبدون من دون الله حصب جهنم﴾

بلاشبہ تم اور جن چیزوں کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو سب دوزخ کے ایندھن ہوں گے"۔ (۲۲۱-۲۱۳/۱)

قریش کے تحمل کے اسباب :

ان اسباب کے ساتھ جن میں سے ہر ایک قریش کو سخت مشتعل کر دینے کے لیے کافی تھا، توقع یہ تھی کہ اعلانِ دعوت کے ساتھ سخت خونریزیاں شروع ہو جاتیں، لیکن قریش نے تحمل سے کام لیا اور اس کے ناگزیر اسباب تھے، قریش خانہ جنگیوں میں تباہ ہو چکے تھے اور حرب فجار کے بعد اس قدر عاجز آ گئے تھے کہ لڑائی کے نام سے ڈرتے تھے۔ قبیلہ پرستی کی وجہ سے لڑائی صرف اتنی سی بات پر شروع ہو جاتی تھی کہ کسی قبیلہ کا کوئی آدمی قتل کر دیا جائے، مقتول کا قبیلہ بغیر کسی تحقیق کے انتقام کے لیے کھڑا ہو جاتا تھا اور جب تک بدلہ نہ لیا جائے، یہ آگ بجھ نہیں سکتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے قتل پر آمادہ ہونا قریش کے لیے نہایت آسان تھا، لیکن وہ جانتے تھے کہ بنو ہاشم خون کا انتقام نہ چھوڑیں گے اور پھر سلسلہ بہ سلسلہ تمام مکہ جنگ میں مبتلا ہو جائے گا۔ بہت سے لوگ اسلام لا چکے تھے اور قریباً کوئی قبیلہ ایسا باقی نہ تھا، جس میں دو ایک شخص اسلام نہ لا چکے ہوں، اس لیے اسلام اگر جرم تھا تو صرف ایک شخص اس کا مجرم نہ تھا، بلکہ سیکڑوں تھے اور سب کا استیصال کرنا ممکن نہ تھا۔

رؤسائے قریش میں متعدد ایسے تھے جو شریف النفس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے، اور بدنفسی کی وجہ سے نہیں، بلکہ اپنے خیال میں نیک نیتی کی بنا پر مخالفت کرتے تھے، اس بنا پر وہ چاہتے تھے کہ معاملہ صلح وآشتی سے طے ہو جائے۔ (۲۱۹/۱-۲۲۰)

غزوۂ بدر:

مغربی مؤرخین کو جن کے نزدیک عالم اسباب میں جو کچھ ہے، صرف اسباب ظاہری کے نتائج ہیں، حیرت ہے کہ تین سو پیدل آدمیوں نے ایک ہزار پر جن میں سو سواروں کا رسالہ تھا، کیونکر فتح پائی؟ لیکن تائید آسمانی نے بارہا ایسے حیرت انگیز مناظر دکھائے ہیں۔ تاہم اس واقعہ میں ظاہر بینوں کے اطمینان کے سامان بھی موجود ہیں۔ اول تو قریش میں باہم اتفاق نہ تھا۔ عتبہ سردار لشکر لڑنے پر راضی نہ تھا۔ قبیلۂ زہرہ کے لوگ بدر تک آ کر واپس چلے گئے۔ پانی برسنے سے موقع جنگ کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ قریش جہاں صف آرا تھے، وہاں کیچڑ اور دلدل کی وجہ سے چلنا پھرنا مشکل تھا۔ قریش مرعوب ہو کر اسلامی فوج کا تخمینہ غلط کر رہے تھے یعنی اپنے تعداد سے دوگنا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

﴿یرونهم مثلیهم رأی العین﴾ وہ اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کو اپنے آپ سے دوگنا دیکھ رہے تھے۔

کفار کی فوج میں کوئی ترتیب اور صف بندی نہ تھی۔ بخلاف اس کے آنحضرت ﷺ نے خود دست مبارک میں تیر لے کر نہایت ترتیب سے صفیں درست کی تھیں۔ مسلمان رات کو اطمینان سے سوئے تھے۔ صبح اٹھے تو تازہ دم تھے۔ بخلاف اس کے کفار بے اطمینانی کی وجہ سے رات کو سو نہ سکے تھے۔ تاہم یہ اسباب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ان کا اجتماع اور تہیہ بھی تائید الٰہی ہے۔(۱/۳۲۷۔۳۲۸)

غزوات پر دوبارہ نظر:

غیر مذہب والوں نے غزوات کے مقاصد اور اسباب کے سمجھنے میں سخت غلطیاں کی ہیں۔نہ صرف بد نیتوں نے بلکہ نیک دلوں نے بھی۔لیکن یہ تعجب کی بات نہیں۔اسباب ایسے جمع ہیں کہ اس قسم کی غلطیوں پر نہ صرف دوستوں بلکہ دشمنوں کو بھی معذور رکھ سکتے ہیں۔

اس باب میں سب سے مقدم اور سب سے اہم اس حقیقت کو معلوم کرنا ہے کہ عرب کی قومیت کو ''جنگ وغارتگری،، سے کیا تعلق ہے؟ ہر قوم کے اخلاق وعادات، رسوم ومعاملات، محاسن واوصاف، معائب ومثالب، غرض اس کی کل قومی زندگی کا ایک خاص اساس الامر ہوتا ہے کہ سب چیزیں اسی سے بنتی اور اسی سے نشو ونما پاتی ہیں۔عرب میں یہ چیز جنگ وغارتگری تھی۔اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ عرب ایک ویران ملک تھا۔کسی قسم کی پیداوار وہاں نہیں ہوتی تھی۔لوگ ان پڑھ اور جاہل تھے۔خورش اور پوشش کا قدرتی سامان صرف بھیڑ بکریاں اور اونٹ تھے کہ ان کا دودھ اور گوشت کھاتے اور بالوں کو بن کر کمل بناتے تھے۔لیکن یہ جائداد بھی ہر شخص کو نصیب نہ تھی، یا تھی تو بقدر ضرورت نہ تھی اس لیے حملہ اور غارتگری شروع ہوئی اور معاش کا سب سے بڑا بلکہ تنہا ذریعہ غارتگری قرار پایا''.....

ضرورت معاش کی وجہ سے تمام عرب میں غارتگری اور جنگ عام ہوگئی تھی۔تمام قبائل ایک دوسرے پر ڈاکہ ڈالتے اور لوٹ مار کرتے رہتے تھے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لڑائی کا اصلی ابتدائی سبب یہ تھا، لیکن جب یہ سلسلہ چھڑا تو اور اسباب بھی پیدا ہو گئے اور یہ اسباب اہمیت اور وسعت کے لحاظ سے، اصلی سبب سے کم نہ تھے۔ ان میں سب سے مقدم اور شدید الاثر ثار کا قانون تھا، یعنی جب کسی قبیلے کا کوئی شخص کسی موقعہ پر قتل ہو جاتا تھا تو مقتول کے قبیلے کو اس کا انتقام لینا فرض ہو جاتا تھا۔ گو سیکڑوں برس گزر جاتے تھے اور قاتل بلکہ اس کے خاندان کا نام ونشان مٹ جاتا تھا، تاہم جب تک قاتل کے قبیلے کے ایک آدمی کو قتل نہیں کر لیتا تھا، قومی فرض سے ادا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کو ثار کہتے ہیں۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ایک معمولی قتل پر سیکڑوں بلکہ ہزاروں برس تک مسلسل لڑائیاں قائم ہو جاتی تھیں۔ اسی طریقے کے ابطال کا آنحضرت ﷺ نے حجۃ الوداع میں اعلان کیا تھا اور اپنے قبیلے کے قاتلوں کا خون معاف کر دیا تھا۔ لیکن صحرا نشین عربوں میں آج تک یہ طریقہ قائم اور ان کے قومی خصائص کا جزو اعظم ہے"۔

(۱/۵۷۳۔۵۷۶)

سلیقۂ تحریر وتصنیف :

مولانا شبلی کو قدرت نے تحریر وتصنیف کا ایک خاص سلیقہ ودیعت فرمایا تھا اور وہ اس خاص وصف میں اپنے تمام معاصرین کے درمیان ممتاز تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تمام تصانیف میں عموماً اور سیرۃ النبی میں خصوصاً بے ربطی، انتشار اور بے ترتیبی کا شائبہ بھی نہیں گزرتا۔ وہ کسی بھی موضوع پر قلم اٹھانے سے پہلے متعلقہ مواد کی اچھی طرح چھان بین کرتے ہیں، پھر قابل ذکر جزئیات علاحدہ کر لیتے ہیں۔ پھر جو کہنا چاہتے ہیں اسے اپنے ذہن میں مرتب کر کے صفحۂ قرطاس پر اتار دیتے ہیں۔ ان معروضات کو ذہن میں رکھ کر سیرۃ النبی کا موازنہ اردو کی کسی بھی دوسری کتاب سیرت سے کیا جائے تو مولانا کے سلیقۂ تحریر وتصنیف کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہوا نظر آئے گا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس جگہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ جزئیات کی فراہمی کے ساتھ ان کی فن کارانہ ترتیب وتنظیم پر قدرت بہت مشکل سے حاصل ہوتی ہے اور اس باب میں مصنفین عام طور پر اعتدال وتوازن کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھتے ہیں، چنانچہ مولانا حالی جیسے صاحب نظر ناقد اور صف اول کے ادیب ومصنف سے ''حیات جاوید'' میں یہی کوتاہی سرزد ہوئی کہ وہ بکھرے ہوئے مواد کو اس کتاب میں پوری طرح سمیٹ نہیں سکے۔

مولانا شبلی کا سلیقۂ تحریر یوں تو سیرۃ النبی کے ہر ہر صفحے سے ظاہر ہے لیکن اگر بعض مثالوں کا حوالہ ضروری ہی ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ اس کتاب کی جلد اول سے ,,مواخاۃ'' کے پورے باب بالخصوص مہاجرین کے تاجرانہ مشاغل کی تفصیلات کا مطالعہ کیا جائے۔ اس سے جزئیات کی فراہمی کے سلسلے میں مولانا کی جگر کاوی وژرف بینی، ذہانت وذکاوت نیز فن تحریر و تصنیف میں ان کی مہارت ولیاقت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

سلسلۂ زیر بحث میں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ امام المغازی ابن اسحاق کی روایات سیرت کے بعض حصے، جنھیں ابن ہشام نے تلخیص سیرت ابن اسحاق میں حذف کر دیا تھا، مولانا شبلی نے دوسری کتابوں کی مدد سے کہیں کہیں انھیں ڈھونڈ نکالا ہے اور بعض مقامات پر ,,سیرۃ النبی'' میں انھیں درج بھی کر دیا ہے۔ ہم آئندہ سطور میں اس کی بعض مثالیں نقل کرتے ہیں:

غزوۂ خیبر کے واقعات کے ذیل میں مولانا لکھتے ہیں:

> چونکہ معلوم تھا کہ غطفان اہل خیبر کی مدد کو آئیں گے، آنحضرت ﷺ نے رجیع میں فوجیں اتاریں، جو غطفان اور خیبر کے بیچ میں ہے۔ اسباب باربرداری، خیمہ وخرگاہ اور مستورات یہاں چھوڑ دی گئیں۔ (۴۸۳/۱)

یہ تفصیل ابن اسحاق کی اصل روایت میں موجود تھی، لیکن ابن ہشام نے اپنی تلخیص میں اسے حذف کر دیا تھا۔ اتفاق کی بات کہ یاقوت حموی کی معجم البلدان میں یہ حذف شدہ ٹکڑا موجود تھا۔ مولانا کی اس محنت کی داد دینی چاہیے کہ انھوں نے جغرافیے کی اس کتاب سے اپنے کام کی بات ڈھونڈ نکالی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح قبیلۂ دوس کے وفد کی آمد سے متعلق ابن اسحاق کی روایت بھی ,,سیرت ابن ہشام'' میں مذکور نہیں ہے۔ اتفاق سے علامہ ابن القیم الجوزیہ نے ,,زادالمعاد'' میں پوری روایت درج کردی ہے۔ چنانچہ مولانا شبلی نے زادالمعاد کے حوالے سے اسے نقل کردیا ہے۔

(زادالمعاد ۳/۶۲۴۔۶۲۶، سیرۃ النبی ۲/۴۲)

نماز کی فرضیت اور شراب کی حرمت سے متعلق احکام کا نزول بتدریج کس طرح ہوا؟ مولانا شبلی نے ان امور سے متعلق بھی سیرۃ النبی میں بہت عمدہ گفتگو کی ہے اور بڑی خوبی سے جزئیات فراہم کی ہیں۔ (۲/۱۱۰، ۱۱۳، ۲/۴۲۔۱۴۶)

,,سیرۃ النبی'' کی انفرادیت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ مولانا شبلی نے شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب ,,حجۃ اللہ البالغہ'' کے انداز پر اسلامی تاریخ اور سیرت کے بعض واقعات کی حکمتیں اور مصلحتیں بھی بیان کی ہیں۔ سیرت کی قدیم کتابیں ان عنوانات اور مباحث سے خالی تھیں۔ مثال کے طور پر ,,مواخات'' کی حکمت و مصلحت سے متعلق مولانا کا بیان ملاحظہ ہو:

> مواخاۃ کا رشتہ بظاہر ایک عارضی ضرورت کے لیے قائم کیا گیا کہ بے خانمان مہاجرین کا چندروزہ انتظام ہو جائے، لیکن درحقیقت یہ عظیم الشان اغراض اسلامی کی تکمیل کا سامان تھا۔
>
> اسلام تہذیب اخلاق و تکمیل فضائل کی شاہنشاہی ہے۔ اس سلطنت الٰہی کے لیے وزرا، ارباب تدبیر، سپہ سالاران لشکر، ہر قابلیت کے لوگ درکار ہیں۔ شرف صحبت کی برکت سے مہاجرین میں ان قابلیتوں کا ایک گروہ تیار ہو چکا تھا اور ان میں یہ وصف پیدا ہو چکا تھا کہ ان کی درسگاہ تربیت سے اور ارباب استعداد بھی تربیت پا کر نکلیں اس بنا پر جن لوگوں میں رشتۂ اخوت قائم کیا گیا، ان میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا کہ استاد اور شاگرد میں وہ اتحاد مذاق موجود ہو، جو تربیت پذیری کے لیے ضرور ہے تفحص اور استقصا سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص جس کا بھائی بنایا گیا دونوں میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ اتحاد مذاق ملحوظ رکھا گیا، اور جب اس بات پر لحاظ کیا جائے کہ اتنی کم مدت میں سیکڑوں اشخاص کی طبیعت اور فطرت کا صحیح اور پورا اندازہ کرنا قریباً ناممکن ہے، تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ شان نبوت کی خصوصیات میں سے ہے۔ (۲۹۰/۲۸۹/۱)

مولانا نے اسی انداز پر ,,تحویل قبلہ'' کی حکمتوں اور مصلحتوں سے متعلق بھی بہت نفیس اور مبسوط بحث کی ہے، جو سیرۃ النبی کے چار صفحات کو محیط ہے۔ (۳۰۳_۲۹۹/۱)

مستشرقین کا رد و ابطال :

سیرۃ النبی کی تصنیف سے مولانا شبلی کا اصل مقصد یہ تھا کہ آنحضرت اقدس ﷺ کی سیرت و شخصیت سے متعلق مستشرقین یوروپ کی غلط بیانیوں کا رد و ابطال کیا جائے اور خاص طور پر ان مسلم نوجوانوں کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا جائے، جن کے ذہن میں ذات نبوی کے متعلق مؤرخین یوروپ کی زہر افشانیوں سے مسموم ہو چکے ہیں، چنانچہ مولانا مقدمۂ سیرت میں خود رقم طراز ہیں:

یوروپ کے مؤرخین آنحضرت ﷺ کی جو اخلاقی تصویر کھینچتے ہیں وہ نعوذ باللہ ہر قسم کے معائب کا مرقع ہوتی ہے، آجکل مسلمانوں کو جدید ضرورتوں نے عربی علوم سے بالکل محروم کر دیا ہے۔ اس لیے اس گروہ کو اگر کبھی پیغمبر اسلامؐ کے حالات اور سوانح کے دریافت کرنے کا شوق ہوتا ہے تو انھیں یوروپ کی تصنیفات کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح یہ زہر آلود معلومات آہستہ آہستہ اثر کرتی جاتی ہیں اور لوگوں کو خبر تک نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ ملک میں ایک ایسا گروہ پیدا ہو گیا ہے، جو پیغمبرؐ کو محض ایک مصلح سمجھتا ہے، جس نے اگر مجمع انسانی میں کوئی اصلاح کر دی تو اس کا فرض ادا ہو گیا، اس بات سے اس کے منصب نبوت میں کوئی فرق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں آتا کہ اس کے دامن اخلاق پر معصیت کے دھبے بھی ہیں۔
یہ واقعات تھے جنھوں نے مجھ کو بالآخر مجبور کیا، اور میں نے سیرت
نبویؐ پر ایک مبسوط کتاب لکھنے کا ارادہ کرلیا۔ (۱/۷)

اس کے بعد مولانا نے مقدمہ ہی میں ''یورپین تصنیفات'' کا عنوان قائم کر کے چودہ پندرہ صفحات پر مشتمل ایک مبسوط اور جامع بحث کی ہے، جس میں اسلام اور پیغمبر اسلام سے متعلق اہل مغرب کے عہد بہ عہد افکار و خیالات پر روشنی ڈالی ہے۔ نیز علوم عربیہ اور خاص طور پر سیرت کے موضوع پر مغربی مصنفین کی کتابوں کی مختصر تاریخ بیان کی ہے۔ پھر ان کتابوں کے انداز نگارش اور مشترکہ معائب کی نشاندہی کی ہے۔ اس ضمن میں مولانا نے مستشرقین کی ان کتابوں کی فہرست بھی پیش کی ہے، جن کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ان میں سے اکثر ہمارے دفتر تصنیف میں موجود ہیں، یا ہم ان سے متمتع ہو چکے ہیں، راقم عرض کرتا ہے یہ ۳۷ کتابیں ہیں۔ ان کا زمانہ تصنیف ۱۸۱۵ء سے ۱۹۰۹ء تک کے عرصے کو محیط ہے۔ ان کے مصنفین میں ۱۶ کی وطنی نسبت انگلستان سے ہے، ۷ کی جرمنی سے، ۷ ہی کی فرانس سے، ۲ کی ہولینڈ سے۔ ایک کا وطن اٹلی ہے اور ایک کی وطنی نسبت مذکور نہیں۔

ان تفصیلات کے ذکر سے اس طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ سیرۃ النبی کو دوسری کتب سیرت کے درمیان اس پہلو سے بھی امتیاز حاصل ہے کہ اس میں سیرت نبوی کے متعلق مستشرقین یوروپ کے اعتراضات و اشکالات کے جوابات دیے گئے اور نوجوان ذہنوں کی تسکین و تشفی کے سامان خاص طور پر بہم پہنچائے گئے ہیں۔ پھر چونکہ مصنف سیرۃ النبی نے مغربی مصنفین کے افکار و خیالات اور اعتراضات و اشکالات سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کی تھیں اور بالواسطہ یا بلاواسطہ ان کی کتابوں کا خاص طور پر مطالعہ کیا تھا، یہاں تک کہ اپنے منصوبے میں سیرۃ النبی کے پانچویں حصے کو انھوں نے یوروپین تصنیفات کے لیے خاص کرلیا تھا، اس لیے (موجودہ نامکمل صورت میں بھی) سیرۃ النبی کو مستشرقین کے رد و ابطال کے سلسلے میں سرسید احمد خاں کی خطبات احمدیہ اور دوسرے معاصر سیرت نگاروں کی کتابوں پر فوقیت و برتری حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی مصنفین سے مرعوب ذہنوں کو سیرۃ النبی نے جس قدر متاثر کیا، کوئی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسری کتاب نہ کرسکی۔اس سلسلے میں مولانا عبدالماجد دریابادی کا بیان ملاحظہ ہو جسکی حیثیت جگ بیتی نہیں بلکہ آپ بیتی کی ہے۔موصوف اپنے دورالحاد وتشکیک کی سرگذشت کے ضمن میں لکھتے ہیں

> مولانا شبلی کی سیرۃ النبی کی جلد اول پریس سے باہر آگئی۔کتاب شبلی کے قلم سے تھی۔موضوع کچھ بھی سہی، کیسے نہ اس کو شوق کے ہاتھوں سے کھولتا؟ اور اشتیاق کی آنکھوں سے پڑھتا؟ کھولی اور جب تک اول سے آخر تک پڑھ نہ لی دم نہ لیا۔دل کا اصلی چور تو یہیں تھا اور نفس شوم کو سب سے بڑی ٹھوکر جو لگی تھی، وہ اسی سیرت اقدس کے متعلق تو تھی، مستشرقین اور محققین فرنگ کے حملوں کا اصل ہدف تو ذات رسالت ہی تھی، خصوصاً بہ سلسلۂ غزوات ومحاربات۔ظالموں نے بھی طرح طرح سے دل میں بٹھا دیا تھا کہ ذات مبارک نعوذ باللہ بالکل ایک ظالم فاتح کی تھی۔شبلی نے (اللہ انکی تربت ٹھنڈی رکھے) اصل دوا اسی درد کی کی۔مرہم اسی زخم پر رکھا، اور جب کتاب بند کی تو چشم تصور کے سامنے رسول عربی ﷺ کی تصویر ایک بڑے مصلح ملک وقوم اور ایک رحمدل و فیاض حاکم تھی، جس کو اگر جدال وقتال سے کام لینا پڑا تھا، تو پھر بالکل آخر درجے میں، یہ مرتبہ آج ہر مسلمان کو رسول و نبی کے درجے سے فروتر نظر آئے گا اور شبلی کی کوئی قیمت نظر میں نہ آئے گی، لیکن اس کا حال ذرا اس کے دل سے پوچھیے، جس کے دل میں نعوذ باللہ پورا بغض وعناد اس ذات اقدس کی طرف سے جما ہوا تھا۔شبلی کی کتاب کا یہ احسان میں کبھی بھولنے والا نہیں۔
>
> (آپ بیتی، عبدالماجد دریابادی ص ۲۴۸)

مستشرقین کے ردوابطال کے سلسلے میں مولانا شبلی سے متعدد تحقیقی فروگذاشتیں ہوئی ہیں، لیکن ہم ان کا ذکر اس کتاب کے دوسرے ابواب میں کریں گے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عالمانہ طرز تخاطب:

سیرۃ النبی کی ایک خصوصیت جو اس کتاب کے ہر قاری کو متاثر کرتی ہے، وہ عالمانہ طرز تخاطب، ہے عالمانہ طرز تخاطب سے مراد یہ ہے کہ مولانا شبلی نے اس کتاب کو شروع سے آخر تک حوالوں سے مزین رکھا ہے۔ قرآن پاک کے علاوہ تفسیر، حدیث، اصول حدیث، اسماء الرجال تاریخ، سیرت اور مغازی کی اہم اور مشہور کتابوں کے حوالے اس کتاب میں جا بجا ملیں گے۔ خاص طور پر اس وقت مولانا کا زور استدلال اور بڑھ جاتا ہے، جب مغربی مصنفین کے کسی اعتراض کا جواب دینا مقصود ہو، یہاں مثال کے طور پر ذیل کا اقتباس ملاحظہ ہو۔ غزوۂ خیبر کے بیان میں لکھتے ہیں:

> مرحب بڑے طمطراق سے آیا، لیکن حضرت علیؓ نے اس زور سے تلوار ماری کہ سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر آئی، اور ضربت کی آواز فوج تک پہنچی۔ (طبری ص/۱۵۷۹) پہلوان کا مارا جانا عظیم الشان واقعہ تھا، اس لیے عجائب پسندی نے اس کے متعلق نہایت مبالغہ آمیز افواہیں پھیلا دیں۔ معالم التنزیل میں ہے کہ حضرت علیؓ نے جب تلوار ماری تو مرحب نے سپر پر روکا، لیکن ذوالفقار خود اور سر کو کاٹتی ہوئی دانتوں تک اتر آئی۔ مرحب کے مارے جانے پر یہود نے عام حملہ کیا تو اتفاق سے حضرت علیؓ کے ہاتھ سے سپر چھوٹ کر گر پڑی۔ آپ نے قلعہ کا در جو سرتاپا پارۂ سنگ تھا اکھاڑ کر اس سے سپر کا کام لیا۔ اس واقعے کے بعد ابو رافع نے سات آدمیوں کے ساتھ مل کر اس کو اٹھانا چاہا، تو جگہ سے بھی نہ ہل سکا۔ یہ روایتیں ابن اسحاق اور حاکم نے روایت کی ہیں، لیکن بازاری قصے ہیں۔ علامہ سخاوی نے مقاصد حسنہ میں تصریح کی ہے کہ کلها واهية سب لغو روایتیں ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں علی بن احمد فروخ کے حال میں اس روایت کو نقل کر کے لکھا ہے :

یہ روایت منکر ہے۔ ابن ہشام نے جن سلسلوں سے یہ روایتیں نقل کی ہیں، ان میں سے ایک روایت میں تو بیچ کے ایک راوی کا نام سرے سے چھوڑ دیا ہے اور دوسرے میں اس مشترک نقص کے ساتھ بریدہ بن سفیان بھی ایک راوی ہیں، جن کو امام بخاری اور ابوداؤد اور دارقطنی قابل اعتبار نہیں سمجھتے۔

(میزان الاعتدال ترجمہ بریدہ بن سفیان)

ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ اور واقدی کا بیان ہے کہ مرحب کو محمد بن مسلمہ نے مارا تھا۔ مسند ابن حنبل اور نووی شرح صحیح مسلم میں بھی ایک روایت ہے، لیکن صحیح مسلم (اور حاکم ج ۲ ص ۳۹) میں حضرت علیؓ ہی کو مرحب کا قاتل اور فاتح خیبر لکھا ہے اور یہی اصح الروایات ہے۔ (۴۸۸/۱۔۴۸۹)

سیرۃ النبی کا مذکورہ بالا اقتباس ہمارے مدعا کے اثبات کے لیے کافی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

مواد و مشتملات

اس کتاب کے پہلے باب میں اس پہلو پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے کہ مولانا شبلی کی سیرۃ النبی اُردو کتب سیرت کے درمیان ایک ممتاز مقام کی حامل ہے اور یہ کہ طاقت ور اور مؤثر اسلوب بیان، مورخانہ شعور و آگہی، منفرد سلیقۂ تحریر و تصنیف، عالمانہ طرز تخاطب اور مستشرقین کے ردوابطال کے لحاظ سے سیرت کی کوئی کتاب ''سیرۃ النبیؐ'' کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ تحقیق و استناد کے لحاظ سے اس کتاب کا کیا درجہ ہے؟

مولانا شبلی نے مقدمۂ سیرۃ النبی میں یہ تاثر دیا ہے کہ ان کا ارادہ سیرت کے موضوع پر ایک مستند تصنیف تیار کرنے کا ہے کیونکہ سیرت کی کوئی کتاب ایسی نہیں جو صرف صحیح روایتوں پر مشتمل ہو۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

> خاص سیرت پر آج تک کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی جس میں صرف صحیح روایتوں کا التزام کیا جاتا۔

حافظ زین الدین عراقی جو حافظ ابن حجر کے استاد تھے، سیرت نبوی میں لکھتے ہیں:

> ولیعلم الطالب أن السیرا تجمع ماصح وماقد انکرا

یہی سبب ہے کہ مستند اور مسلم الثبوت تصنیفات میں بھی بہت سی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایتیں شامل ہوگئیں، اس بنا پر ضروری تھا کہ نہایت کثرت سے
حدیث و رجال کی کتابیں بہم پہنچائی جائیں، اور پھر نہایت تحقیق اور
تنقید سے ایک مستند تصنیف تیار کی جائے۔ (ج ۱ ص ۱۰)

اس کے بعد مولانا نے سیرت نبوی سے متعلق قدیم ذخیرے کی تاریخ اور کیفیت سے بحث کی ہے جو کم و بیش ۷۰ صفحات پر مشتمل ہے، جس کی غرض خود ان کے قول کے مطابق یہ ہے کہ:

ایک کامل اور مستند کتاب کے مرتب کرنے کے لیے اس ذخیرے
سے کیونکر کام لیا جا سکتا ہے اور کہاں تک تحقیق و تنقید کی ضرورت
ہے۔ (ج ۱ ص ۱۲)

مولانا سید سلیمان ندوی نے مولانا شبلی کے محولہ بالا مقدمۂ سیرت کے اہم مباحث کی ''نتائج مباحث مذکورہ'' کے عنوان سے تلخیص فرمائی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں نقل کر دیا جائے کیونکہ اس سے ان اصولوں کا پتہ چلتا ہے۔ جو سیرۃ النبی کی تصنیف کے دوران مولانا شبلی کے پیش نظر رہے ہیں۔

۱۔ سب سے پہلے واقع کی تلاش قرآن مجید میں، پھر احادیث صحیحہ میں، پھر عام احادیث میں کرنی چاہیے۔ اگر نہ ملے تو روایاتِ سیرت کی طرف توجہ کرنی جائے۔

۲۔ سیرت کی روایتیں بہ اعتبار پایۂ صحت احادیث کی روایتوں سے فروتر ہیں اس لیے بصورت اختلاف روایات احادیث کو ہمیشہ ترجیح دی جائے گی۔

۳۔ بہ صورتِ اختلاف روایاتِ احادیث، رواۃ ارباب فقہ و ہوش کی روایات کو دوسروں پر ترجیح ہوگی۔

۴۔ سیرت کے واقعات میں سلسلۂ علت و معلول کی تلاش نہایت ضروری ہے۔

۵۔ نوعیتِ واقعہ کے لحاظ سے شہادت کا معیار قائم کرنا چاہیے۔

۶۔ روایت میں اصل واقعہ کس قدر ہے؟ اور راوی کی ذاتی رائے و فہم کا کس قدر جز شامل ہے؟

۷۔ اسباب خارجی کا کس قدر اثر ہے؟

۸۔ جو روایت عام وجوہ عقلی، مشاہدۂ عام، اصولِ مسلمہ اور قرائن حال کے خلاف ہوگی لائق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حجت نہ ہوگی۔

۹۔ اہم موضوع پر مختلف روایات کی تطبیق وجمع سے اس کی تسلی کر لینی چاہیے کہ راوی سے ادائے فہم میں تو غلطی نہیں ہوئی ہے۔

۱۰۔ روایات آحاد کو موضوع کی اہمیت اور قرائن حال کی مطابقت کے لحاظ سے قبول کرنا چاہیے۔

ان اصولوں کو تحریر کرنے کے بعد سید صاحب اسلامی فن روایت پر فخر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں :

> ان اصولوں کی تقریر وتفصیل کے بعد نظر آ سکتا ہے کہ اسلامی فن روایت، عقل ودرایت کی نگاہ سے کس قدر بلند پایہ ہے؟ علمائے حدیث نے تصحیح روایت کے لیے کتنی محنت تنی جاں فشانی، کتنی دیدہ ریزی اور کتنی دقت رسی صرف کی ہے۔ کیا اس اہتمام واعتنا کا دنیا کی دیگر قوموں کے سرمایۂ تاریخ ودرایت میں ایک ذرہ نشان بھی موجود ہے؟ کیا یورپ کے سیرت نگاران پیغمبران اسلام میں سے کسی نے بھی اس جاں کاہی اور نکتہ سنجی کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی لائف کے لیے قلم اٹھایا ہے؟ اور کیا ایک غیر مسلم ان قواعد و اصول کی مراعات کے ساتھ قلم اٹھا بھی سکتا ہے؟ (ج ۱ ص ۸۵)

مذکورہ بالا بیانات سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ مولانا شبلی سیرت کی قدیم کتابوں سے مطمئن نہیں تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ سیرت کے موضوع پر صحیح روایات کے التزام کے ساتھ ایک مستند کتاب مرتب ہو جائے۔ اس سلسلے میں انھوں نے یہ بلند معیار پیش نظر رکھنا چاہا تھا کہ سیرت کے واقعات اولاً قرآن مجید سے اخذ کیے جائیں۔ بعدہٗ احادیث کی کتابوں سے مراجعت کی جائے۔ سب سے آخر میں کتب سیرت کی روایات کام میں لائی جائیں۔ مزید برآں روایات کی ترجیح کے باب میں محدثین کے دقیق اصولوں سے استفادہ کیا جائے۔

مقدمۂ کتاب ہی میں مذکور مولانا کی بعض دوسری عبارتوں سے بھی مضمون بالا کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ ''اصول تصنیف وترتیب'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں :

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہم نے اس کتاب میں جو اصول اختیار کیے ہیں، اب ان کے بتانے کا وقت آ گیا ہے۔

(۱) سب سے پہلے یہ کہ سیرت کے واقعات کے متعلق جو کچھ قرآن مجید میں مذکور ہے، ان کو سب پر مقدم رکھا جائے۔

(۲) قرآن مجید کے بعد حدیث کا درجہ ہے۔ احادیث صحیحہ کے سامنے سیرت کی روایتیں نظر انداز کر دی ہیں۔ جو واقعات بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکور ہیں ان کے مقابلے میں سیرت یا تاریخ کی روایت کی کوئی ضرورت نہیں۔ ارباب سیر کو ایک بڑی غلطی یہ ہوئی کہ وہ واقعات کو کتب حدیث میں ان موقعوں پر ڈھونڈتے ہیں، جہاں عنوان اور موضوع کے لحاظ سے اس کو درج ہونا چاہیے اور جب ان کو ان موقعوں پر کوئی روایت نہیں ملتی تو وہ کم درجے کی روایتوں کو لے لیتے ہیں۔ لیکن کتب حدیث میں ہر قسم کے نہایت تفصیلی واقعات میں خود صحاح ستہ کی روایتیں مل جاتی ہیں۔ ہماری اس کتاب کی بڑی خصوصیت یہی ہے کہ اکثر تفصیلی واقعات ہم نے حدیث ہی کتابوں سے ڈھونڈ کر مہیا کیے، جو اہل سیر کی نظر سے بالکل اوجھل رہ گئے تھے۔ (ج ا ص ا)

ان عبارتوں کو پڑھ کر قاری کا ذہن اسی طرف منتقل ہوتا ہے کہ مصنف سیرۃ النبی نے پوری کتاب میں ان اصولوں کو ملحوظ رکھا ہوگا اور سیرت کے ہر جزیئے سے متعلق قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور آخر میں کتب سیرت سے مراجعت کی ہوگی۔ پھر محدثین کرام کے قائم کردہ اصول روایت و درایت کو کام میں لاتے ہوئے ایک ایک روایت کو سند و متن ہر دو لحاظ سے جانچنے اور پرکھنے کے بعد ہی اپنی کتاب میں جگہ دی ہوگی۔ لیکن مذکورہ بالا اصول (۱) و (۲) کے بعد اصول (۳) کے تحت خود مولانا شبلی نے ہی اس خوش فہمی کا ازالہ کر دیا ہے اور صاف صاف بتا دیا ہے کہ انھوں نے ان اصولوں پر ہر ہر جگہ عمل نہیں کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) روز مرہ اور عام واقعات میں ابن سعد، ابن ہشام اور طبری کی عام روایتیں کافی خیال کی ہیں۔ لیکن جو واقعات کچھ بھی اہمیت رکھتے ہیں، ان کے متعلق تحقیق اور تنقید سے کام لیا ہے اور تا امکان کدوکاوش کی ہے۔ اس خاص ضرورت کے لیے ہم نے پہلا کام یہ کیا ابن ہشام، ابن سعد اور طبری کے تمام رواۃ کے نام الگ انتخاب کر لیے، جن کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز ہے۔ پھر اسماء الرجال کی کتابوں سے ان کی جرح و تعدیل کا نقشہ تیار کیا تا کہ جس سلسلۂ روایت کی تحقیق مقصود ہو، بہ آسانی ہو جائے۔ (ج ا ص ۱۰۱)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف سیرۃ النبی نے واقعات سیرت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ ایک ''روز مرہ اور عام واقعات'' دوسرے ''اہم واقعات'' پھر تحقیق و تنقید اور محدثانہ کدوکاوش کو اہم واقعات کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ باقی رہے روز مرہ اور عام واقعات تو اس باب میں خود مصنف کے اعتراف و اقرار کے مطابق سیرۃ النبی اور دوسری کتب سیرت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ یعنی اس قسم کے واقعات کے سلسلے میں صحیح و سقیم، رطب و یابس ہر قسم کی روایات جمع کر دی گئی ہیں۔ بالفاظ دیگر اس کا مطلب یہ ہوا کہ سیرۃ النبی میں شامل جملہ واقعات، روایات اور جزئیات علی الاطلاق محدثانہ صحت کے معیار پر پوری نہیں اُترتیں اور نہ مصنف نے ہر جگہ اس قسم کی صحت کا التزام کیا ہے البتہ ان کے نزدیک جو واقعات کچھ بھی اہمیت رکھتے تھے تحقیق و تنقید اور تا حدِ امکان کدوکاوش سے لکھے گئے ہیں۔ اس کی تائید مصنف کی درج ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے۔

جو واقعات کسی قدر اہم ہیں ان کے متعلق صرف صحیح حدیثوں یا مستند تاریخی روایتوں کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن عام واقعات یا غزوات کے متعلق جزئیات کی تفصیل میں محدثانہ کدوکاوش نہیں کی ہے۔

(ج ا ص ۱۰۳)

تحقیقی و تنقیدی مباحث اگرچہ تمناؤں اور آرزوؤں کا محل نہیں ہیں اور یہاں حرف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کاش کے استعمال کا کوئی موقع نہیں ہے تاہم راقم عرض پرداز ہے کہ کیا خوب ہوتا اگر مولانا شبلی نے واقعات سیرت کے سلسلے میں اہم اور غیر اہم کی تفریق نہ برتی ہوتی اور پوری کتاب میں روایات کی صحت کا التزام کیا ہوتا۔ بالخصوص اس لیے کہ انھوں نے سیرت کے مآخذ کی حیثیت سے قرآن مجید اور کتب احادیث کا غائر مطالعہ کیا تھا اس کے علاوہ ابن ہشام ابن سعد اور طبری جیسی بنیادی کتب سیرت و تاریخ کے سیکڑوں راویوں کے نام انتخاب کر کے اسماء الرجال کی کتابوں سے ان کی جرح و تعدیل کا نقشہ بھی تیار کر لیا تھا۔ مزید برآں انھیں اس کا احساس بھی تھا کہ خاص سیرت کے موضوع پر کوئی کتاب صحت کے التزام کے ساتھ نہیں لکھی گئی ہے۔

بہر حال اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مصنف سیرۃ النبی نے سیرت کے اہم اور غیر اہم یعنی روز مرہ واقعات کے درمیان حد فاصل کیا قائم کی ہے؟ افسوس ہے کہ اس باب میں خود مصنف کا کوئی واضح بیان نہیں ملتا۔ البتہ بعض دوسرے مباحث کے سلسلے میں مصنف کے بیانات کی مدد سے بعض نتائج کا استنباط ضرور کیا جا سکتا ہے۔ مقدمۂ سیرۃ النبی میں ایک عنوان ''یورپین تصنیفات'' کے تحت مولانا شبلی نے سیرت کے موضوع پر یورپین تصنیفات کی تاریخ اور کیفیت کا مختصر لیکن جامع تجزیہ کیا ہے اور آخر میں ''یورپین تصنیفات کے اصول مشترکہ'' کے ذیلی عنوان کے تحت درج ذیل عبارت تحریر کی ہے :

> یورپین مصنفین آنحضرت (ﷺ) کے اخلاق کے متعلق جو نکتہ چینیاں کرتے ہیں، یا ان کی تصنیفات سے جو نکتہ چینیاں خود بخود ناظرین کے دل میں پیدا ہوتی ہیں حسب ذیل ہیں :
>
> (۱) آنحضرت (ﷺ) کی زندگی مکہ معظمہ تک پیغمبرانہ زندگی ہے، لیکن مدینہ جا کر جب زور و قوت حاصل ہوتی ہے، تو دفعتہً پیغمبری بادشاہی سے بدل جاتی ہے اور اس کے جو لوازم ہیں یعنی لشکر کشی، قتل، انتقام، خوں ریزی خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔
>
> (۲) کثرت ازدواج اور میل الی النساء۔
>
> (۳) مذہب کی اشاعت جبر اور زور سے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴) لونڈی اور غلام بنانے کی اجازت اور اس پر عمل۔

(۵) دنیاداروں کی سی حکمت عملی اور بہانہ جوئی۔

اس بنا پر ہماری کتاب کے ناظرین کو تمام واقعات میں اس نکتے پر نظر رکھنی چاہیے کہ یہ اعتراضات تاریخی تحقیقات کے معیار میں بھی ٹھیک اتر سکتے ہیں یا نہیں؟ (ج ا، ص ۹۹-۱۰۰)

اس بیان کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ ہر ایسی روایت یا واقعہ جس کی مدد سے یورپین مصنفین آنحضرت اقدس ﷺ کی سیرت و شخصیت پر کوئی اعتراض وارد کرتے ہوں یا اسلام اور اس کی تعلیمات پر طعنہ زنی کرتے ہوں مصنف سیرۃ النبی کے نزدیک ''اہم واقعات'' کے ضمن میں شمار کیا جائے گا۔ لہٰذا اسے محدثانہ اصول روایت و درایت کی کسوٹی پر کسا جائے گا اور دیکھا جائے گا کہ وہ تاریخی تحقیق کے معیار پر ٹھیک اترتا ہے یا نہیں؟ اس کے برخلاف سیرت سے متعلق وہ تمام روایات و واقعات جن پر یورپین مصنفین نے کوئی اعتراض وارد نہ کیا ہو، عام اور روزمرہ واقعات سمجھے جائیں گے۔ ان سے متعلق محدثانہ کدوکاوش اور تحقیق و تنقید کی ضرورت نہ ہوگی۔ بہ الفاظ دیگر اس باب میں ضعیف، مرسل، منقطع، معضل کسی بھی طرح کی روایت قبول کر لی جائے گی۔

ممکن ہے کسی ذہن میں یہ خیال آئے کہ سیرت کے اہم اور غیر اہم واقعات کے درمیان تفریق کا اصول جو سطور بالا میں تحریر کیا گیا ہے ہو سکتا ہے کہ یہ ایجاد بندہ کی قبیل سے ہو اور مصنف سیرۃ النبی کی جانب اس کا انتساب درست نہ ہو، لیکن واقعہ یہ ہے کہ سیرۃ النبی، اسی انداز پر لکھی گئی ہے۔ چنانچہ اصل کتاب کی ورق گردانی سے اس کی تصدیق کی جا سکتی ہے، یہاں مثال کے طور پر سیرۃ النبی کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> ابوطالب تجارت کا کاروبار کرتے تھے، قریش کا دستور تھا۔ سال میں ایک دفعہ تجارت کی غرض سے شام کو جایا کرتے تھے، آنحضرت ﷺ کی عمر تقریباً بارہ برس کی ہوگی کہ ابوطالب نے حسب دستور شام کا ارادہ کیا۔ سفر کی تکلیف یا کسی اور وجہ سے وہ آنحضرت ﷺ کو ساتھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں لے جانا چاہتے تھے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کو ابوطالب سے اس قدر محبت تھی کہ جب ابوطالب چلنے لگے تو آپؐ ان سے لپٹ گئے، ابوطالب نے آپ کی دل شکنی گوارہ نہ کی اور ساتھ لے لیا۔

عام مؤرخین کے بیان کے موافق بحیرا کا مشہور واقعہ اسی سفر میں پیش آیا۔ اس واقعے کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے کہ جب ابوطالب بصریٰ میں پہنچے تو ایک عیسائی راہب کی خانقاہ میں اترے جس کا نام بحیرا تھا۔ اس نے آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر کہا کہ ''یہ سید المرسلین'' ہیں۔ لوگوں نے پوچھا تم نے کیونکر جانا؟ اس نے کہا جب تم لوگ پہاڑ سے اترے تو جس قدر درخت اور پتھر تھے سب سجدے کے لیے جھک گئے۔ (ج ۱، ص ۱۷۸)

مذکورہ بالا اقتباس کے پہلے پیراگراف میں درج ذیل باتیں کہی گئی ہیں:

(الف) ابوطالب تجارت پیشہ تھے اور قریش کے دستور کے مطابق سال میں ایک مرتبہ بغرض تجارت شام کا سفر کیا کرتے تھے۔

(ب) آنحضرت ﷺ کی عمر تقریباً بارہ سال تھی کہ ابوطالب نے حسب دستور شام کے لیے رخت سفر باندھا۔

(ج) کسی وجہ سے وہ سفر آنحضرت ﷺ کے بغیر کرنا چاہتے تھے۔

(د) ابوطالب جب چلنے لگے تو آنحضرت ﷺ فرط محبت کے سبب ان سے لپٹ گئے۔

(ہ) ابوطالب نے آپ کی دل شکنی گوارہ نہ کی اور ساتھ لے لیا۔

مصنف سیرۃ النبی نے ان میں سے کسی بیان یا کسی واقعے کے لیے کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔ لہٰذا یہ کہیں سے پتہ نہیں لگتا کہ مندرجہ بالا تمام بیانات کسی ایک روایت میں ان کی نگاہ سے گذرے ہیں، یا الگ الگ روایات سے حاصل شدہ معلومات ایک ترتیب کے ساتھ جمع کر دی گئی ہیں۔ رہے اس قسم کے مباحث کہ ان معلومات کا ماخذ کیا ہے؟ اس کی سند کیسی ہے؟ اس کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رواۃ کس درجے کے ہیں؟ اس میں کہیں ارسال یا انقطاع تو نہیں ہے؟ وغیرہ تو اس کا سوال ہی کہاں اٹھتا ہے، جب کہ سرے سے حوالہ ہی غائب ہے۔

اس کے برخلاف اقتباس مذکورہ کے دوسرے پیراگرف میں بحیرا راہب کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس کے متعلق مصنف نے روایت و درایت ہر دو لحاظ سے زبردست بحث کی ہے اور محدثانہ کدوکاوش میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی ہے۔

اس تفریق کی وجہ یہ ہے کہ اول الذکر بیانات و واقعات پر یورپین مصنفین سیرت نے کوئی اعتراض نہیں کیا ہے۔ اس کے برخلاف بحیرا راہب کے واقعے سے وہ اپنے بعض بیہودہ دعووں اور باطل مزعومات پر استدلال کرتے ہیں جس کی تفصیل خود مولانا شبلی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو :

> یہ روایت مختلف پیرایوں میں بیان کی گئی ہے۔ تعجب یہ ہے کہ اس روایت سے جس قدر عام مسلمانوں کو شغف ہے اس سے زیادہ عیسائیوں کو ہے۔ سر ولیم میور، ڈریپر، مارگیولوس وغیرہ سب اس واقعے کو عیسائیت کی فتح عظیم خیال کرتے ہیں اور اس بات کے مدعی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مذہب کے حقائق و اسرار اسی راہب سے سیکھے، اور جو نکتے اس نے بتا دیے تھے انھی پر آنحضرت ﷺ نے عقائد اسلام کی بنیاد رکھی، اسلام کے تمام عمدہ اصول انھی نکتوں کے شروح اور حواشی ہیں۔ (ج ۱، ۱۷۹)

اب اس روایت پر مولانا شبلی کی بحث و تنقید ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں :

> عیسائی مصنفین اگر اس روایت کو صحیح مانتے ہیں تو اس طرح ماننا چاہیے جس طرح روایت میں مذکور ہے۔ اس میں بحیرا کی تعلیم کا کہیں ذکر نہیں۔ قیاس میں بھی نہیں آ سکتا کہ دس بارہ برس کے بچے کو مذہب کے تمام دقائق سکھا دیے جائیں اور اگر یہ کوئی خرق عادت تھا، تو بحیرا کے تکلیف کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

یہ گفتگو اصول درایت کی رو سے تھی۔ اب اصول روایت کے لحاظ سے اس پر بحث ملاحظہ ہو :

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت نا قابل اعتبار ہے۔ اس روایت کے جس قدر طریقے ہیں، سب مرسل ہیں، یعنی راوی واقعے کے وقت خود موجود نہ تھا اور اس راوی کا نام نہیں بیان کرتا جو شریک واقعہ تھا۔ اس روایت کا سب سے زیادہ مستند طریقہ یہ ہے کہ جو ترمذی میں مذکور ہے اس کے متعلق تین باتیں قابل لحاظ ہیں۔

(۱) ترمذی نے اس روایت کے متعلق لکھا ہے کہ "حسن اور غریب ہے اور ہم اس حدیث کو اس طریقے کے سوا کسی اور طریقے سے نہیں جانتے"، حسن کا مرتبہ صحیح حدیث سے کم ہوتا ہے اور جب غریب ہو تو اس کا رتبہ اس سے بھی گھٹ جاتا ہے۔

(۲) اس حدیث کا ایک راوی عبدالرحمٰن بن غزوان ہے۔ اسکو بہت سے لوگوں نے اگرچہ ثقہ بھی کہا ہے، لیکن اکثر اہل فن نے اسکی نسبت بے اعتباری ظاہر کی ہے۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ عبدالرحمٰن منکر حدیثیں بیان کرتا ہے، جن میں سب سے بڑھ کر منکر وہ روایت ہے جس میں بحیرا کا واقعہ مذکور ہے۔

(۳) حاکم نے مستدرک میں اس روایت کی نسبت لکھا ہے کہ "یہ حدیث بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق ہے، علامہ ذہبی نے تلخیص المستدرک میں حاکم کا یہ قول نقل کر کے لکھا ہے کہ "میں اس حدیث کے بعض واقعات کو موضوع، جھوٹا اور بنایا ہوا خیال کرتا ہوں"

(۴) اس روایت میں مذکور ہے کہ حضرت بلالؓ اور ابوبکرؓ بھی اس سفر میں شریک تھے حالانکہ اس وقت بلالؓ کا وجود بھی نہ تھا اور حضرت ابوبکرؓ بچے تھے۔

(۵) اس حدیث کے اخیر راوی ابوموسیٰ اشعریؓ ہیں۔ وہ شریک واقعہ نہ تھے اور اوپر کے راوی کا نام نہیں بتاتے۔ ترمذی کے علاوہ طبقات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن سعد میں جو سلسلۂ سند مذکور ہے، وہ مرسل یا معضل ہے۔

(۶) حافظ ابن حجرؒ رواۃ پرستی کی بنا پر اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ حضرت ابوبکرؓ اور بلالؓ کی شرکت بداھۃً غلط ہے۔ اس لیے مجبوراً اقرار کرتے ہیں کہ اس قدر حصہ غلطی سے روایت میں شامل ہو گیا ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر کا یہ ادعا بھی صحیح نہیں کہ اس روایت کے تمام رواۃ قابل سند ہیں۔ عبدالرحمن بن غزوان کی نسبت خود حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ "وہ خطا کرتا تھا، اس طرف سے اس وجہ سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے ممالیک کی روایت نقل کی ہے۔ ممالیک کی ایک روایت ہے جس کو محدثین جھوٹ اور موضوع خیال کرتے ہیں"

(ج ۱، ص ۱۷۹-۱۸۱)

بحیرا راہب کے واقعے پر آپ نے مولانا شبلی کی مفصل تنقید ملاحظہ فرمائی۔ اس روایت پر شدید نکیر اور بحث و تنقید کی ضرورت مولانا کو اس لیے پیش آئی کہ یہ ایک "اہم واقعہ تھا" اور اس کی اہمیت کی وجہ یہ تھی کہ یورپین عیسائی مصنفین نے اس پر اپنے بعض بے اصل اور باطل دعووں کی بنیاد رکھی تھی۔ اس کے برخلاف روایت کے اس حصے پر مولانا نے کوئی بحث و تمحیص نہیں کی ہے جس میں ابوطالب کے سفر شام اور اس سے متعلق دوسری جزئیات بیان کی گئی ہیں، بلکہ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے روایت کے اس حصے کے بارے میں کسی سند اور حوالے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی ہے۔ حالانکہ محدثانہ اصول کے لحاظ سے روایت کا زیر بحث حصہ بحیرا راہب کے واقعے کے مقابلے میں بدرجہا فروتر اور ناقابل اعتبار ہے۔ کیونکہ اس کی بنیاد ابن اسحاق کی روایت پر ہے اور خود ابن اسحاق نے اسے "فیما یزعمون" (لوگ کہتے ہیں) کہہ کر بیان کیا ہے۔ گویا اس کی کوئی سند ہی نہیں ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں :

قال ابن اسحاق : ثم ان أباطالب خرج فی ركب تاجرا الى الشام فلما تهيهأ للرحيل، وأجمع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المسير صبّ به رسول الله ﷺ فيما يزعمون. فرق له أبوطالب وقال: والله لأخرجن به معي، ولايفارقني، ولاأفارقه أبدا، او قال. فخرج به معه.

(سیرۃ ابن ہشام ج ۱، ص ۱۸۰)

مزید برآں یہ کہ سیرۃ النبی میں مولانا شبلی کا یہ بیان کہ آنحضرت ﷺ کی عمر تقریباً بارہ برس کی ہوگی کہ ابوطالب نے حسب دستور سفر شام کا ارادہ کیا، ابن اسحاق کے یہاں بھی مذکور نہیں۔ کیونکہ ابن اسحاق کی روایت جو اوپر نقل کی گئی اس میں آنحضرت ﷺ کی عمر مبارک کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ البتہ واقدی کی ایک روایت جو طبقات ابن سعد میں مذکور ہے، اس میں یہ تصریح ضرور ملتی ہے کہ ابوطالب کے ساتھ سفر شام کے وقت عمر شریف بارہ سال تھی۔ لیکن واقدی مولانا کے نزدیک بالکل ناقابل اعتبار ہے۔ چنانچہ مقدمۂ سیرۃ النبی میں تحریر فرماتے ہیں:

> ان میں سے واقدی تو بالکل نظر انداز کر دینے کے قابل ہے۔ محدثین بالاتفاق لکھتے ہیں کہ وہ خود اپنے جی سے روایتیں گھڑتا ہے، اور حقیقت میں واقدی کی تصنیف خود اس بات کی شہادت ہے۔ ایک ایک جزئی واقعے کے متعلق جس قسم کی گوناگوں اور دلچسپ تفصیلیں وہ بیان کرتا ہے، آج کوئی بڑا سے بڑا واقعہ نگار چشم دید واقعات اس طرح قلم بند نہیں کر سکتا۔ (ج ۱، ص ۴۰)

ان تمام خامیوں اور کمزوریوں کے باوجود مولانا شبلی نے ابوطالب کے سفر شام اور اس سے متعلق جزئیات کو قبول کرتے ہوئے داخل کتاب فرمالیا ہے۔ صرف اس لیے کہ اس کا شمار ان کے نزدیک ''روزمرہ اور عام واقعات'' میں ہے۔

پس خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مولانا نے واقعات سیرت کی تحقیق و تنقید سے متعلق جس معیار بلند کا تذکرہ مقدمۂ سیرۃ النبی میں شرح و بسط کے ساتھ فرمایا ہے، وہ ''اہم واقعات'' کے ساتھ خاص ہے۔ باقی رہے عام اور روزمرہ واقعات تو انھیں عمومی اور سرسری انداز میں سپرد قلم کر دیا گیا ہے۔ بلکہ جیسا کہ اوپر کی مثال سے واضح ہے، بعض اوقات ان کے سلسلے میں کسی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی گئی ہے۔ لہذا یہ نتیجہ نکالنا غلط نہ ہوگا کہ سیرۃ النبی میں مذکورہ جملہ روایات وواقعات کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے۔

اب یہاں ایک بحث تو یہ ہے کہ واقعات سیرۃ کے درمیان ''اہم'' اور ''غیر اہم'' کی تفریق کرنا اور پھر اس بنیاد پر ''غیر اہم یعنی عام اور روزمرہ واقعات'' کے سلسلے میں بغیر تحقیق وتفتیش عام کتب سیرۃ کی روایات کو کبھی حوالے سے اور کبھی کبھی بلا حوالہ قبول کر لینا کس حد تک مناسب اور روا ہے؟ اور کیا اس طریق کار کی وجہ سے اس کتاب کی تحقیقی حیثیت مجروح ومتاثر ہوتی ہے یا نہیں؟

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ ''تحقیق'' کے معنی اگر حق گوئی تک رسائی حاصل کرنے کے ہیں تو یہ عمل ہر جگہ جاری ہونا چاہیے۔ ایک عام انسان کی سوانح حیات بھی اسی وقت معتبر اور مستند کہلانے کی مستحق ہوتی ہے، جبکہ اس میں مندرج تمام واقعات تنقید وتنقیح کے بعد لکھے جائیں، چہ جائے کہ ایک پیغمبر کی سوانح حیات اور پیغمبر بھی وہ جو خاتم النبیین اور سید المرسلین ہیں اور جن کے بارے میں خود مصنف سیرۃ النبی مقدمۂ سیرت میں یوں رقم طراز ہیں :

> مسلمانوں کے اس فخر کا قیامت تک کوئی حریف نہیں ہوسکتا کہ انھوں نے اپنے پیغمبرؐ کے حالات اور واقعات کا ایک ایک حرف اس استقصا کے ساتھ محفوظ رکھا ہے کہ کسی شخص کے حالات آج تک اس جامعیت اور احتیاط کے ساتھ قلم بند نہیں ہو سکے اور نہ آئندہ توقع کی جاسکتی ہے۔ (۱۱/۱)

اسی مقدمے میں دوسری جگہ یوں تحریر فرماتے ہیں :

> دنیا میں وہ کون شخص گذرا ہے، جس کا کارنامۂ زندگی اس طرح قلم بند ہوا کہ ایک طرف تو صحت کا یہ انتظام تھا کہ کسی صحیفۂ آسمانی کے لیے بھی نہ ہوسکا، اور دوسری طرف وسعت اور تفصیل کے لحاظ سے یہ حالت ہے کہ اقوال وافعال، وضع وقطع، شکل وشباہت، رفتار وگفتار، مذاق طبیعت، انداز گفتگو، طرز زندگی، طریق معاشرت، کھانے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، ہنسنے بولنے کی ایک ایک ادا محفوظ رہ گئی، تو اس سوال کے جواب میں صرف ایک ہی صدا بلند ہو سکتی ہے۔ "معدن عربی فرنہ بابی زرمی" (۵/۱)

اگر مولانا شبلی کے یہ بیانات صداقت پر مبنی ہیں تو ان کے لیے لازم تھا کہ اپنی کتاب میں اہم اور غیر اہم واقعات کی تفریق نہ برتتے اور از اول تا آخر ہر جگہ تحقیق و تفتیش اور محدثانہ کدوکاوش سے کام لیتے۔ بالخصوص اس لیے کہ عام کتب سیرت پر ان کا یہی اعتراض بھی ہے کہ ان میں ہر جگہ صحت کا التزام نہیں کیا گیا ہے۔ ممکن ہے یہاں اس اصول کا حوالہ دیا جائے کہ نوعیتِ واقعہ کے لحاظ سے شہادت کا معیار بدلتا رہتا ہے۔ لہذا مصنف سیرۃ النبی کا اہم اور غیر اہم واقعات کے درمیان تفریق برتنا غلط نہیں ہے۔ بلاشبہ یہ اصول اپنی جگہ درست ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عام اور روزمرہ واقعات میں بغیر شہادت کے کوئی فیصلہ کر دیا جائے یا کمزور شہادتوں پر بھی بھروسہ کر لیا جائے۔ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ غیر معمولی اہمیت کے حامل واقعات میں معیار شہادت بھی معمول سے بڑھا ہوا ہونا چاہیے۔ چنانچہ مولانا شبلی خود تحریر فرماتے ہیں:

> ایک راوی جو ثقہ ہے ایک ایسا معمولی واقعہ بیان کرتا ہے جو عموماً پیش آتا ہے اور پیش آ سکتا ہے تو بے تکلف یہ روایت تسلیم کر لی جائے گی۔ لیکن فرض کرو وہی راوی ایسا واقعہ بیان کرتا ہے جو غیر معمولی ہے، تجربۂ عام کے خلاف ہے۔ گردوپیش کے واقعات سے مناسبت نہیں رکھتا، تو واقعہ چونکہ زیادہ محتاج ثبوت ہے اس لیے اب راوی کا معمولی درجۂ وثوق کافی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کو معمولی درجے سے زیادہ عادل، زیادہ محتاط، زیادہ نکتہ داں ہونا چاہیے۔ (۵۹/۱)

حاصل کلام یہ ہے کہ روزمرہ اور عام واقعات سیرت کے سلسلے میں مولانا کا عام کتب سیرت پر اعتماد کر لینا اور بلا تحقیق و تفتیش ہر قسم کی روایات کا قبول کر لینا مناسب نہ تھا، اس صورت حال کی بنا پر سیرۃ النبی کی تحقیقی حیثیت یقیناً مجروح ہوئی ہے۔ پھر اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصول ہے کہ جن واقعات پر معاندین اسلام نے کوئی اعتراض کر دیا ہو انھیں اہم قرار دیا جائے اور بقیہ واقعات غیر اہم سمجھے جائیں۔ کیونکہ کسی واقعے کی اہمیت خود اس واقعے پر مبنی ہے، نہ کہ کسی معترض کے اعتراض پر۔ پھر سیرت کا تو ہر واقعہ اور ہر جزئیہ اس لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے کہ اس کا انتساب آنحضرت ﷺ کی ذات والا صفات کی جانب ہوتا ہے۔ چنانچہ شمائل وغیرہ کی روایات کی جانب محدثین کی توجہ کا باعث ومنشا یہی ہے۔

تتمۂ بحث کے طور پر یہاں یہ عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا شبلی کے نزدیک ''اہم واقعات سیرت'' کے ذیل میں وہ واقعات بھی آتے ہیں، جن میں کسی معجزے کا بیان ہو یا کسی مافوق الفطرت صورت حال کا ذکر کیا گیا ہو۔ اس لیے وہ ایسے مواقع پر بھی بغیر تحقیق وتفتیش کسی روایت کو قبول نہیں کرتے۔

اب تک کی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ سیرۃ النبی کی وہ ڈیڑھ جلدیں جو مولانا شبلی کی تحریر کردہ ہیں ان میں مذکور واقعات وروایات کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(الف) وہ روایات و واقعات جن کا ماخذ صحیح اور قابل استناد واحادیث ہیں اور مصنف نے ان کے حوالے بھی دیے ہیں۔

(ب) وہ روایات جن کا ماخذ سیرت وتاریخ کی کتابیں ہیں۔ مصنف نے ان کتابوں کا حوالہ بھی دیا ہے، لیکن بالعموم یہ روایات مرسل، منقطع یا معضل ہیں۔ یا ان میں کوئی اور وجہ ضعف موجود ہے۔

(ج) وہ روایات وواقعات جنھیں مصنف نے بغیر کسی حوالے کے نقل کر دیا ہے۔ لیکن ان کا ماخذ بھی کتب سیرت ہی ہیں اور بیشتر یہ روایات بھی محدثانہ صحت کے معیار تک نہیں پہنچتیں۔

آیئے اب یہ دیکھیں کہ پوری کتاب میں ان تینوں قسم کی روایات کا تناسب کیا ہے، اس سلسلے میں راقم نے ''سیرۃ النبی'' کے تمام حوالوں کا ایک گوشوارہ تیار کیا ہے۔ ذیل میں اولاً کتب حدیث بعدہ کتب سیرت وتاریخ کے حوالوں کے اعداد وشمار درج کیے جاتے ہیں، اس سے مندرجہ بالا سوالوں کے جواب میں مدد ملے گی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتب حدیث

صحیح بخاری	۲۷۰	ابوداؤد	۱۲۵
صحیح مسلم	۷۲	ترمذی	۱۸
نسائی	۱۸	مسند طیالسی	۲
ابن ماجه	۱۱	طبرانی	۱
مؤطا امام مالک	۳	دارقطنی	۷
مسند احمد بن حنبل	۵۰	مستدرک حاکم	۱۳
شمائل ترمذی	۱۰	الادب المفرد	۸
مسند دارمی	۱	الترغیب والترهیب	۵
کل میزان			۶۱۴

www.KitaboSunnat.com

کتب سیرت وتاریخ

ابن هشام	٦۵	الاستیعاب	۲
طبری	۸۷	وفاء الوفاء	٦
ابن سعد	۱۱۴	اسد الغابة	۲
الاصابة	۴۲	ابن عساکر	۱
زرقانی	۵۸	انساب الاشراف	۱
الروض الانف	۱۳	فتوح البلدان	۵
الخمیس	۱۰	سیرة حلبیة	۱
یعقوبی	۳	الاشراف والتنبیه	۱
معجم البلدان	۱۰	زادالمعاد	۹
نسیم الریاض	۵	العقدالفرید	۲
کل میزان			۳۲۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بالا اعداد و شمار میں احتیاط کے باوجود خفیف سی کمی زیادتی کا احتمال ہے، لیکن اس سے اخذ نتائج میں کوئی خاص تبدیلی واقع نہیں ہوگی۔ مثلاً ان اعداد و شمار کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ سیرۃ النبی میں سب سے زیادہ حوالے "صحیح بخاری" کے ہیں (۲۷۰) اس کے بعد "ابوداؤد" کے (۱۲۵) اس کے بعد "طبقات ابن سعد" کے (۱۱۴) اس کے بعد "تاریخ طبری" کے (۸۷) اس کے بعد صحیح مسلم کے (۷۲) کے اس کے بعد "سیرۃ ابن ہشام" کے (۶۵) اس کے بعد زرقانی کے (۵۸) اس کے بعد "مسند احمد بن حنبل" کے (۵۰) اس کے بعد "الاصابۃ" کے (۴۲)

اس طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ سیرۃ النبی کے بنیادی مآخذ کا درجہ مذکورہ بالا انھی نو (۹) کتابوں کو حاصل ہے بقیہ کتابوں سے بہت کم استفادہ کیا گیا ہے۔

اس ضمنی گفتگو کے بعد ہم اپنے اصول سوال کی طرف آتے ہیں کہ سیرۃ النبی میں مستند اور غیر مستند یا کم مستند روایات کا تناسب کیا ہے؟ مذکورہ بالا اعداد و شمار میں کتب حدیث کے حوالے ۶۱۴ ہیں اور کتب سیرت و تاریخ کے ۴۲۸۔ اگرچہ یہ ضروری نہیں ہے کہ واقعات سیرت کے سلسلے میں صحیحین کے علاوہ بقیہ کتب حدیث سے جو روایات ماخوذ ہیں وہ سب صحت کے معیار پر پوری اترتی ہوں۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں کہ کتب سیرت و تاریخ کی تمام روایات غیر مستند ہی ہوں، لیکن محتاط طریقے سے یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ کتب حدیث کی بیشتر روایات مستند ہیں اور کتب سیرت و تاریخ کی بیشتر روایات غیر مستند یا کم مستند۔ اس لیے یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ سیرۃ النبی میں جن روایات و واقعات کو حوالوں کے ساتھ لکھا گیا ہے، ان میں محدثانہ اصولوں کے مطابق دو تہائی مستند اور ایک تہائی کم مستند یا غیر مستند ہیں۔ مزید برآں اس کتاب میں مذکور وہ روایات واقعات جنھیں کسی حوالے کے بغیر داخل کتاب کر لیا گیا ہے اور جو بالعموم کتب سیرت ہی سے ماخوذ ہیں، اگر ان کے اعداد و شمار کو بھی کتب سیرت و تاریخ کے حوالوں میں شامل کر لیا جائے تو سیرۃ النبی میں مذکور کم مستند یا غیر مستند روایات کا تناسب پچاس فیصد تک پہنچ جائے گا۔ ممکن ہے کہ ان اعداد و شمار اور ان پر مبنی نتائج کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا جائے۔ اس لیے آئندہ صفحات میں سیرۃ النبی میں مذکور کم مستند یا غیر مستند روایات کی ایک فہرست بھی پیش کی جاتی ہے۔ واضح رہے کہ اس فہرست سازی کے سلسلے میں ہم نے "تاریخ عرب قبل اسلام" کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب کو بالقصد چھوڑ دیا ہے۔ کیونکہ یہ پورا باب ''سیرت'' کے بجائے ''تاریخ'' سے متعلق ہے۔

☆ سلسلۂ نسب (معد سے حضرت اسماعیل تک ۴۰ پشتیں ہوتی ہیں (سیرۃ النبی ۱/۱۶۲) طبری کی روایت ہے جس کی سند مذکور نہیں۔ طبری ۲/۱۹۳)

☆ (عدنان سے لے کر حضرت اسماعیل تک ۴۰ پشتیں ہوتی ہیں ۱/۱۶۳) یہ کلبی کا قول ہے جو ضعیف ہے (طبری ۲/۱۹۲)

☆ (قریش کا لقب سب سے پہلے نضر بن کنانہ کو ملا ۱/۱۶۳) مصنف نے اس کے لیے حافظ عراقی کی منظوم سیرت کے ایک شعر سے استدلال کیا ہے۔ جس میں کوئی حوالہ ہے نہ سند۔

☆ (قصی بن کلاب کا تذکرہ ۱/۱۶۳-۱۶۵) مصنف نے حوالہ نہیں دیا۔ لیکن زیادہ تر جزئیات واقدی اور کلبی سے مروی ہیں۔ جو سیرۃ النبی کے دو صفحات کو محیط ہیں۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ۱/۶۶-۷۳)

☆ (عبد مناف ۱/۱۶۵) پورا بیان واقدی اور کلبی سے ماخوذ ہے لیکن مصنف نے کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔ (ملاحظہ ہو ابن سعد ۱/۷۵-۷۷)

☆ (ہاشم ۱/۱۶۵-۱۶۷) پورا بیان کہیں واقدی اور کہیں کلبی سے ماخوذ ہے حوالہ مذکور نہیں۔ (ملاحظہ ہو ابن سعد ۱/۷۵-۷۶)

☆ (عرب میں باجود عام لوٹ مار کے قریش کا قافلۂ تجارت ہمیشہ محفوظ رہتا تھا ۱/۱۶۶) مصنف نے طبری کا حوالہ دیا ہے لیکن خود طبری کی روایت بلا سند ہے۔ (۲/۱۷۹)

☆ (ہاشم کی بنو نجار میں شادی اور عبد المطلب کی پیدائش ۱/۱۶۶-۱۶۷) مصنف نے حوالہ نہیں دیا ہے، طبقات ابن سعد سے معلوم ہوتا ہے کہ واقدی کی روایت ہے۔ (۱/۷۹)

☆ (عبد اللہ کی قربانی ۱/۱۶۷) مولانا نے واقعے کا پورا سیاق واقدی سے لیا ہے۔ (ابن سعد ۱/۸۸، ۸۹)

☆ (آمنہ اور ہالہ کا ذکر ۱/۱۶۸) مصنف نے حوالہ نہیں دیا تمام بیانات واقدی سے اور بعض کلبی سے ماخوذ ہیں (ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد ۱/۹۴، ۹۵، ۹۹، ۱۰۰)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ (ابن سعد نے طبقات میں روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میں تم سب سے فصیح تر ہوں اور میری زبان بنی سعد کی زبان ہے۔ ۱/۱۷۴)

مولانا نے یہ روایت ابن سعد کے حوالے سے نقل کی ہے۔ لیکن ابن سعد نے اسے واقدی کے طریق سے نقل کیا ہے۔ (ابن سعد ۱/۱۱۳)

☆ (آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی بہنوں کے نام ۱/۱۷۵) حوالہ مذکور نہیں۔ ابن سعد نے واقدی کے حوالے سے اور ابن اسحاق نے بغیر سند بتائے ہوئے ان ناموں کا ذکر کیا ہے۔ (ابن سعد ۱/۱۱۰، ابن ہشام ۱/۱۶۱)

مولانا نے آنحضرت ﷺ کے ایک رضاعی بھائی کا نام حذیفہ بھی بتایا ہے، جو ان دونوں میں سے کسی کے یہاں مذکور نہیں۔

☆ (آمنہ کا سفر مدینہ اور ابواء میں وفات ۱/۱۷۵) مولانا کی نقل کردہ جملہ تفصیلات ابن سعد نے واقدی کی سند سے ذکر کی ہیں۔ (ابن سعد ۱/۱۱۶)

☆ (عبدالمطلب کی کفالت اور وفات ۱/۱۷۶) حوالہ مذکور نہیں۔ مولانا کا ماخذ ابن سعد ہیں اور ابن سعد کی روایت واقدی کی سند سے مروی ہے (ابن سعد ۱/۱۱۹)

☆ (ابوطالب کی کفالت ۱/۱۷۷) حوالہ مذکور نہیں۔ مولانا کے بیان کا ابتدائی حصہ ابن اسحاق سے ماخوذ ہے۔ لیکن ابن اسحاق نے سند نہیں بیان کی۔ مولانا کے بیان کا آخری حصہ (اس قدر محبت رکھتے تھے..... ساتھ لے کر جاتے تھے) واقدی کی روایت پر مبنی ہے۔ (ابن ہشام ۱/۱۷۹، ابن سعد ۱/۱۱۹)

☆ (شام کا سفر ۱/۱۷۸) حوالہ مذکور نہیں۔ ابن اسحاق کا قول ہے۔ ابن ہشام ۱/۱۸۰) (سفر شام کے وقت آنحضرت ﷺ کی عمر تقریباً بارہ برس کی ہوگی ۱/۱۷۸) حوالہ مذکور نہیں۔ واقدی کی روایت ہے۔ (ابن سعد ۱/۱۲۱)

☆ (حرب فجار کی شرکت) اول قیس پھر قریش غالب آئے اور بالآخر صلح پر خاتمہ ہوگیا۔ اس لڑائی میں قریش کا رئیس اور سپہ سالار اعظم حرب بن امیہ تھا"۔ ۱/۱۸۲ حوالہ مذکور نہیں۔ ابن اسحاق کا قول ہے۔ (ابن ہشام ۱/۱۸۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ حضرت خدیجہؓ کا نسب ۱/۱۸۷) حوالہ مذکور نہیں۔ ابن اسحاق نے سند کے بغیر ذکر کیا ہے۔ (ابن ہشام ۱/۱۸۹)

☆ (حضرت خدیجہ سے معاملۂ تجارت) آنحضرت ﷺ کی عمر اب پچیس برس ہو چکی تھی (۱/۱۸۷) حوالہ مذکور نہیں۔ ابن اسحاق نے کسی سند کے بغیر اور ابن سعد نے واقدی کے حوالے سے یہی عمر لکھی ہے۔ (ابن ہشام ۱/۱۸۷، ابن سعد ۱/۱۳۲)

☆ (جو معاوضہ میں اوروں کو دیتی ہوں، آپ کو اس کا مضاعف دونگی ۱/۱۸۸) حوالہ مذکور نہیں۔ ابن سعد نے واقدی کی سند سے نقل کیا ہے۔ (ابن سعد ۱/۱۲۹)

☆ (حضرت خدیجہ سے نکاح کی تفصیلات ۱/۱۸۸) مولانا نے الگ الگ جزئیات سے متعلق متعین حوالوں کے بجائے مبہم طور پر اور عمومی انداز میں ابن ہشام، ابن سعد اور طبری کے حوالے دیے ہیں، لیکن اصل یہ ہے کہ اس باب میں ان کتابوں کی کوئی روایت بسند صحیح ثابت نہیں۔

☆ (شادی کے وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس برس کی تھی ۱/۱۸۹) واقدی کی روایت ہے (ابن سعد ۱/۱۳۲) طبری نے ہشام بن محمد کا قول بھی نقل کیا ہے جس کی سند مذکور نہیں۔ (۲/۱۹۶)

☆ (آنحضرت ﷺ کے احباب خاص۔ حکیم بن حزام کے بعض واقعات ۱/۱۹۷) مولانا نے الاصابہ کا حوالہ دیا ہے۔ اصابۃ کا ماخذ زبیر بن بکار کا قول ہے، جس کی سند مذکور نہیں۔ (۱/۳۴۹)

☆ (بچپن میں ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے داستان گوئی کے جلسے میں شریک ہونا چاہا۔ لیکن اتفاق سے راہ میں شادی کا کوئی جلسہ تھا دیکھنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ وہیں نیند آگئی۔ اٹھے تو صبح ہو چکی تھی ۱/۱۹۹) ابن اسحٰق کی روایت ہے۔ بیہقی نے بھی اسے نقل کیا ہے، لیکن ابن کثیر نے اسے بہت غریب کہا ہے۔ فذا غریب جداً۔

(البدایۃ والنہایۃ ۲/۲۸۸)

☆ (سابقین اولین کے نام ۱/۲۰۶) مصنف نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اصلاً ابن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسحاق کا قول ہے جس کی کوئی سند مذکور نہیں۔ (ابن ہشام ۱/۲۵۰-۲۶۲) (تاریخ الاسلام للذھبی ۱/۱۳۸-۱۳۹)

☆ (ابوطالب نے کہا میں اس کو اختیار تو نہیں کر سکتا، لیکن تم کو اجازت ہے اور کوئی شخص تمہارا مزاحم نہ سکے گا ۱/۲۰۷) مولانا شبلی نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ ابن اسحاق کا قول ہے جس کی سند مذکور نہیں۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ۱/۱۳۷)

☆ (چند روز بعد آپ نے حضرت علی سے کہا دعوت کا سامان کرو۔ تمام خاندان عبدالمطلب مدعو کیا گیا۔ حمزہ، ابوطالب، عباس سب شریک تھے۔ آنحضرت ﷺ نے کھانے کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو دین اور دنیا دونوں کو کفیل ہے۔ اس بار گراں کے اٹھانے میں کون میرا ساتھ دے گا تمام مجلس میں سناٹا تھا دفعتہً حضرت علی نے اٹھ کر کہا۔ گو میری ٹانگیں پتلی ہیں، گو میں سب سے نوعمر ہوں، تاہم میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ ۱/۲۱۰)

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں : طبری نے تاریخ ۱/۱۷۱ اور تفسیر ۱۹/۶۸ میں عبدالغفار بن قاسم اور منہال بن عمرو کے واسطے سے اس کو روایت کیا ہے۔ پہلا شیعی اور متروک ہے اور دوسرا بدمذہب۔ اس روایت میں اور بھی وجوہ ضعف بلکہ وجوہ وضع ہیں۔ (۱/۲۱۰ حاشیہ سیرۃ النبی)

☆ (اعلان دعوت کے بعد قریش کی مخالفت، ابوطالب سے شکایت، عتبہ بن ربیعہ اور دوسرے معززین قریش کی سفارت "یا تو تم بیچ سے ہٹ جاؤ، یا تم بھی میدان میں آؤ کہ ہم دونوں میں سے ایک کا فیصلہ ہو جائے"۔ ۱/۲۲۰) مولانا نے حوالہ نہیں دیا۔ ابن اسحاق کا قول ہے جس کی سند مذکور نہیں۔ (ابن ہشام ۱/۲۶۵)

☆ (ابوطالب اور آنحضرت ﷺ کی گفتگو) جان عم! میرے اوپر اتنا بار نہ ڈال کہ میں اٹھا نہ سکوں ۱/۲۲۰) ابن اسحٰق نے یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے، اوپر کی سند مذکور نہیں۔ (ابن ہشام ۱/۲۶۵)

☆ (حضرت حمزہؓ کا قبول اسلام) مولانا نے کسی متعین کتاب کا حوالہ نہیں دیا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھتے ہیں : حضرت حمزہ کے اسلام کا واقعہ سب نے لکھا ہے (۲۲۳/۱) بہر حال انھوں نے جو روایت نقل کی ہے، وہ ابن اسحاق کی ہے، جس کی سند مذکور نہیں کیونکہ ابن اسحاق نے یوں لکھا ہے : حدثنی رجل من أسلم (مجھ سے قبیلۂ اسلم کے ایک آدمی نے بیان کیا) (ابن ہشام ۲۹۲/۱ اور ابن کثیر ۳۳/۳)

☆ (حضرت عمرؓ کا قبول اسلام) مولانا شبلی نے اس سلسلے میں جو تفصیلات قلم بند کی ہیں، اس کے لیے طبقات ابن سعد کی جس روایت کا حوالہ دیا ہے وہ قاسم بن عثمان بصری کی وجہ سے قابل استناد نہیں، (ملاحظہ ہو طبقات ۲۶۷/۳ اور لسان المیزان ۴۶۳/۵) یہی کیفیت اسد الغابۃ کی روایت کی بھی ہے۔ کیونکہ اس کی سند ابن اسحاق تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔ (۶۴۴/۳) مزید برآں امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں اس روایت کے لیے وھی منکرۃ جداً (بہت منکر) کے الفاظ استعمال کیے ہیں (ملاحظہ ہو میزان ۳۷۵/۳) مولانا نے ابن الاثیر کی "الکامل" کا بھی حوالہ دیا ہے۔ ابن الاثیر نے اس روایت کی نہ سند بتائی اور نہ اپنا ماخذ تحریر کیا۔ (الکامل ۵۰۲/۱-۵۰۴)

☆ تعذیب المسلمین (قریش کے ہاتھوں حضرت خبابؓ کی تعذیب اور ایذا رسانی کی تفصیلات ۲۲۸/۱) مولانا نے اس سلسلے میں ابن سعد کی جس روایت کا حوالہ دیا ہے، وہ قابل استناد نہیں۔ کیونکہ اس کی سند میں حبان بن علی اور مجالد کے نام آتے ہیں اور یہ دونوں ضعیف ہیں۔ مزید برآں اس کی سند شعبی تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔ (ابن سعد ۱۶۵/۳)

☆ (حضرت عمارؓ، حضرت یاسرؓ اور حضرت سمیہ کے واقعات ۲۲۹/۱-۲۳۰) حوالے مذکور نہیں۔ مولانا نے بیشتر جزئیات ابن سعد سے نقل کی ہیں اور ابن سعد کا ماخذ واقدی ہیں (ابن سعد ۲۴۶/۳-۲۴۸) حضرت عمار کے زمانۂ اسلام کے بارے میں مولانا نے ابن الاثیر کا حوالہ دیا ہے لیکن خود ابن الاثیر کے یہاں کوئی حوالہ ہے نہ سند۔ (الکامل ۲۴/۲)

☆ (حضرت صہیبؓ کے نام و نسب اور وطن وغیرہ کا بیان ۲۳۰/۱) حوالہ مذکور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ابن سعد کا قول ہے لیکن انھوں نے اپنی سند نہیں بتائی (ابن سعد ۳/۲۲۶)

☆ (آپ ﷺ نے اسلام کی ترغیب دی اور یہ مسلمان ہو گئے ۱/۲۲۰) ابن سعد کی روایت ہے، جو واقدی سے مروی ہے۔ (ابن سعد ۳/۲۲۷)

☆ (قریش ان کو اس قدر اذیت دیتے تھے کہ ان کے حواس مختل ہو جاتے تھے ۱/۲۳۰) مولانا نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ابن سعد نے یہ مضمون واقدی سے نقل کیا ہے۔ (ابن سعد ۳/۳۴۸)

☆ (مہاجرین حبشہ کی فہرست ۱/۲۳۴-۲۳۶) مولانا نے طبری کا حوالہ دیا ہے طبری نے یہ روایت ابن سعد سے اور انھوں نے واقدی سے نقل کی ہے۔(طبری ۲/۲۲۱)

☆ (حبشہ کی طرف دوبارہ ہجرت ۱/۲۴۳) مولانا نے ابن سعد کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن ابن سعد کا ماخذ واقدی ہیں۔(ابن سعد ۱/۲۰۷)

☆ شعب ابی طالب میں محصوری (ایک دن حکیم بن حزام نے جو حضرت خدیجہؓ کا بھتیجا تھا۔تھوڑے سے گیہوں اپنے غلام کے ہاتھ حضرت خدیجہؓ کے پاس بھیجے۔راہ میں ابوجہل نے دیکھا اور چھین لینا چاہا الخ ۱/۲۴۶) مولانا نے کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔اصلاً یہ ابن اسحٰق کی روایت ہے جس کی سند مذکور نہیں (ابن ہشام ۱/۳۵۳) موسیٰ بن عقبہ نے بھی زہری سے مرسلاً نقل کیا ہے۔(تاریخ اسلام للذہبی ۲/۲۲۱)

☆ (متصل تین برس تک آنحضرت ﷺ اور تمام آل ہاشم نے یہ مصیبتیں جھیلیں، بالآخر دشمنوں ہی کو رحم آیا اور خود انھیں کی طرف سے اس معاہدے کے توڑنے کی تحریک ہوئی ....الخ ۱/۲۴۶) ابن اسحٰق کی روایت ہے جس کی سند مذکور نہیں۔(ابن ہشام ۱/۳۷۴-۳۷۵) یہ ٹکڑا بھی موسیٰ بن عقبہ کے یہاں موجود ہے، لیکن مرسل ہے۔ (بحوالہ بالا)

☆ (بقول ابن سعد یہ (شعب ابوطالب سے رہائی) ۱۰ سنہ نبوی کا واقعہ ہے ۱/۲۴۷) ابن سعد کا ماخذ واقدی ہیں۔ (ابن سعد ۱/۲۱۰)

☆ (آنحضرت ﷺ کی دعا سے ابوطالب کی شفایابی ۱/۲۴۹) مولانا نے اصابہ کا حوالہ دیا ہے۔وہاں اس کی سند دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ روایت ہیثم البکا،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے طریق سے مروی ہے، جو ایک ضعیف راوی ہے۔ (اصابۃ ۱۱۵/۴) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو میزان الاعتدال للذہبی ۳۱۹/۴)

☆ (ابو طالب اور خدیجہ کے اٹھ جانے کے بعد (قریش) نہایت بے رحمی و بے باکی سے آنحضرت ﷺ کو ستاتے تھے۔ ۲۵۰/۱) مولانا نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ ابن سعد نے اسے واقدی سے نقل کیا ہے۔ (۲۱۱/۱) اور طبری نے ابن اسحاق سے (۳۲۹/۲) موسیٰ بن عقبہ کے یہاں بھی زہری سے مرسلاً مروی ہے۔

(تاریخ الاسلام ۲۸۲/۲)

☆ (ایک دفعہ آپ راہ میں جا رہے تھے۔ ایک شقی نے فرق مبارک پر خاک ڈالدی... آپ کی صاحبزادی نے دیکھا تو پانی لے کر آئیں آپ کا سر دھوتی تھیں اور جوش محبت سے روتی جاتی تھیں۔ آپ نے فرمایا جان پدر روؤ نہیں خدا تیرے باپ کو بچالے گا (۲۵۰/۱) ابن اسحٰق کی مرسل روایت ہے، جس کی سند حضرت عروہ پر ختم ہو جاتی ہے۔ (ابن ہشام ۴۱۶/۱) حافظ ذہبی نے اسے "غریب مرسل" کہا ہے۔

(تاریخ الاسلام ۲۳۵/۲)

☆ (طائف کا تبلیغی سفر، وہاں کے رؤسا میں عبد یالیل، مسعود اور حبیب سے گفتگو کی تفصیل۔ ۲۵۰/۱) ابن اسحٰق کی یہ روایت مرسل ہے۔ محمد بن کعب قرظی پر اس کی سند ختم ہو جاتی ہے۔ (ابن ہشام ۴۱۸/۱)

☆ طائف کے بازاریوں کی آنحضرت ﷺ کے ساتھ بدسلوکی۔ پتھر مارنا گالیاں دینا، تالیاں بجانا وغیرہ ۲۵۱/۱) اس روایت کی سند بھی محمد بن کعب قرظی پر ختم ہو جاتی ہے۔ (ابن ہشام ۴۱۹/۱، طبری ۲۲۹/۲) یہ مضمون زہری اور عروہ سے بھی مروی ہے، لیکن دونوں روایتیں مرسل ہیں۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ۲۸۲/۲-۲۸۳، دلائل النبوۃ للبیہقی ۴۱۵/۲-۴۱۶ المغازی لعروۃ ۱۱۸-۱۱۹)

☆ (مطعم بن عدی کے جوار کا واقعہ ۲۵۱-۲۵۲) مولانا نے ابن سعد کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن ان کا ماخذ واقدی ہیں۔ (ابن سعد ۲۱۳/۱) طبری کی روایت میں سند مذکور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ (طبری ۲/۲۳۱)

☆ (قبائل عرب کا دورہ ۱/۲۵۲) مولانا نے قبائل کے نام کے سلسلے میں ابن سعد کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن ان کا ماخذ واقدی ہیں۔ (ابن سعد ۱/۲۱۶)

☆ (بنی حنیفہ یمن میں آباد تھے۔ ان لوگوں نے نہایت تلخی کے ساتھ جواب دیا ۱/۲۵۳) ابن اسحٰق کی روایت ہے۔ اس کی سند میں انقطاع بھی ہے اور ارسال بھی۔

(ابن ہشام ۱/۴۲۴)

☆ (قبیلہ بنو عامر میں تبلیغی دورہ۔ بحیرہ بن فراس کی گفتگو ۱/۲۵۴) ابن اسحٰق کی روایت ہے، جو مراسیل زہری میں ہے۔ (طبری ۲/۲۳۲)

☆ (قریش کی جانب سے رسول اللہ ﷺ کی ایذا رسانیاں ۱/۲۵۴) مولانا نے ابن سعد کا حوالہ دیا ہے۔ ان کا ماخذ واقدی ہیں۔ (ابن سعد ۱/۲۰۰)

☆ (آنحضرت ﷺ کی سوید بن صامت سے ملاقات اور گفتگو ۱/۲۶۰-۲۶۱) ابن اسحٰق کی روایت ہے جس کی سند عاصم بن عمر بن قتادہ پر منتہی ہو جاتی ہے۔

(ابن ہشام ۱/۴۲۵)

☆ (واقعہ ہجرت) (صبح کو قریش کی آنکھیں کھلیں تو پلنگ پر آنحضرت ﷺ کے بجائے حضرت علیؓ تھے۔ ظالموں نے آپ کو پکڑ کر اور حرم میں لے جا کر تھوڑی دیر محبوس رکھا اور چھوڑ دیا ۱/۲۷۲) ابن اسحٰق کی مرسل روایت ہے اس کی سند محمد بن کعب القرظی پر ختم ہو جاتی ہے۔ (طبری ۲/۲۴۵)

☆ (ابن سعد نے طبقات میں اس مقدس سفر کی تمام منزلیں گنائی ہیں....الخ ۱/۲۷۴) ابن سعد کی یہ روایت واقدی کے طریق سے مروی ہے۔

(ابن سعد ۱/۲۳۲-۲۳۳)

☆ (لوگ ہر روز تڑکے سے نکل نکل کر شہر کے باہر جمع ہوتے اور دوپہر تک انتظار کر کے حسرت کے ساتھ واپس چلے جاتے۔ ایک دن انتظار کر کے واپس جا چکے تھے کہ ایک یہودی نے قلعے سے دیکھا اور قرائن سے پہچان کر پکارا کہ اہل عرب لو تم جس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا انتظار کرتے تھے وہ آ گیا۔ تمام شہر تکبیر کی آواز سے گونج اٹھا۔ انصار ہتھیار سج سج کر بے تابانہ گھروں سے نکل آئے ۱/۲۷۵)

مولانا نے اس پیراگراف کے لیے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ پورا بیان لفظ بہ لفظ ابن سعد سے ماخوذ ہے اور روایت اصلاً واقدی کی ہے (ابن سعد ۱/۲۳۳)

☆ (قباء میں بنو عمرو بن عوف میں قیام "اکثر اکابر صحابہ جو آنحضرت ﷺ سے پہلے مدینہ آ چکے تھے وہ بھی انھی کلثوم بن ہدم کے گھر اترے تھے"۔ ۱/۲۷۵)

مولانا نے ابن سعد کا حوالہ دیا ہے، روایت واقدی کی ہے (ابن سعد ۳/۶۲۳)

☆ (مدینہ میں آ کر آپؐ نے حضرت زیدؓ اور اپنے غلام ابو رافع کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم دے کر بھیجا کہ مکہ جا کر صاحبزادیوں اور حرم نبوی کو لے آئیں.... الخ (۱/۲۸۰) مولانا نے ابن سعد کا حوالہ دیا ہے۔ روایت واقدی کی ہے۔

(ابن سعد ۸/۶۳ و ۸/۱۶۵)

☆ (حضرت ام سلمہؓ، حضرت ام حبیبہؓ، حضرت زینبؓ، حضرت جویریہؓ، حضرت میمونہؓ، حضرت زینب بنت جحش کے مکانات شامی جانب تھے اور حضرت عائشہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت سودہؓ مقابل جانب تھیں۔ ۱/۲۸۲)

مولانا نے ابن سعد کا حوالہ دیا ہے۔ روایت واقدی کی ہے (ابن سعد ۸/۱۶۳)

☆ (حضرت سعد بن عبادہ، حضرت سعد بن معاذ، حضرت عمارہ بن حزم اور حضرت ابو ایوبؓ رئیس اور دولت مند لوگ تھے۔ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں دودھ بھیج دیا کرتے تھے اور اسی پر آپ بسر فرماتے تھے۔ ۱/۲۸۲)

حوالہ مذکور نہیں ہے۔ ابن سعد نے یہ روایت واقدی نے نقل کی ہے۔ لیکن وہاں دودھ کے بجائے۔ ہدیہ کا ذکر ہے۔ (ابن سعد ۸/۱۶۳)

☆ (حضرت سعدؓ بن عبادہ نے التزام کر لیا تھا کہ رات کے کھانے پر ہمیشہ اپنے ہاں سے ایک بڑا ہادیہ بھیجا کرتے تھے، جس میں کبھی سالن کبھی دودھ کبھی گھی ہوتا تھا۔ ۱/۲۸۲)

مولانا نے ابن سعد کا حوالہ دیا ہے۔ روایت اصلاً واقدی کی ہے (ابن سعد ۸/۱۶۳)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ (بنونضیر کی جلاوطنی کے بعد آنحضرت ﷺ نے انصار کو پیش کش کی کہ تم مہاجرین سے اپنے نخلستان واپس لے لو۔ نئے مقبوضات تنہا ان کو دے دیئے جائیں.....الخ ۲۸۶/۱)

مولانا نے فتوح البلدان کا حوالہ دیا ہے۔ بلاذری نے اس کی تخریج کلبی کے طریق سے کی ہے۔ جو شیعیت اور دروغ گوئی کے ساتھ متہم ہے۔ (فتوح البلدان ۳۰)

☆ (حضرت عثمانؓ، حضرت مقدادؓ، حضرت عبیدہؓ کو انصار نے اپنے مکانات کے پہلو میں زمینیں دیں۔ ۲۸۸/۱) مولانا نے معجم البلدان کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن وہاں اس روایت کی کوئی سند مذکور نہیں۔ (معجم البلدان ۸۶/۵)

☆ (مواخاۃ کے رشتے سے جو لوگ آپس میں بھائی بھائی بنے، ان میں سے بعض حضرات کے نام یہ ہیں.....الخ ۲۸۸/۱)

ابن اسحٰق کی روایت ہے جس کی سند مذکور نہیں انھوں نے "فیما بلغنا" کہہ کر روایت بیان کی ہے۔ (ابن ہشام ۵۰۴/۱-۵۰۷)

☆ یہود مدینہ (ایک بڑے مؤرخ یعقوبی نے صاف تصریح کی ہے کہ قریظہ اور نضیر عرب تھے۔ ۲۹۵)

یعقوبی (متوفی مابعد ۲۹۲ھ) عصر عباسی کا آدمی ہے۔ اس نے اس بیان کے لیے کوئی سند ذکر کی، نہ اپنا ماخذ تحریر کیا۔ (تاریخ یعقوبی ۴۹/۲)

☆ واقعات متفرقہ (آنحضرت ﷺ نے بنونجار سے فرمایا: میں خود تمہارا نقیب ہوں۔ ۲۹۷/۱) ابن اسحٰق کی یہ روایت مرسل ہے، عاصم بن عمر بن قتادہ پر اس کی سند ختم ہو جاتی ہے۔ (طبری ۲۵۷/۲، ابن ہشام ۵۰۷/۱)

☆ سلسلۂ غزوات (حرم کی تولیت کی وجہ سے تمام عرب قریش کا احترام کرتا تھا۔ مکہ سے مدینہ تک کے قبائل قریش کے زیر اثر تھے۔ ۳۰۷/۱)

ابن اسحٰق کا قول ہے جس کی سند مذکور نہیں (ابن ہشام ۵۶۰/۲)

☆ قتل حضرمی (تمام لڑائیاں جو قریش سے پیش آئیں، سب کا سبب یہ حضرمی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا نقل ہے۔ علامہ طبری لکھتے ہیں الخ ۱/۳۱۴)

یہ روایت حضرت عروہ بن زبیر سے مرسلاً مروی ہے (طبری ۲/۲۶۷)

☆ غزوۂ بدر (ابن سعد میں ابوسفیان سردار قافلہ کا قول لکھا ہے: واللہ مابمکة من قرشی ولا قرشیة له نش فصاعداً الا بعث به معنا ۱/۳۱۵ حاشیہ) ابن سعد کا یہ بیان واقدی سے ماخوذ ہے۔

(ابن سعد ۲/۱۳، کتاب المغازی للواقدی ۱/۲۷)

☆ (غرض ۱۲/رمضان ۲ھ کو آپ تقریباً تین سو جاں نثاروں کے ساتھ شہر سے نکلے۔ ایک میل چل کر فوج کا جائزہ لیا، جو کم عمر تھے واپس کر دیے گئے ۱/۳۱۶) یہ پورا بیان ابن سعد نے واقدی سے اور انھوں نے جمع روایات کے اپنے طریقے کے مطابق مختلف شیوخ سے نقل کیا ہے۔ (ابن سعد ۲/۱۲، واقدی ۱/۱۲۳)

☆ (غزوۂ بدر کے موقع پر لشکر قریش کو کھانا کھلانے والوں کی فہرست ۱/۳۱۷) ابن اسحٰق کا بیان ہے جس کی سند مذکور نہیں (ابن ہشام ۱/۴۶۴)

☆ (حضرت حبابؓ بن منذر نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ جو قیام انتخاب کیا گیا ہے، وحی کے رو سے ہے، یا فوجی تدبیر ہے؟ الخ ۱/۳۱۸) ابن اسحٰق کی روایت ہے جس کی سند مذکور نہیں۔ (ابن ہشام ۱/۶۲۰)

☆ (جنگ ٹالنے کے لیے حکیم بن حزام کی کوشش، عتبہ کی رضامندی ابوجہل کا انکار و عناد ۱/۳۱۹-۳۲۰)

مولانا نے طبری کا حوالہ دیا ہے۔ اس بیان میں عتبہ کی رضامندی تک کا واقعہ طبری کے یہاں موصولاً مروی ہے لیکن ابوجہل کے انکار کی تفصیل جو سیرۃ النبی (۱/۳۶۳) میں مذکور ہے وہ ابن اسحٰق کی روایت ہے جس کی سند ادھوری ہے۔ (ابن ہشام ۱/۶۲۳، طبری ۲/۲۷۹)

☆ (مہاجرین کا علم حضرت مصعبؓ بن عمیر کو عنایت فرمایا، خزرج کے علم بردار حضرت حبابؓ بن منذر اور اوس کے حضرت سعدؓ بن معاذ مقرر ہوئے۔ ۱/۳۲۰)

مولانا نے کوئی حوالہ نہیں دیا لیکن ان کا یہ بیان من وعن ابن سعد سے ماخوذ ہے (۲/۱۴)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ابن سعد کی عبارت لفظ بہ لفظ واقدی سے ماخوذ ہے۔ (کتاب المغازی ۵۸/۱)

☆ (حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے میدان جنگ میں بڑھے تو حضرت ابوبکرؓ تلوار کھینچ کر نکلے ۳۲۲/۱) مولانا نے ابن عبدالبر کی الاستیعاب کا حوالہ دیا ہے لیکن ابن عبدالبر نے اس روایت کی کوئی سند ذکر نہیں کی (الاستیعاب ۳۹۳/۲)

☆ (حضرت عمرؓ کی تلوار ماموں کے خون سے رنگین تھی ۳۲۲/۱)

ابن ہشام نے یہ روایت ابوعبیدہ سے نقل کی ہے، لیکن آگے کی سند مذکور نہیں ان کے الفاظ یہ ہیں۔ وحدثنی ابوعبیدة وغیره من اهل العلم بالمغازی (ابن هشام ۶۳۶/۱)

☆ (اسیران جنگ میں ام المومنین حضرت سودہؓ کے عزیز سہیل بن عمر بھی تھے۔ ان پر نگاہ پڑی تو بے ساختہ بول اٹھیں کہ تم نے بھی عورتوں کی طرح خود بیڑیاں پہن لیں یہ نہ ہو سکا کہ لڑ کر مر جاتے۔ ۳۲۹/۱)

ابن اسحٰق کی روایت ہے جس کی سند یحییٰ بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن اسعد بن زرارہ پر ختم ہو جاتی ہے۔ (ابن ہشام ۶۴۵/۱)

☆ (ان قیدیوں میں ابوعزیز تھے، جو مصعبؓ بن عمیر کے بھائی تھے۔ ان کا بیان ہے کہ مجھ کو جن انصاریوں نے اپنے گھر میں قید کر رکھا تھا، جب صبح یا شام کا کھانا لاتے تو روٹی میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوریں اٹھا لیتے الخ ۳۳۰/۱) یہ روایت ابن اسحٰق کی ہے اور بقیہ بن وہب بن عثمان العبدری سے مرسلاً مروی ہے۔ (طبری ۲۸۷/۲)

☆ (بدر کی خبر مکہ میں پہنچی تو گھر گھر ماتم تھا، لیکن غیرت کی وجہ سے قریش نے منادی کرا دی کہ کوئی شخص رونے نہ پائے، اسود کا اپنے بیٹوں کا مرثیہ ۳۳۴/۱-۳۳۵) مولانا نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ یہ ابن اسحٰق کی روایت ہے، جو عباد بن عبداللہ بن الزبیر سے مرسلاً مروی ہے۔ (ابن ہشام ۶۴۷/۱-۶۴۸)

☆ (حضرت خیثمہؓ بن سعد کا شوق شہادت ۳۵۹/۱)

مولانا نے الاستیعاب کا حوالہ دیا ہے، لیکن وہاں اس روایت کی کوئی سند مذکور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں (الاستیعاب ۵۴۷/۲) الاصابہ کا بھی حوالہ ہے، لیکن وہاں امام زہری اور سلیمان بن ابان سے مرسلاً مروی ہے۔ (الاصابۃ ۲۵/۲)

☆ (غزوۂ بدر سے متعلق عروہ بن زبیر کا خط عبدالملک کے نام ۳۶۱/۱) طبری کی روایت ہے۔ حضرت عروہ سے مرسلاً مروی ہے۔ (طبری ۲۶۷/۲)

☆ (غزوۂ سویق ۳۶۵/۱-۳۶۶) اس غزوے سے متعلق مولانا نے کہیں کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔ اس سلسلے میں ان کا ماخذ ابن اسحٰق کی روایت ہے جو عبداللہ بن کعب بن مالک سے مرسلاً مروی ہے (ابن ہشام ۴۴/۲-۴۵)

ابوسفیان کی منت کا یہ فقرہ کہ مقتولین بدر کا انتقام لیے بغیر وہ سر میں تیل نہ ڈالے گا، ابی سعد سے ماخوذ ہے اور ابن سعد کا ماخذ واقدی ہیں۔

(ابن سعد ۳۰/۲، واقدی ۱۸۱/۱)

☆ حضرت فاطمہ زہرا کی شادی ذی الحجہ ۲ھ (حضرت فاطمہ جو آنحضرت ﷺ کی صاحبزادیوں میں سب سے کم سن تھیں اب ان کی عمر اٹھارہ برس کی ہو چکی تھی ۳۶۶/۱) مولانا نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ حضرت فاطمہ کی عمر کے سلسلے میں یہ ابن سعد کی روایت ہے، جو واقدی سے مروی ہے۔ (ابن سعد ۲۲/۸)

☆ (شادی کے بعد حضرت فاطمہؓ کی رخصتی کے لیے مکان کا انتظام ۳۶۷/۱) مولانا نے یہاں بھی کوئی حوالہ نہیں دیا، لیکن ان کا ماخذ واقدی کی روایت ہے جو ابن سعد نے نقل کی ہے۔ (ابن سعد ۲۲/۸)

☆ غزوۂ احد (ان عورتوں کے نام جو لشکر کا حوصلہ بڑھانے کے لیے کفار کی طرف سے جنگ احد میں شریک تھیں ۳۷۱/۱) مولانا طبری کا حوالہ دیا ہے۔ یہ ابن اسحٰق کی مرسل روایت ہے۔ انھوں نے امام زہری، محمد بن یحییٰ بن حباب، عاصم بن عمر بن قتادہ اور حصین بن عبدالرحمٰن بن عمر بن سعد بن معاذ کے بیانات کو جمع کر کے ایک روایت کی شکل دے دی ہے۔ (طبری ۱۰/۳، ابن ہشام ۶۲/۲)

☆ (کفار کی پیش قدمی کی اطلاع حضرت عباس نے مکہ سے خط بھیج کر کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱/۳۷۱) حوالہ مذکور نہیں۔ مولانا نے یہ روایت ابن سعد سے لی ہے اور ابن سعد کا ماخذ واقدی ہیں۔ (ابن سعد ۲/۳۷، واقدی ۱/۲۰۳-۲۰۴)

☆ (۵/شوال ۳ھ کو آنحضرت ﷺ کا انس اور مونس کو خبر رسانی کے لیے اور حباب بن منذر کو فوج قریش کی تعداد معلوم کرنے کے لیے بھیجنا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ کو پہرے پر مقرر کرنا۔ ۱/۳۷۱-۳۷۲)

مولانا نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ ان کا ماخذ طبری اور ابن سعد ہیں اور ان دونوں نے یہ تفصیلات واقدی سے لی ہیں (ابن سعد ۲/۳۷، واقدی ۱/۲۰۶-۲۰۷)

☆ (آنحضرت ﷺ کا صحابہ سے مشورہ۔ مہاجرین نے عموماً اور انصار میں سے اکابر نے رائے دی کہ عورتیں باہر قلعوں میں بھیج دی جائیں اور شہر میں پناہ گیر ہو کر مقابلہ کیا جائے۔ ۱/۳۷۲)

حوالہ مذکور نہیں۔ مشورے کی یہ تفصیل مولانا نے ابن سعد سے لی ہے اور ان کا ماخذ واقدی ہیں۔ (ابن سعد ۲/۳۸، واقدی ۱/۲۰۹-۲۱۰)

☆ (جنگ احد کے موقع پر مسلمانوں میں ایک سو زرہ پوش تھے ۱/۳۷۲) حوالہ مذکور نہیں۔ طبری نے واقدی کے حوالہ سے نقل کیا ہے (طبری ۳/۱۲، واقدی ۱/۲۱۵)

☆ (ان صحابہ کے نام جو کم سن ہونے کی بنا پر جنگ احد میں واپس بھیج دیے گئے۔ ۱/۳۷۳) حوالہ مذکور نہیں۔ ناموں کی فہرست طبری نے واقدی کے حوالے سے نقل کی ہے۔ (طبری ۳/۱۲)

☆ (حضرت رافع بن خدیج کا انگوٹھے کے بل تن کر کھڑے ہونے کی بنا پر ساتھ لے لیا جانا ۱/۳۷۳) مولانا نے طبری کا حوالہ دیا ہے، لیکن طبری نے اسے واقدی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ (طبری ۳/۱۲، واقدی ۱/۲۱۶)

☆ (حضرت سمرہؓ بن جندب کا رافع کو کشتی میں پچھاڑنے کی بنا پر لے لیا جانا ۱/۳۷۳) حوالہ مذکور نہیں، طبری نے یہ روایت بھی واقدی کے حوالے سے نقل کی ہے۔ (طبری ۳/۱۳، واقدی ۱/۳۱۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ (کفار کے لشکر کی ترتیب، خاتون قریش کی مرثیہ و رجز خوانی، آغاز جنگ، ابو عامر کی گفتگو حضرت علیؓ کے ہاتھوں قریش کے علم بردار طلحہ کا قتل، حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں طلحہ کے بھائی عثمان کا قتل ۱/۳۷۳-۳۷۴)

مولانا شبلی نے ان تمام واقعات کو کسی سند و حوالہ کے بغیر تحریر کیا ہے۔ ان سب کے سلسلے میں مولانا کا ماخذ ابن سعد ہیں اور ابن سعد کا ماخذ واقدی ہیں۔

(ابن سعد ۲/۴۰-۴۱، واقدی ۱/۲۲۰-۲۲۷)

☆ (کفار کے علم بردار صواب کی دلیری و جاں بازی ۱/۳۷۶) ابن اسحٰق کی روایت ہے جس کی سند مذکور نہیں ابن ہشام ۷۸/) طبری کے یہاں بھی اسی روایت کا حوالہ ہے۔ (۱۷/۳)

☆ (حضرت حنظلہؓ کی جاں بازی و شہادت، ۱/۳۷۷) ان واقعات کے لیے بھی مولانا نے کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔ ابن اسحٰق نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے نقل کیا ہے۔ (ابن ہشام ۲/۷۵)

☆ (سریۂ ابی سلمہ) ۱/۳۸۹ اس سریہ کی تاریخ اور دوسری تفصیلات کے لیے مولانا نے ابن سعد کا حوالہ دیا ہے، لیکن ابن سعد کی روایت لفظ بہ لفظ واقدی کی کتاب المغازی پر مبنی ہے۔ (ابن سعد ۲/۵۰، واقدی ۱/۳۴۱)

☆ (سریۂ ابن انیس ۱/۳۸۹) مولانا نے ابن سعد کا حوالہ دیا ہے لیکن ابن سعد کا ماخذ واقدی ہیں۔ (ابن سعد ۲/۵۰، واقدی ۲/۵۳۱)

☆ غزوۂ بنی قینقاع (قبائل یہود میں سب سے زیادہ جری اور بہادر قینقاع تھے، ۱/۴۰۳) مولانا نے ابن سعد کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن ابن سعد کا بیان لفظ بہ لفظ واقدی سے ماخوذ ہے۔ (ابن سعد ۲/۲۹ واقدی ۱/۱۷۸)

☆ (ابن ہشام اور طبری نے ابن اسحٰق کے طریق سے عاصم بن قتادہ انصاری کی روایت نقل کی ہے: ان بنی قینقاع کانوا اول یھود نقضوا.....الخ ۱/۴۰۴) یہ روایت مرسل ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ (ابن سعد نے بنوقینقاع کے ذکر میں لکھا ہے : "فلما كانت وقعة بدر اظهروا البغي والحسد الخ" ۱/۴۰۴)

ابن سعد کا یہ بیان واقدی سے ماخوذ ہے۔(ابن سعد ۲/۲۹ واقدی ۱/۱۷۶)

☆ (ایک مسلمان خاتون کی یہودیوں کے ہاتھوں بے حرمتی ۱/۴۰۴)

مولانا نے کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔ یہ روایت ابن ہشام نے نقل کی ہے۔اس کی سند ابوعون پر جا کر ختم ہو جاتی ہے۔ (ابن ہشام ۲/۴۷)

☆ (آں حضرت ﷺ سے بنی قینقاع کی بدکلامی ص۴۰۴) کوئی حوالہ مذکور نہیں۔ابن اسحٰق کا قول ہے، جس کی سند مذکور نہیں۔ (ابن ہشام ۲/۴۷)

☆ (بنوقینقاع کا محاصرہ اور جلاوطنی ۴۰۴-۴۰۵) کوئی حوالہ مذکور نہیں ابن اسحٰق نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے مرسلاً نقل کیا ہے(ابن ہشام ۲/۴۸)

☆ (بنوقینقاع کی کل تعداد، ان کے زرہ پوشوں کی تعداد ۱/۴۰۵) حوالہ مذکور نہیں۔ ابن اسحٰق نے عاصم بن عمر بن قتادہ سے مرسلاً روایت کیا ہے۔ (ابن ہشام ۲/۴۸)

☆ (قتل کعب بن الاشرف۔کعب بن اشرف کے حسب ونسب اور اس کی دولتمندی کا بیان ۱/۴۰۵) مولانا نے الخمیس کا حوالہ دیا ہے، لیکن یہ اصلاً ابن اسحٰق کی روایت ہے، جس کی سند مذکور نہیں۔(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتح الباری ۸/۳۳۹)

☆ (اس کو اسلام سے سخت عداوت تھی۔ بدر کی لڑائی میں سرداران قریش مارے گئے تو اس کو نہایت صدمہ ہوا۔تعزیت کے لیے مکہ گیا۔کشتگان بدر کے پر درد مرثیے... نہایت درد سے پڑھتا اور روتا اور رلاتا رہا۔)

یہ بیانات ابن اسحٰق کی روایت پر مبنی ہیں، جو مرسل ہے۔(ابن ہشام ۲/۵۱)

☆ (علامہ یعقوبی اپنی تاریخ میں بنونضیر کے واقعے میں لکھتے ہیں "كعب بن الاشرف اليهودي الذي أراد ان يمكر برسول الله ﷺ ۱/۴۰۷) تاریخ یعقوبی میں اس واقعے کی کوئی سند مذکور نہیں۔

☆ (ایک روایت میں ہے کہ مکہ میں چالیس آدمی لے کر گیا۔ وہاں ابوسفیان

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ملا اور اس کو بدر کے انتقام پر برانگیختہ کیا اور ابوسفیان سب کو لے کر حرم میں آیا۔ سب نے حرم کا پردہ تھام کر معاہدہ کیا کہ بدر کا انتقام لیں گے) مولانا نے اس بیان کے لیے تاریخ الخمیس کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن مجھے اس کتاب میں ایسی کوئی روایت نہیں ملی۔ البتہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ابن عائذ کے حوالے سے اس مضمون کی ایک روایت کا ذکر کیا ہے۔ لیکن یہ روایت کلبی کے طریق سے مروی ہے، جو محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ (فتح الباری ۳۴۰/۸)

☆ **غزوۂ بنی نضیر** (قبیلۂ عامر کے دو مقتولوں کی دیت کے سلسلے میں آنحضرت ﷺ کی بنو نضیر کی سازش قتل ۴۰۹/۱) ابن اسحٰق کی مرسل روایت ہے جو یزید بن رومان سے مروی ہے۔ (ابن ہشام ۱۹۰/۲)

☆ (بالآخر بنو نضیر اس شرط پر راضی ہوئے کہ جس قدر مال و اسباب لے جا سکیں لے جائیں اور مدینے سے باہر نکل جائیں.... ان میں سے معزز رؤساء... خیبر چلے گئے۔ وہاں لوگوں نے ان کا اس قدر احترام کیا کہ خیبر کا رئیس تسلیم کر لیا۔ ۴۱۲/۱)

ابن اسحٰق کا قول ہے جس کی سند مذکور نہیں (ابن ہشام ۱۹۱/۲ طبری ۳۸/۳)

☆ (بنو نضیر اگرچہ وطن چھوڑ کر نکلے، لیکن اس شان سے نکلے کہ جشن کا دھوکا ہوتا تھا.... الخ ۴۱۲/۱)

ابن اسحٰق کی مرسل روایت ہے۔ (ابن ہشام ۱۹۱/۲ طبری ۳۸/۳)

☆ (ہتھیاروں کا ذخیرہ جو ان لوگوں نے چھوڑا، اس میں پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس (۳۴۰) تلواریں تھیں۔ ۴۱۲/۱)

مولانا نے اس تفصیل کے سلسلے میں اپنے ماخذ کی نشاندہی نہیں کی۔ لیکن اصل میں یہ تفصیلات واقدی نے کتاب المغازی میں تحریر کی ہیں (۳۷۷/۱) وہیں سے ابن سعد نے بھی لیا ہے۔ (۵۸/۲)

☆ **غزوۂ ذات الرقاع** (سب سے پہلے انمار اور ثعلبہ نے یہ ارادہ کیا (یعنی مدینے پر حملے کا) لیکن آنحضرت ﷺ کو خبر ہو گئی۔ ۱۰ محرم ۵ھ کو آپ مدینے سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۰۰ صحابہ کو لے کر نکلے ۱/۴۱۳) مولانا نے ابن سعد کا حوالہ دیا ہے، لیکن ابن سعد کا ماخذ واقدی ہیں۔ (ابن سعد ۲/۶۱، واقدی ۱/۴۹۵)

☆ **دومۃ الجندل** (ربیع الاول ۵ھ میں خبر آئی کہ دومۃ الجندل میں ایک عظیم الشان فوج جمع ہو رہی ہے۔ آنحضرت ﷺ ایک ہزار کی جمعیت لے کر مدینے سے نکلے۔ ان کو خبر ہوئی تو وہ بھاگ گئے۔ (۱/۴۱۳)

مولانا نے اس بیان کے لیے کوئی حوالہ نہیں دیا، لیکن انھوں نے یہ تفصیلات ابن سعد سے لی ہیں اور ابن سعد کا ماخذ واقدی ہیں۔ (ابن سعد ۲/۶۲، واقدی ۱/۴۰۲-۴۰۳)

☆ **حدیث الحمس** (قریش نے اپنا لقب احمس رکھا، اس کی وجہ اور اس سلسلے کی دوسری تفصیلات ۱/۴۱۳-۴۱۴) ابن اسحٰق کا قول ہے، جس کی سند مذکور نہیں۔ (ابن ہشام ۱/۱۹۹)

☆ **غزوۂ بنی المصطلق** (غزوے کا سبب، اس کا سنہ اور تاریخ، مقتولین اور قیدیوں کی تعداد، مال غنیمت کی تفصیلات ۱/۴۱۴) مولانا نے ابن سعد کا حوالہ دیا ہے لیکن ابن سعد کا ماخذ واقدی ہیں۔ (ابن سعد ۲/۶۳-۶۵، واقدی ۱/۴۰۴-۴۰۵)

☆ (مہاجرین وانصار کے درمیان بعض منافقین کی فتنہ گری کی کوششیں، بیچ بچاؤ، عبداللہ بن ابی کا منافقانہ کردار ۱/۴۱۵) ابن اسحٰق کی مرسل روایت ہے۔
(ابن ہشام ۲/۲۹۰-۲۹۳، طبری ۶۳-۶۵)

☆ **تزویج حضرت جویریہؓ** (اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت جویریہؓ کا باپ رئیس عرب تھا..... چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان سے شادی کر لی ۱/۴۱۸)

ابن سعد کی یہ روایت ابوقلابہ سے مرسلاً مروی ہے (ابن سعد ۸/۱۱۸)

☆ - (ابن سعد نے طبقات میں یہ روایت بھی کی ہے کہ حضرت جویریہؓ کے والد نے ان کا زر فدیہ ادا کیا اور جب وہ آزاد ہو گئیں تو آنحضرت ﷺ نے ان سے نکاح کیا۔ ۱/۴۱۸)

ابن سعد کی یہ روایت واقدی کے طریق سے مروی ہے۔ (ابن سعد ۸/۱۱۷)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ **غزوۂ خندق** (رؤساء بنونضیر کا مکہ جا کر قریش کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف سازش کرنا، اگر ہمارا ساتھ دو تو اسلام کا استیصال کر دیا جا سکتا ہے۔ (۴۲۰/۱)

ابن اسحٰق کی مرسل روایت ہے، یہ روایت انھوں نے عبداللہ بن کعب بن مالک محمد بن کعب القرظی اور زہری سے حاصل شدہ معلومات کو جمع کر کے نقل کی ہے۔

(ابن ہشام ۲۱۴/۲)

☆ (غطفان، بنواسد، بنوسلیم اور بنوسعد کی قریش اور بنونضیر کے ساتھ شرکت۔ ۴۲۰/۱)

مولانا نے ابن سعد کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن ابن سعد کا ماخذ واقدی ہیں۔

(ابن سعد ۶۶/۲، واقدی ۴۴۲/۲-۴۴۳)

☆ (یہ لشکر تین مستقل فوجوں میں تقسیم تھا۔ غطفان کی فوجیں عیینہ بن حصن فزاری کی کمان میں تھیں جو عرب کا مشہور سردار تھا۔ بنواسد طلیحہ کی افسری میں تھے اور ابوسفیان سپہ سالار کل تھا۔ (۴۲۰/۱)

ابن سعد کا حوالہ دیا گیا ہے۔ لیکن ان کا ماخذ واقدی ہیں (ابن سعد ۶۶/۲ واقدی ۴۴۴/۲)

☆ (آنحضرت ﷺ نے تین ہزار صحابہ کے ساتھ ... خندق کی تیاریاں شروع کیں۔ یہ ذوقعدہ ۵ھ کی ۸ تاریخ تھی، ۴۲۱/۱) حوالہ مذکور نہیں۔ مولانا کا بیان ابن سعد سے ماخوذ ہے اور ابن سعد کا ماخذ واقدی ہیں۔ (ابن سعد ۶۷/۲ واقدی ۴۴۰/۲)

☆ (**بنوقریظہ** کی بدعہدی کی تفصیلات ۴۲۳/۱)

ابن اسحٰق کا قول ہے جس کی سند مذکور نہیں۔ (ابن ہشام ۲۲۰/۲)

☆ (محاصرہ کی سختی کی بنا پر آنحضرت ﷺ کا مدینے کی ایک تہائی پیداوار پر غطفان سے ارادۂ صلح، حضرت سعدؓ بن عبادہ اور حضرت سعدؓ بن معاذ سے مشورہ ان دونوں حضرات کی عدم رضامندی ۴۲۵) امام زہری کی مرسل روایت ہے جو ابن اسحٰق نے نقل کی ہے۔ (ابن ہشام ۲۲۳/۲، طبری ۴۷/۳-۴۸)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ (حملۂ عام، بعض قریشی سرداروں کا خندق کو عبور کر لینا، حضرت علیؓ اور عمرو بن دُو کا کا مکالمہ و مقابلہ۔ ۱/۴۲۶-۴۲۷)

مولانا نے ابن سعد اور الخمیس کا حوالہ دیا ہے، لیکن مذکورہ بالا امور سے متعلق انھوں نے جو جزئیات و تفصیلات قلمبند کی ہیں وہ معمولی تغیر کے ساتھ تقریباً لفظ بہ لفظ واقدی سے ماخوذ ہیں (کتاب المغازی ۲/۴۷۱-۴۷۲)

☆ (اس (عمرو بن دُو) نے کہا میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا۔ آپ (حضرت علیؓ) نے فرمایا لیکن میں چاہتا ہوں۔ عمرو اب غصے سے بے تاب تھا۔ پر تلے سے تلوار نکالی اور آگے بڑھ کر وار کیا۔ ۱/۴۲۷)

یہ ابن اسحٰق کا قول ہے جس کی سند مذکور نہیں (ابن ہشام ۲/۲۲۵)

☆ (قاموس میں لکھا ہے کہ حضرت علی کو ذوالقرنین بھی کہتے ہیں، جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی پیشانی پر دو زخموں کے نشان تھے.... الخ ۱/۲۲۷)

صاحب الخمیس کا بیان ہے جس کی سند مذکور نہیں (الخمیس ۱/۴۸۷)

☆ (ضرار اور جبیرہ کا حملہ، حضرت علی کا دفاع۔ حضرت عمرؓ کی جانب سے ضرار کا تعاقب، ضرار کا حضرت عمر پر برچھے سے وار، لیکن پھر انھیں چھوڑ دینا اور یہ کہنا کہ عمر اس احسان کو یاد رکھنا ۱/۴۲۸) مولانا نے الخمیس کا حوالہ دیا ہے وہاں یہ بیان الکلاعی کی الاکتفاء کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے، لیکن اس کی سند مذکور نہیں۔ (الخمیس ۱/۴۸۷)

☆ (نوفل بھاگتے ہوئے خندق میں گرا۔ صحابہ نے تیر مارنے شروع کیے۔ اس نے کہا مسلمانو! میں شریفانہ موت چاہتا ہوں حضرت علیؓ نے درخواست منظور کی اور خندق میں اتر کر تلوار سے مارا کہ شریفوں کے شایان تھا ۱/۴۲۸)

ابن اسحٰق کی روایت ہے، جسے طبری نے نقل کیا ہے (۳/۴۸-۴۹) حافظ ابن کثیر اسکو غریب کہا ہے وھذا غریب من وجہین (البدایۃ والنہایۃ ۴/۱۰۲)

☆ **غزوۂ بنی قریظہ** (قریظہ نے احزاب میں علانیہ شرکت کی اور شکست

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھا کر ہٹ آئے تو اسلام کے سب سے بڑے دشمن حیی بن اخطب کو ساتھ لائے ۱/۴۳۴) ابن اسحٰق کا قول ہے، جس کی سند مذکور نہیں (ابن ہشام ۲/۲۳۵، طبری ۳/۴۷)

☆ (جب حضرت علی ان کے قلعوں کے پاس پہنچے تو انھوں نے علانیہ آنحضرت ﷺ کو (نعوذ باللہ) گالیاں دیں ۱/۴۳۵) ابن اسحٰق کا قول ہے جس کی سند مذکور نہیں (ابن ہشام ۲/۲۳۴، طبری ۳/۵۳)

☆ (مقتل میں حیی بن اخطب کی گفتگو ۱/۴۳۶-۴۳۷) ابن اسحٰق کا قول ہے جس کی سند مذکور نہیں۔ (ابن ہشام ۲/۲۴۱، طبری ۳/۵۶)

☆ سلاطین کو اسلام کی دعوت (حدیبیہ کی صلح سے کسی قدر اطمینان نصیب ہوا تو وقت آیا کہ اسلام کا پیغام تمام دنیا کے کانوں میں پہنچا دیا جائے... جو لوگ خطوط لے کر گئے ان کی تفصیل یہ ہے... الخ ۱/۴۶۲)

یہ ابن ہشام کی روایت ہے لیکن اس کی سند میں انقطاع ہے (۲/۶۰۶) طبری کے یہاں بھی یہ روایت ہے لیکن واقدی کے طریق سے ہے۔ (۳/۸۴-۸۵)

☆ (کسریٰ کے نام آنحضرت ﷺ کا خط) ''خسرو نے اس کو اپنی تحقیر سمجھا اور بولا کہ میرا غلام ہو کر مجھ کو یوں لکھتا ہے'' ۱/۴۶۸ یہ یزید بن ابی حبیب کی مرسل روایت ہے۔ (طبری ۳/۹۰-۹۱)

☆ (مکتوب نبویؐ کے جواب میں نجاشی کا خط ''نجاشی نے اپنے بیٹے کو ساٹھ مصاحبوں کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں عرضِ نیاز کے لیے بھیجا، لیکن جہاز سمندر میں ڈوب گیا، اور یہ سفارت ہلاک ہو گئی'' ۱/۴۷۰) ابن اسحٰق کی روایت ہے، جس کی سند مذکور نہیں۔ (طبری ۳/۸۹) ابن ہشام نے اسے حذف کر دیا ہے۔

☆ زواج حضرت ام حبیبہؓ (جو لوگ ہجرت کر کے حبش چلے گئے تھے، ان میں حضرت ام حبیبہؓ (حضرت امیر معاویہ کی بہن) بھی تھیں۔ ان کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا اس لیے آنحضرت ﷺ نے نجاشی کو لکھ کر بھیجا کہ ام حبیبہؓ کو شادی کا پیغام سنا دو اور میرے پاس بھیج دو... الخ ۱/۴۷۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا نے اس سلسلے میں جو جزئیات اور تفصیلات قلم بند کی ہیں، ان کے لیے سید سلیمان ندوی نے طبری کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن طبری کی روایت واقدی کے طریق سے مروی ہے۔ (طبری ۳/۸۹-۹۰)

☆ (مکتوب نبوی ﷺ کے جواب میں مقوقس (عزیز مصر) کا خط اور ہدایا وتحائف کی تفصیلات ۱/۴۷۱-۴۷۲) مولانا نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ انھوں نے اس خط کا متن طبقات ابن سعد سے نقل کیا ہے اور ابن سعد نے واقدی اور دیگر شیوخ کے واسطے سے اس کی روایت کی ہے۔ (ابن سعد ۱/۲۶۰)

☆ خیبر (غزوۂ خیبر کی تمہید میں سریۂ اسیر بن رزام کی جزئیات وتفصیلات ۵۷۵-۴۷۷) مولانا نے ان تفصیلات کے لیے طبقات ابن سعد کا حوالہ دیا ہے لیکن ابن سعد کا ماخذ واقدی ہیں، جیسا کہ طبقات ابن سعد اور کتاب المغازی کے مقابلے سے واضح ہے۔ (ابن سعد ۲/۹۰، واقدی ۲/۵۶۶)

☆ (اسی زمانے میں راس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول نے اہل خیبر کے پاس کہلا بھیجا کہ محمد (ﷺ) تم پر حملہ کرنا چاہتے ہیں، لیکن تم اِن سے نہ ڈرنا، ان کی ہستی کیا ہے؟... یہود نے یہ سن کر کنانہ اور ہودہ بن قیس کو غطفان کے پاس بھیجا کہ ہمارے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کرو تو نخلستان کی نصف پیداوار تم کو دیں گے..الخ ۱/۴۷۸)

صاحب الخمیس کا بیان ہے، جس کی سند مذکور نہیں (الخمیس ۲/۴۳)

☆ (خیبر کے یہود کے ساتھ بنوفزارہ کا عہد کہ ہم تمھارے شریک ہو کر مسلمانوں سے لڑیں گے الخ..... ۱/۴۷۸) امام زہری کی مرسل روایت ہے۔

(معجم البلدان للحموی ۲/۱۷۲)

☆ (ذی قرد، محرم ۷ھ) مولانا نے اس غزوے کی بعض تفصیلات طبقات ابن سعد سے لی ہیں۔ لیکن ابن سعد کا ماخذ واقدی ہیں (ابن سعد ۲/۸۰-۸۱، واقدی ۲/۵۳۸-۵۴۱) اسی طرح بعض جزئیات ابن اسحٰق سے لی ہیں لیکن ان کی سند عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبداللہ بن ابی بکر بن حزم تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ابن ہشام ۲/۲۸۱۔ دلائل النبوۃ للبیہقی ۴/۱۸۶-۱۸۷)

☆ خیبر (جب آپ نے خیبر کا قصد کیا تو اعلان عام کر دیا کہ: لا یخرجن معنا الا راغب فی الجهاد (ابن سعد) ہمارے ساتھ وہ لوگ آئیں جو طالب جہاد ہوں۔ ۱/۴۸۰) مولانا نے اس بیان کے لیے ابن سعد کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن ابن سعد کا ماخذ واقدی ہیں۔ (ابن سعد ۲/۱۰۶، واقدی ۲/۶۳۴)

☆ (حضرت سباع بن عرفطہ غفاریؓ کو مدینے کا افسر مقرر کر کے مدینے سے روانہ ہوئے... اس وقت تک لڑائیوں میں علم کا رواج نہ تھا۔ چھوٹی چھوٹی جھنڈیاں ہوتی تھیں۔ یہ پہلا مرتبہ تھا کہ آپ ﷺ نے تین علم تیار کرائے۔ دو حضرت حباب بن منذر اور حضرت سعد بن عبادہ کو عنایت ہوئے اور خاص علم نبوی جس کا پھریرا حضرت عائشہؓ کی چادر سے تیار ہوا تھا، جناب امیرؓ کو مرحمت ہوا فوج جب روانہ ہوئی تو حضرت عامر بن الاکوع جو مشہور شاعر تھے، یہ رجز پڑھتے ہوئے آگے چلے۔ ۱/۴۸۱) مذکورہ بالا جزئیات و تفصیلات مولانا نے ابن سعد سے لی ہیں اور ابن سعد کا ماخذ واقدی ہیں۔

(ابن سعد ۲/۱۰۶ و واقدی ۲/۶۴۹)

☆ (چونکہ معلوم تھا کہ غطفان اہل خیبر کی مدد کو آئیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے مقام رجیع میں فوجیں اتاریں جو غطفان اور خیبر کے بیچ میں ہے۔ اسباب بار برداری خیمہ و خرگاہ اور مستورات یہاں چھوڑ دی گئیں۔ ۱/۴۸۳)

حموی نے یہ تفصیلات معجم البلدان میں ابن اسحاق سے نقل کی ہیں اور ابن اسحٰق نے اپنی سند نہیں بیان کی۔ (معجم البلدان ۳/۲۹)

☆ (غطفان یہ سن کر کہ اسلامی فوجیں خیبر کی طرف بڑھ رہی ہیں، ہتھیار سج کر نکلے لیکن آگے بڑھ کر ان کو معلوم ہوا کہ خود ان کا گھر خطرہ میں ہے تو واپس چلے گئے۔ ۱/۴۸۴) ابن اسحٰق کا قول ہے، جس کی سند مذکور نہیں۔ (ابن ہشام ۲/۳۳۰، طبری ۳/۹۲)

☆ (اسلامی فوج جب خیبر کے سواد میں پہنچ گئی تو آپ نے یہ دعا مانگی: إنا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نسألك خير هذه القرية الخ ۴۸۴/۱)

ابن اسحٰق کی روایت ہے، لیکن اس کی سند منقطع ہے۔ (ابن ہشام ۳۲۹/۲)

☆ (آنحضرت ﷺ کا مقصود جنگ نہ تھا لیکن جب یہود نے بڑے ساز و سامان کے ساتھ جنگ کی تیاری کی تو آپ نے صحابہ کو مخاطب کر کے وعظ فرمایا اور جہاد کی ترغیب دی۔ ۴۸۵/۱)

مولانا نے تاریخ خمیس کا حوالہ دیا ہے اور اس کی عبارت بھی نقل کی ہے لیکن صاحب الخمیس نے نہ تو اپنے بیان کی کوئی سند ذکر کی اور نہ اپنے ماخذ کی نشاندہی کی۔ (ملاحظہ ہو الخمیس ۴۵/۲)

☆ (صحابہ میں سے ۱۵ بزرگوں نے شہادت حاصل کی، جن کے نام ابن سعد نے بہ تفصیل لکھے ہیں ۴۸۹/۱)

ابن سعد کے یہاں کوئی سند مذکور نہیں۔ مغازی واقدی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بیان کیے ہوئے تمام نام واقدی سے ماخوذ ہیں۔ یہاں تک کہ دونوں کی ترتیب اور بعض جگہ الفاظ اور عبارتیں بھی یکساں ہیں۔ مزید برآں یہ کہ دونوں نے مجموعۂ میزان ۱۵ بتایا ہے اور نام ۱۷ گنائے ہیں۔

(ابن سعد ۱۰۷/۲، واقدی ۶۹۹/۲)

☆ (غزوۂ موتہ) ''ارشاد ہوا کہ پہلے ان کو دعوت اسلام دی جائے..... صحابہ نے پکار کر دعا کی کہ خدا سلامت اور کامیاب لائے'' سیرت ۵۰۶/۱، مولانا کا پورا بیان ابن سعد سے ماخوذ ہے اور ان کا ماخذ واقدی ہیں۔ (ابن سعد ۱۲۸/۲، واقدی ۷۵۶/۲، ۷۵۷)

☆ ''فوج مدینہ سے روانہ ہوئی تو جاسوسوں نے شرحبیل کو خبر دی..... پھر اس بے جگری سے لڑے کہ تلواروں سے چور ہو کر گر پڑے'' سیرت ۵۰۶/۱، ۵۰۷، یہ تفصیلات ابن سعد نے واقدی سے نقل کی ہیں۔

(ابن سعد ۱۲۹/۲، واقدی ۷۶۰/۲-۷۶۲)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ فتح مکہ (صلح حدیبیہ کے بعد بنو بکر کا خزاعہ پر حملہ ہوا، قریش کی طرف سے بنو بکر کی مدد، خزاعہ کا حرم میں پناہ لینا، بنو بکر کے رئیس، نوفل کا بنو بکر کو اکسا کر حرم میں خونریزی کرنا۔ ۱/۵۰۹-۵۱۰)

یہ ابن اسحٰق کی روایت ہے جس کی سند سیرۃ ابن ہشام میں مذکور نہیں (ابن ہشام ۲/۳۹۰) البتہ امام طحاوی نے ابن اسحٰق کی اس روایت کو زہری سے مرسلاً نقل کیا ہے (شرح معانی الآثار ۲/۱۸۷-۱۸۹) اس روایت کا ابتدائی حصہ عکرمہ سے بھی مروی ہے، لیکن وہ بھی مرسل ہے۔ (بحوالہ مذکورہ ۲/۱۸۷-۱۸۹)

☆ (ابوسفیان کا مدینے آنا۔ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو بیچ میں ڈالنا۔ مجبور ہو کر حضرت فاطمہ زہراؓ کے پاس جانا۔ آخر میں حضرت علیؓ کے ایما سے مسجد نبوی میں جا کر اعلان کرنا کہ میں معاہدۂ حدیبیہ کی تجدید کر دی، اہل مکہ کا یہ تبصرہ کہ یہ صلح ہے نہ جنگ۔ ۱/۵۱۱)

زہری اور عکرمہ سے مرسلاً مروی ہے (بحوالہ مذکورہ ۳/۳۱۲)

☆ (نماز کا وقت آیا تو حضرت بلال نے باب کعبہ پر چڑھ کر اذان دی ..... عتاب بن اسید نے کہا خدا نے میرے باپ کی عزت رکھ لی کہ اس آواز کے سننے سے پہلے اس کو دنیا سے اٹھا لیا۔ ۱/۵۲۰)

ابن ہشام کا قول ہے، جس کی سند مذکور نہیں (ابن ہشام ۲/۴۱۳)

☆ (مقام صفا میں آپ ایک بلند مقام پر بیٹھے، جو لوگ اسلام قبول کرنے آئے تھے، آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے۔ مردوں کی باری ہو چکی تو مستورات آئیں۔ ۱/۵۲۱)

مولانا نے کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔ ابن اسحٰق کی روایت ہے جسے طبری نے نقل کیا ہے۔ یہ روایت حضرت قتادہ سے مرسلاً مروی ہے (طبری ۳/۱۲۱)

☆ (عورتوں سے بیعت لینے کا یہ طریقہ تھا ان سے ارکان اسلام اور محاسن اخلاق کا اقرار لیا جاتا تھا پھر پانی کے ایک لبریز پیالے میں آنحضرت ﷺ دست

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبارک ڈال کر نکال لیتے تھے۔ آپ ﷺ کے بعد عورتیں اسی پیالے میں ہاتھ ڈالتی تھیں۔ ۱/۵۲۱)

مولانا شبلی نے یہاں بھی کوئی حوالہ نہیں دیا تھا۔ سید سلمان ندوی نے بین القوسین طبری کا حوالہ دیا ہے یہ ابن اسحٰق کی روایت ہے جس کی سند ابان بن صالح پر ختم ہو جاتی ہے (طبری ۳/۱۲۱)

☆ (ان مستورات میں ہند بھی آئی، جو رئیس العرب عتبہ کی بیٹی اور امیر معاویہؓ کی ماں تھی، حضرت حمزہؓ کو اسی نے قتل کرایا تھا..... بیعت کے وقت اس نے..... (نہایت دلیری بلکہ گستاخی سے) باتیں کی جو حسب ذیل ہیں، الخ ۱/۵۲۱)

مولانا نے یہاں بھی کوئی حوالہ نہیں دیا تھا۔ سید صاحب نے بین القوسین طبری کا حوالہ دیا ہے یہ روایت بھی ابن اسحٰق کی ہے، جو حضرت قتادہ سے مرسلاً مروی ہے۔

(طبری ۳/۱۲۱)

☆ (صفوان بن امیہ کا جدہ بھاگ جانا۔ عمیر بن وہب کی درخواست پر آنحضرت ﷺ کا علامت امان کے طور پر اپنا عمامہ عنایت فرمانا۔ ۱/۵۲۲)

ابن اسحٰق کی روایت ہے جو حضرت عروہ بن زبیر سے مرسلاً مروی ہے۔

(طبری ۳/۱۲۱، ابن ہشام ۲/۴۱۷)

☆ (ابوجہل کے بیٹے عکرمہ یمن چلے گئے۔ لیکن ان کی حرم (ام حکیم) نے آنحضرت ﷺ سے امان لی اور جا کر یمن سے لائیں۔ ۱/۵۲۲)

ابن اسحٰق کی یہ روایت امام زہری سے مرسلاً نقل کی گئی ہے (طبری ۳/۱۲۲، ابن ہشام ۲/۴۱۸)

☆ (عبداللہ بن زبعری..... نجران بھاگ گئے۔ لیکن پھر آ کر اسلام لائے۔ ۱/۵۲۲)

ابن اسحٰق کی روایت ہے جس کی سند سعید بن عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت پر ختم ہو جاتی ہے۔ (ابن ہشام ۲/۴۱۸)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ ہوازن وثقیف۔ (غزوۂ حنین واوطاس وطائف) (۱/۵۳۰-۵۴۶)
ان غزوات سے متعلق مولانا شبلی کے بیشتر بیانات واقدی کی کتاب المغازی سے بالواسطہ یا بلاواسطہ ماخوذ ہیں۔ اگرچہ کہیں واقدی کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے۔ ذیل میں سیرۃ النبی کی ایسی عبارتوں کی مختصر طور پر نشاندہی کی جاتی ہے:-

☆ حنین (فتح مکہ کے بعد ہوازن وثقیف کی مسلمانوں کے خلاف عام حملے کی سازش) فتح مکہ کے بعد..... حملہ کردیا جائے (سیرۃ النبی ۱/۵۳۱۔ مغازی واقدی ۳/۸۸۵)

☆ (جوش کا یہ عالم تھا کہ ہر قبیلہ اپنے اہل وعیال لے کر آیا تھا..... ان کی حفاظت کی غرض سے لوگ جانیں دے دیں گے۔ سیرۃ النبی ۱/۵۳۱، مغازی ۳/۸۸۷)

☆ (اس معرکے میں اگرچہ ہوازن اور ثقیف کی تمام شاخیں شریک تھیں تاہم کعب اور کلاب الگ رہے..... بدقسمتی سے اگر شکست ہوئی تو عورتوں کی وجہ سے اور بھی ذلت ہوگی۔ درید بن الصمۃ شاعر کی اپنے قبائل سے گفتگو) (سیرۃ النبی ۱/۵۳۱-۵۳۲، مغازی واقدی ۳/۸۸۶)

☆ پھر پوچھا کعب اور کلاب بھی شریک ہیں یا نہیں؟..... آپ خرف ہو چکے آپ کی عقل بیکار ہو چکی، (سیرۃ النبی ۱/۵۳۲، مغازی واقدی ۳/۸۸۶)

یہ روایت طبری اور ابن ہشام کے یہاں بھی ابن اسحٰق سے منقول ہے لیکن اس کی سند مذکور نہیں (طبری ۳/۱۲۵-۱۲۷، ابن ہشام ۲/۴۳-۷ وما بعد)

☆ (رسول اللہ ﷺ کو ان واقعات کی خبر پہونچی تو آپ نے تصدیق کے لیے حضرت عبداللہ ابن ابی حدرد کو بھیجا وہ جاسوس بن کر حنین میں آئے اور کئی دن تک فوج میں رہ کر تمام حالات تحقیق کیے۔ سیرۃ النبی ۱/۵۳۲، مغازی واقدی)

☆ (غزوۂ حنین میں چھ ہزار اسیر تھے، سب چھوڑ دیے گئے اور آپ نے ان کے پہننے کے لیے چھ ہزار جوڑے عنایت فرمائے۔ چنانچہ ابن سعد نے اس واقعہ کی تصریح کی ہے۔ ۱/۶۱۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا کی بیان کردہ یہ تفصیلات ابن سعد کے یہاں نہیں ملتیں۔ انھوں نے اس واقعہ کا اجمالاً ذکر کیا ہے۔ البتہ واقدی کی کتاب المغازی میں یہ تفصیلات مذکور ہیں۔ (کتاب المغازی ۳/۹۲۳)

☆ **اوطاس** (حضرت ربیعہ بن رفیعؓ کے ہاتھوں درید الصمۃ کا قتل) دُرید ایک شتر پر ہودج میں سوار تھا..... خدا کی قسم درید نے تیری تین ماؤں کو آزاد کرایا تھا،، (سیرۃ النبی ۱/۵۴۰، واقدی ۳/۹۱۴-۹۱۵) طبری اور ابن ہشام نے ابن اسحٰق کے حوالے سے بھی یہ روایت نقل کی ہے، لیکن اس کی سند مذکور نہیں۔

(طبری ۳/۱۳۰، ابن ہشام ۳/۴۵۳)

☆ (اسیران جنگ میں آنحضرت ﷺ کی رضاعی بہن حضرت شیماءؓ کی گرفتاری۔ آنحضرت ﷺ کا ان کے ساتھ حسن سلوک) ان میں حضرت شیماء بھی تھیں..... اور گھر جانا چاہو تو وہاں پہنچا دیا جائے.... چنانچہ عزت واحترام کے ساتھ پہنچا دی گئیں۔

(سیرۃ النبی ۵۴۰-۵۴۱، واقدی ۳/۹۱۳-۹۱۴)

مولانا نے طبری اور اصابۃ کا حوالہ دیا ہے۔ طبری کی روایت جو ابن ہشام کے یہاں بھی موجود ہے ابن اسحٰق سے مروی ہے۔ ابن اسحٰق نے حضرت شیماء سے متعلق دو روایتیں ذکر کی ہیں۔ ان میں سے ایک روایت کی کوئی سند مذکور نہیں۔ دوسری روایت کی سند یزید بن عبید السعدی پر ختم ہو جاتی ہے۔ (ابن ہشام ۲/۴۵۸، طبری ۳/۳۳۱)

اصابۃ میں حافظ ابن حجر نے ابن اسحٰق اور واقدی کی روایتوں کو جمع کر دیا ہے۔ (اصابۃ ۴/۳۴۴) حضرت شیماء کے ساتھ اعزاز واکرام کی ایک روایت حافظ ذھبی نے بھی نقل کی ہے، لیکن یہ قتادہ سے مرسلاً مروی ہے، نیز اس کا راوی حکم بن عبدالملک ضعیف ہے۔ (تاریخ الاسلام ۱/۶۱۰)

☆ **محاصرۂ طائف**، حنین کی بقیہ شکست خوردہ فوج طائف میں جا کر پناہ گزیں ہوئی اور جنگ کی تیاریاں شروع کیں۔ (سیرۃ النبی ۱/۵۴۱، واقدی ۳/۹۲۴)

☆ عروہ بن مسعود اور غیلان بن سلمہ نے جُرش میں جا کر قلعہ شکن آلات یعنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دبابہ، ضبور اور منجنیق کے بنانے اور استعمال کرنے کا فن سیکھا تھا۔ (سیرۃ النبی ۱/۵۴۱، واقدی ۳/۹۲۴)

مولانا نے اس بیان کے لیے، طبری اور ابن اسحٰق کا حوالہ دیا ہے۔ طبری کے یہاں بھی یہ روایت ابن اسحٰق کے حوالے سے ہی منقول ہے۔ لہٰذا دونوں روایتیں اصل کے لحاظ سے ایک ہوئیں۔ مزید یہ کہ ابن اسحٰق نے اس بیان کے لیے کوئی سند ذکر نہیں کی۔ (طبری ۳/۱۳۲، ابن ہشام ۲/۴۷۸)

☆ یہاں ایک محفوظ قلعہ تھا۔ اہل شہر اور حنین کی شکست خوردہ فوج نے اس کی مرمت کی۔ سال بھر کا سامان رسد جمع کیا۔ (سیرۃ النبی ۱/۵۴۱، ابن سعد ۲/۱۵۸، واقدی ۳/۹۲۴)

☆ اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ قلعہ شکن آلات یعنی دبابہ اور منجنیق استعمال کیے گئے۔ دبابہ پر اہل قلعہ نے لوہے کی گرم سلاخیں برسائیں اور شدت کی تیر باری کی کہ حملہ آوروں کو ہٹنا پڑا۔ (سیرۃ النبی ۱/۵۴۲، مغازی واقدی ۳/۹۲۷-۹۲۸)

ابن اسحٰق کے یہاں بھی یہ مضمون موجود ہے، لیکن انھوں نے اپنی سند نہیں بتائی۔ (ابن ہشام ۲/۴۸۳)

☆ آنحضرت ﷺ نے نوفل بن معاویہ کو بلا کر پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا لومڑی بھٹ میں گھس گئی ہے، اگر کوشش جاری رہی تو پکڑ لی جائے گی، لیکن چھوڑ دی جائے تب بھی کوئی اندیشہ نہیں۔ (سیرۃ النبی ۱/۵۴۲، ابن سعد ۲/۱۵۹، واقدی ۳/۹۳۷)

☆ صحابہ نے عرض کی آپ ان کو بددعا دیں۔ آپ نے یہ دعا دی: اللھم اھد ثقیفاً وانت بھم، (سیرۃ النبی ۱/۵۴۲، ابن سعد ۲/۱۵۱، واقدی ۳/۹۷۳)

ابن اسحٰق کے یہاں بھی یہ روایت موجود ہے، لیکن سند مذکور نہیں۔ (۲/۴۸۸) اس دعا کا مضمون حضرت عروہ سے بھی مروی ہے، لیکن یہ روایت بھی مرسل ہے۔

(تاریخ الاسلام ۱/۵۹۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ (تقسیم غنائم) ''محاصرہ چھوڑ کر آپ حرانہ تشریف لائے۔ غنیمت کا بے شمار ذخیرہ تھا چھ ہزار اسیران جنگ، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زائد بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی''۔ (سیرۃ النبی ۱/۵۴۲، ابن سعد ۲/۱۵۲، واقدی ۳/۹۴۳-۹۴۴)

☆ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو نہایت فیاضانہ انعامات دیے، جن کی تفصیل یہ ہے..... ہر سوار کے حصے میں بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں آئیں۔

(سیرۃ النبی ۱/۵۴۳-۵۴۴، ابن سعد ۲/۱۵۲-۱۵۳، واقدی ۳/۹۴۴-۹۴۹)

☆ (غزوۂ تبوک) شام کے نبطی سوداگر مدینے میں روغنِ زیتون بیچنے آیا کرتے تھے۔ انھوں نے خبر دی کہ رومیوں نے شام میں لشکر گراں جمع کیا ہے اور فوج کو سال بھر کی تنخواہیں تقسیم کر دی ہیں۔ اس فوج میں لخم، جذام اور غسان کے تمام عرب شامل ہیں اور مقدمۃ الجیش بلقاء آ گیا ہے۔ (۱/۵۶۳)

ان تفصیلات کے لیے مولانا نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ لیکن یہ تمام تفصیلات اسی ترتیب کے ساتھ واقدی کی کتاب المغازی میں موجود ہیں (۳/۹۹۰) ابن سعد نے طبقات میں اس کی تلخیص کر دی ہے۔ (۲/۱۶۵)

☆ سُویلم ایک یہودی تھا، اس کے گھر پر منافقین جمع ہوتے اور لوگوں کو لڑائی پر جانے سے روکتے (۱/۵۶۴) یہ ابن ہشام کی روایت ہے لیکن وہ نہ اپنے استاد کا نام بتاتے ہیں اور نہ استاد کے استاد کا نام بتاتے۔ اس لیے روایت ''مُعضل'' ہے ان کے الفاظ ابتدائے سند میں یہ ہیں وحدثني الثقة عمن حدثه .. (ابن ہشام ۲/۵۱۷)

☆ آنحضرت ﷺ نے تمام قبائل عرب سے فوجیں اور مالی اعانت طلب کیں (۱/۵۶۴) مولانا نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ سید سلیمان ندوی نے بین القوسین ابن سعد کا حوالہ دیا ہے۔ ابن سعد کی عبارت یہ ہے: وبعث إلى مكة وإلى قبائل العرب يستنفرهم إلى غزوهم۔ (۲/۱۶۵) یہ الفاظ واقدی کی کتاب المغازی سے ماخوذ ہیں: "وبعث رسول الله ﷺ إلى القبائل وإلى مكة يستنفرهم إلى

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غزوهم". (واقدی ۳/۹۹۰)

☆ غرض آپ تیس ہزار فوج کے ساتھ مدینے سے نکلے، جن میں دس ہزار گھوڑے تھے، (۱/۵۶۵) مولانا نے ابن سعد کا حوالہ دیا ہے لیکن ان کا ماخذ واقدی ہیں۔ حتی قدم تبوک فی ثلاثین ألفاً من الناس، والخیل عشرة آلاف فرس (ابن سعد ۲/۱۶۶) وکان الناس مع رسول اللہ ﷺ ثلاثین ألفا ومن الخیل عشرة آلاف فرس۔ (واقدی ۳/۱۰۰۲)

☆ مسجد ضرار " آنحضرت ﷺ جب تبوک تشریف لے جانے لگے..... جب تبوک سے واپس پھرے تو مالک اور معن بن عدی کو حکم دیا کہ جا کر مسجد میں آگ لگا دیں۔ (۱/۵۶۷-۵۶۸)

ابن اسحٰق نے زہری، یزید بن رومان، عبیداللہ بن ابی بکر اور عاصم بن عمر بن قتادہ سے مرسلاً نقل کیا ہے۔ (ابن ہشام ۲/۵۲۹-۵۳۰، تفسیر طبری ۱۱/۲۳، تفسیر ابن کثیر ۲/۳۸۸)

☆ سریۃ غطفان۔ اس سلسلے میں مولانا نے ابن سعد کے حوالے سے جو عبارت نقل کی ہے وہ لفظ بہ لفظ واقدی کی کتاب المغازی میں موجود ہے۔ (سیرۃ النبی ۱/۵۹۱، ابن سعد ۲/۳۴ واقدی ۱/۱۹۴)

☆ (سریۃ ابوسلمہ) مولانا نے یہاں بھی ابن سعد کی عبارت نقل کی ہے لیکن ابن سعد کا ماخذ واقدی ہیں۔

(سیرۃ النبی ۱/۵۹۱، ابن سعد ۲/۵۰، واقدی ۱/۳۴۱)

☆ (سریۃ عبداللہ بن انیس) یہاں بھی وہی صورت حال ہے، جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔ ابن سعد کی عبارت من وعن واقدی سے منقول ہے۔ (سیرۃ النبی ۱/۵۹۱، ابن سعد ۲/۵۰، واقدی ۲/۵۳۱)

☆ (غزوۃ ذات الرقاع) مولانا نے ابن سعد کے حوالے سے عبارت نقل کی ہے جس کا ماخذ واقدی ہیں۔ (سیرۃ النبی ۱/۵۹۲، ابن سعد ۲/۶۱، واقدی ۱/۳۹۵)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ (غزوۂ دومۃ الجندل) حسب سابق ابن سعد کی عبارت واقدی سے ماخوذ ہے۔ (سیرۃ النبی ۱/۵۹۲، ابن سعد ۲/۶۲، واقدی ۱/۴۰۳)

☆ (غزوۂ مریسیع) حسب سابق ابن سعد کی روایت من وعن واقدی سے ماخوذ ہے۔ (سیرۃ النبی ۱/۵۹۲، ابن سعد ۲/۴۳، واقدی ۱/۴۰۲)

☆ (سریۂ علی بن ابی طالب جانب فدك) یہاں بھی وہی صورت ہے جس کا ذکر اوپر کیا گیا۔ (سیرۃ النبی ۱/۵۹۳، ۱/۶۰۱، ابن سعد ۲/۸۹، واقدی ۲/۵۶۲)

☆ (سریۂ بشیر بن سعد) حسب سابق (سیرۃ النبی ۱/۵۹۳، ابن سعد ۲/۱۲۰، واقدی ۲/۷۷۰)

☆ (سریۂ زید بن حارثہ جانب ام قرفہ) مولانا نے ابن سعد کا حوالہ دیا ہے، لیکن ان کا ماخذ واقدی ہیں۔ (سیرۃ النبی ۱/۵۹۷، ابن سعد ۲/۹۰، واقدی ۲/۵۶۴-۵۶۵)

☆ (سریۂ زید بن حارثہ جانب حسمیٰ) (حضرت دحیہ کلبیؓ کے لوٹے جانے کا واقعہ) مولانا نے ابن سعد کا حوالہ دیا ہے، لیکن ان کا ماخذ واقدی ہیں۔ (سیرۃ النبی ۱/۵۹۷، ابن سعد ۲/۸۸، واقدی ۲/۵۵۵)

☆ (غزوۂ بنوسلیم) مولانا نے ابن سعد کے حوالے سے جو عبارت نقل کی ہے، اس کا ماخذ واقدی کتاب المغازی ہے۔ (سیرۃ النبی ۱/۶۰۱، ابن سعد ۲/۳۵، واقدی ۱/۱۹۶)

☆ (غزوۂ ذات الرقاع) حسب سابق (سیرۃ النبی ۱/۶۰۱، ابن سعد ۲/۶۱، واقدی ۱/۳۹۶)

☆ (سریۂ عکاشہ) حسب سابق (سیرۃ النبی ۱/۶۰۱، ابن سعد ۲/۶۵، واقدی ۲/۵۵۰)

☆ (غزوۂ بنو لحیان) حسب سابق (سیرۃ النبی ۱/۶۰۲، ابن سعد ۲/۷۹، واقدی ۲/۵۳۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

☆ (سرية عمربن الخطاب جانب تربه) حسب سابق (سیرۃ النبی ۱/۶۰۲، ابن سعد ۲/۱۱۷، واقدی ۲/۷۲۲)۔

☆ (سرية كعب بن عميرجانب ذات اطلاح) مولانا نے ابن سعد کے حوالے سے اس سریہ کا واقعہ نقل کیا ہے اور آخر میں ابن سعد کی ایک مختصر عبارت درج کی ہے۔ حالانکہ ابن سعد نے آغاز سند ہی میں تصریح کردی ہے کہ یہ روایت واقدی سے مروی ہے۔ (سیرۃ النبی ۱/۶۰۲، ابن سعد ۲/۱۲۷، واقدی ۲/۷۵۲)

☆ (سرية خالد بن الوليد جانب بنو جذيمه) حسب سابق یہاں بھی مولانا نے ابن سعد کا حوالہ دیا ہے، لیکن ان کا ماخذ واقدی ہیں (سیرۃ النبی ۱/۶۰۴، ابن سعد ۲/۱۴۷، واقدی ۳/۸۷۵)

☆ (علامہ طبری اس موقعہ پر لکھتے ہیں: قد كان رسول الله ﷺ بعث فيما حول مكة السرايا تدعوإلى الله عزوجل ولم يأمر هم بقتال (۱/۶۰۵) طبری کا یہ بیان ابن اسحٰق سے مروی ہے۔ لیکن ابن اسحٰق نے اس کی سند نہیں بیان کی۔ (طبری ۳/۱۲۳، ابن ہشام ۲/۴۲۸)

☆ (قبيلة مزينه كا اسلام) سب سے پہلے جو سفارت آئی، وہ قبیلۂ مزنیہ کی تھی، اس میں چار سو آدمی شریک تھے..... فرمایا تم جہاں رہو مہاجر ہو، مولانا نے ابن سعد کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن ابن سعد کی یہ روایت (۲/۱۹) واقدی کے طریق سے مروی ہے۔ (ابن سعد ۱/۲۹۱)

☆ (بحرين ميں اسلام) ۸ھ میں آنحضرت ﷺ نے علاء حضرمی کو تبلیغ اسلام کے لیے بحرین بھیجا۔ اس زمانے میں یہاں منذر بن ساوی گورنر تھا۔ اس نے اسلام قبول کرلیا اور اس کے ساتھ تمام عرب اور جو کچھ عجم جو یہاں مقیم تھے مسلمان ہوئے، (۲/۳۴) مولانا نے بلاذری کی فتوح البلدان کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن بلاذری نے اس روایت کی سند نہیں بتائی۔ (۱۰۷)

☆ (وفود عرب) (مزینہ) ۵ھ میں اس قبیلے کے چار سو شخص قبیلے کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سفیر بن کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور اسلام لائے۔ (۳۷/۲) مولانا اصابہ کا حوالہ دیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے مسند احمد کے حوالے سے روایت نقل کی ہے اور لکھا ہے کہ اس کے رجال ثقہ ہیں، لیکن سند میں انقطاع ہے، "رجاله ثقات لكنه منقطع" (اصابہ ۵۶۵/۳)

☆ (وفد دوس) دوس عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے..... طفیل کی ترغیب اور ہدایت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور اسی (۸۰) خاندان جن میں ابو ہریرہؓ بھی تھے، ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے، (۴۲/۲)

ابن اسحٰق کی روایت ہے جس کی سند مذکور نہیں۔ (زاد المعاد ۶۲۴/۳-۶۲۶)

☆ (وفد ثقیف) آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی ہم منات کو ہاتھ نہیں لگا سکتے، آپ جو چاہیں کریں..... آپ نے یہ درخواست منظور کر لی۔ (۴۷/۲)

مولانا نے موسیٰ بن عقبہ کی المغازی کے حوالے سے یہ تفصیلات نقل کی ہیں۔ بیہقی کی دلائل النبوۃ میں ابن عقبہ کی یہ روایت موجود ہے، لیکن خود موسیٰ بن عقبہ نے اس کی سند نہیں بیان کی۔ (دلائل النبوۃ ۲۹۹/۵-۳۰۴)

☆ (وفد کندہ) یہ حضرموت کے اضلاع میں سے ایک شہر تھا..... اس زمانے میں اس خاندان کے حاکم اشعث بن قیس تھے۔ یہ ۱۰ھ میں اسی (۸۰) سواروں کے ساتھ بڑی شان وشوکت سے حیرہ کی چادریں جن کے سنجاف حریر کے تھے کاندھوں پر ڈالے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے..... ان لوگوں نے فوراً چادریں پھاڑ پھاڑ کر زمین پر ڈال دیں۔ (۵۲/۲)

ابن اسحٰق کی یہ روایت امام زہری سے مرسلاً مروی ہے (ابن ہشام ۵۸۵/۲) (دلائل النبوۃ للبیہقی ۵۷۰/۵)

☆ (زکوٰۃ) فتح مکہ کے بعد..... آنحضرت ﷺ نے تمام ممالک مقبوضہ میں زکوٰۃ کے وصول کرنے کے لیے محصلین مقرر کیے۔ (۱۲۲/۲)

ابن اسحٰق کی روایت ہے، جس کی سند عبداللہ بن ابی بکر بن حزم پر ختم ہو جاتی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔(طبری ۳/۱۶۷)

☆ وفات (تجہیز و تکفین) (حضرت علیؓ نے جسم مبارک کو سینے سے لگا رکھا تھا۔ حضرت عباسؓ اور ان کے صاحب زادے قثم اور فضل جسم مبارک کی کروٹیں بدلتے تھے اور اسامہؓ بن زید اوپر سے پانی ڈالتے تھے۔ ۲/۱۸۵)

طبری نے اس روایت کو ابن اسحٰق کے طریق سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے، لیکن اس کی سند میں انقطاع ہے (طبری ۳/۲۰۴) سیرۃ ابن ہشام میں بھی ابن اسحٰق کی یہ روایت موجود ہے، لیکن اس کی سند عبداللہ بن ابی بکر بن حزم اور حسین بن عبداللہ پر ختم ہو جاتی ہے۔ (ابن ہشام ۲/۶۶۲)

☆ (پہلے مردوں نے، پھر عورتوں نے، پھر بچوں نے نماز پڑھی۔ ۲/۱۸۶) اس ترتیب کے لیے مولانا نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ جس روایت میں یہ ترتیب مذکور ہے وہ ابن سعد نے واقدی سے نقل کی ہے۔ (۲/۲۹۱ ابن سعد)

تجزیہ و تبصرہ :

سیرۃ النبی کے مواد مشتملات کا یہ تجزیہ تخمینے سے کہیں زیادہ طویل و عریض ہو گیا۔ حالانکہ ہم نے سیرۃ النبی کے زیر بحث ابواب، موضوعات اور اقتباسات کے حوالوں اور نشان دہی کے سلسلے میں حتی الامکان ایجاز و اختصار سے کام لیا ہے۔ تاہم اس بحث کو اس قدر طویل ہونا ہی تھا۔ کیونکہ اس کے بغیر ہمارا یہ دعویٰ کسی طور پر قابل قبول تو درکنار قابل سماع بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ علامہ شبلی کی تحریر کردہ سیرۃ النبی کی ڈیڑھ جلدوں میں مذکور روایات و واقعات میں ۵۰ فیصد کے بقدر کم مستند یا غیر مستند ہیں۔

واضح رہے کہ کم مستند یا غیر مستند روایات کی اس فہرست میں ابھی بہت کچھ اضافے کی گنجائش باقی ہے، جس کی تعداد سو دو سو تک بھی پہنچ سکتی ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ راقم نے فہرست مذکور اس طرح مرتب کی ہے کہ مولانا نے سیرۃ النبی میں کتب سیرت و تاریخ کے جہاں جہاں حوالے دیے ہیں، انھیں اصل ماخذ میں تلاش کیا ہے، پھر روایت کی نوعیت واضح کی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلے میں جو کتابیں پیش نظر رہی ہیں ان کے نام یہ ہیں :

سیرۃ ابن ھشام	تاریخ یعقوبی
طبقات ابن سعد	تاریخ الخمیس
تاریخ طبری	فتوح البلدان
الاصابۃ	معجم البلدان
الاستیعاب	اسد الغابۃ
الکامل لابن الاثیر	کتاب المغازی للواقدی

لیکن مولانا شبلی کے متعدد مراجع و مآخذ ایسے ہیں، جو راقم کے پاس موجود نہ تھے، اس لیے ان کے حوالوں کی اصل مآخذ سے مراجعت نہیں کی جا سکی، مثلاً قسطلانی کی ''المواھب اللدنیۃ'' زرقانی کی ''شرح المواھب اللدنیۃ'' اور سہیلی کی ''الروض الانف'' وغیرہ۔ اس لیے ایسی کتابوں سے ماخوذ و منقول روایات و جزئیات کی تحقیق ہو سکی اور نہ ان کے استناد و عدم استناد کا پتہ لگایا جا سکا۔

اسی طرح سیرۃ النبی میں مذکور صدہا بیانات جو کسی حوالے کے بغیر سپرد قلم کر دیے گئے ہیں، ان میں سے بیشتر کی تحقیق کا کام بھی باقی ہے۔ اس لیے کم مستند یا غیر مستند روایات کی فہرست جو گذشتہ صفحات میں پیش کی گئی ہے طویل و عریض ہونے کے باوجود ابھی مختصر بھی ہے اور نا تمام بھی۔

اس موقع پر یہ بحث بجا طور سے اٹھائی جا سکتی ہے کہ روایات سیرت کی تحقیق و تفتیش کے سلسلے میں محدثانہ اصولوں کو بروئے کار لانا اور ارسال و انقطاع یا دوسرے وجوہ ضعف کی بنا پر انھیں غیر مستند قرار دینا کس حد تک مناسب ہے؟ اور کیا اس قسم کی روایات سے مدد لیے بغیر محض روایات صحیحہ مُسندہ کے ذریعے کوئی کتاب سیرت مرتب کی جا سکتی ہے؟ اور کیا سیرت کے موضوع پر عربی و اردو میں اب تک جو صدہا کتابیں لکھی جا چکی ہیں، ان میں سے کوئی صحت و استناد کے اس معیار پر پوری اترتی ہے، جس کا مطالبہ مولانا شبلی کی سیرۃ النبی سے کیا جا رہا ہے؟

سو جواباً عرض ہے کہ روایات سیرت، راویانِ سیرت اور کتب سیرت کی محدثانہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصولوں کے مطابق تحقیق و تفتیش اور پھر ان کے استناد اور عدم استناد کی بحث مولانا شبلی نے اٹھائی ہے اور مقدمۂ سیرۃ النبی میں انھوں نے اس پہلو پر خاص طور سے زور دیا ہے کہ کتب سیرت اور روایات سیرت بالعموم معتبر نہیں ہیں۔ اس لیے ان کے قائم کردہ اصولوں کی روشنی میں سیرۃ النبی کا جائزہ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بلکہ بعض وجوہ کی بنا پر جن کی تفصیل آئندہ پیش کی جائے گی، یہ عمل ایک حد تک ضروری بھی ہے۔ یہاں ہم اولاً مقدمۂ سیرۃ النبی سے روایات سیرت اور کتب سیرت سے متعلق مولانا کے خیالات پیش کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں :

> سیرت پر اگرچہ آج بھی سیکڑوں تصنیفیں موجود ہیں، لیکن سب کا سلسلہ جا کر صرف تین چار کتابوں پر منتہی ہوتا ہے۔ سیرت ابن اسحٰق، واقدی، ابن سعد، طبری۔ ان کے علاوہ جو کتابیں ہیں، وہ ان سے متاخر ہیں، ان میں جو واقعات مذکور ہیں، زیادہ تر ان ہی کتابوں سے لیے گئے ہیں۔ اس بنا پر ہم کو مذکورہ بالا کتابوں پر زیادہ تفصیل اور تدقیق سے نظر ڈالنی چاہیے۔
>
> ان میں واقدی تو بالکل نظر انداز کر دینے کے قابل ہے .... واقدی کے سوا باقی اور تینوں مصنفین اعتبار کے قابل ہیں۔ ابن اسحٰق کی نسبت اگرچہ امام مالک اور بعض محدثین نے جرح کی ہے۔ تاہم ان کا یہ رتبہ ہے کہ امام بخاری اپنے رسالہ ''جزء القراءۃ'' میں ان کی سند سے روایتیں نقل کرتے ہیں اور ان کو صحیح سمجھتے ہیں۔ ابن سعد اور طبری میں کسی کو کلام نہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ان لوگوں کا مستند ہونا، ان کی تصنیفات کے مستند ہونے پر چنداں اثر نہیں ڈالتا۔ یہ لوگ خود شریک واقعہ نہیں۔ اس لیے جو کچھ بیان کرتے ہیں اور راویوں کے ذریعے سے بیان کرتے ہیں۔ لیکن ان کے بہت سے رواۃ ضعیف الروایۃ اور غیر مستند ہیں۔ اس کے علاوہ ابن اسحٰق کی اصلی کتاب موجود نہیں۔ ابن ہشام نے ابن اسحٰق کی کتاب کو زیاد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بکائی کے واسطے سے روایت کیا ہے۔ بکائی اگرچہ رتبے کے شخص ہیں، تاہم محدثین کے اعلیٰ معیار سے فروتر ہیں۔ علی مدینی کہتے ہیں کہ : وہ ضعیف ہے اور میں نے اس کو ترک کر دیا۔ ابوحاتم کہتے ہیں : وہ استناد کے قابل نہیں۔ نسائی کہتے ہیں: وہ ضعیف ہے۔

ابن سعد کی نصف سے زیادہ روایتیں واقدی کے ذریعہ سے ہیں اس لیے ان روایتوں کا وہی رتبہ ہے جو خود واقدی کی روایتوں کا ہے باقی روایتوں میں بعض ثقہ ہیں بعض غیر ثقہ۔

طبری کے بڑے بڑے شیوخ روایت مثلاً سلمۃ ابرش، ابن سلمہ وغیرہ ضعیف الروایت ہیں۔ اس بنا پر مجموعی حیثیت سے سیرت کا ذخیرہ کتب حدیث کا ہم پلہ نہیں۔ البتہ ان میں سے تحقیق وتنقید کے معیار پر جو اتر جائے وہ حجت اور استناد کے قابل ہے۔

(سیرۃ النبی ۱/۴۸-۴۹)

اس اقتباس کی روشنی میں کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ مولانا شبلی کتب سیرت اور راویان سیرت تحقیق وتفتیش کے سلسلے میں محدثانہ اصولوں سے کام لینے کے قائل ہیں اور یہ کہ سیرت کی وہی روایات ان کے نزدیک معتبر ہیں، جو تحقیق وتنقید کے معیار پر پوری اتریں۔ باقی عام روایات سیرت حجت واستناد کا درجہ نہیں رکھتیں۔

اس کے علاوہ اقتباسات ذیل سے بھی مضمون بالا کی تائید ہوتی ہے :

سیرت کی کتابوں کی کم پائگی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تحقیق اور تنقید کی ضرورت احادیث احکام کے ساتھ مخصوص کر دی گئی۔ یعنی وہ روایتیں تنقید کی زیادہ محتاج ہیں، جن سے شرعی احکام ثابت ہوتے ہیں۔ باقی جو روایتیں سیرت اور فضائل وغیرہ سے متعلق ہیں، ان میں تشدد اور احتیاط کی چنداں حاجت نہیں۔ (۱/۴۹-۵۰)

مزید لکھتے ہیں :

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس موقع پر ایک خاص نکتہ لحاظ کے قابل ہے۔ یہ مسلّم ہے کہ حدیث و روایت میں امام بخاری اور مسلم سے بڑھ کر کوئی شخص کامل فن پیدا نہیں ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کو جو عقیدت، خلوص اور شیفتگی تھی، اس کے لحاظ سے بھی وہ تمام محدثین میں ممتاز تھے۔ باوجود اس کے فضائل و مناقب کے متعلق جس قسم کی مبالغہ آمیز روایتیں بیہقی، ابونعیم، بزار، طبرانی وغیرہ میں پائی جاتی ہیں، صحیحین میں وہ بھی مذکور نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس قدر تحقیق و تنقید کا درجہ بڑھتا جاتا ہے، مبالغہ آمیز روایتیں گھٹتی جاتی ہیں۔ مثلاً یہ روایت کہ جب آنحضرت ﷺ عالم وجود میں آئے تو ایوان کسریٰ کے چودہ (۱۴) کنگورے گر پڑے۔ آتش فارس بجھ گئی، بحیرۂ طبریہ خشک ہو گیا۔ بیہقی، ابونعیم، خرائطی، ابن عساکر، ابن جریر نے روایت کی ہے۔ لیکن صحیح بخاری اور مسلم بلکہ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں اس کا پتہ نہیں، سیرت میں جو کتابیں لکھی گئیں، وہ زیادہ تر اسی قسم کی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔ اس لیے ان میں کثرت سے کمزور روایتیں درج ہو گئیں اور اسی بنا پر محدثین کو کہنا پڑا سیر میں ہر قسم کی روایتیں ہوتی ہیں۔ (۵۲/۱-۵۳)

مذکورہ بالا دونوں اقتباسات سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا شبلی سیرت کی مروج اور متداول کتابوں سے اسی لیے غیر مطمئن ہیں کہ ان میں ہر قسم کی روایات جمع کر دی گئیں ہیں اور انھیں محدثین کے اصول و طریق کے مطابق تحقیق و تنقید کی کسوٹی پر کسا نہیں گیا ہے۔ نیز یہ کہ سیرت کی کتابوں میں مذکور روایات کو آنکھ بند کر کے قبول نہیں کرنا چاہیے۔

اب مرسل و منقطع روایات سے متعلق مولانا کے بیانات ملاحظہ ہوں لکھتے ہیں:

محدثین نے جو اصول قرار دیے تھے، سیرت کی روایتوں میں لوگوں نے اکثر نظر انداز کر دیے۔ محدثین کا سب سے پہلا اصول یہ ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ روایت کا سلسلہ اصل واقعہ تک کہیں منقطع نہ ہونے پائے۔ لیکن آنحضرت ﷺ کے حالات ولادت کے متعلق جس قدر روایتیں مذکور ہیں، اکثر منقطع ہیں۔ صحابہ میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جس کی عمر آنحضرت ﷺ کی ولادت کے وقت روایت کے قابل ہو۔ سب سے معمر حضرت ابوبکرؓ ہیں، وہ آنحضرت ﷺ سے عمر میں دو (۲) برس کم تھے۔ اسی بنا پر میلاد کے متعلق جس قدر روایتیں ہیں ان میں سے اکثر متصل نہیں۔ اور اسی بنا پر بہت دور از کار روایتیں پھیل گئیں۔ (۵۳/۱-۵۴)

مزید لکھتے ہیں :

مغازی کا بڑا حصہ امام زہری سے منقول ہے۔ لیکن ان کی اکثر روایتیں جو سیرت ابن ہشام اور طبقات ابن سعد وغیرہ میں مذکور ہیں، منقطع ہیں۔ (۵۴/۱)

ان بیانات سے معلوم ہوا کہ مولانا شبلی کے نزدیک روایات حدیث کی طرح روایات سیرت کا بھی سند کے لحاظ سے انقطاع باعث قدح ہے، اور یہ کہ منقطع روایات حدیث کی طرح سیرت کے باب میں بھی قابل اعتبار و استناد نہیں ہے۔

اب تک کی گفتگو اصول و نظریات سے متعلق تھی۔ عملی طور پر بھی مولانا شبلی نے سیرۃ النبی میں متعدد روایات سیرت کو محدثانہ جرح و تنقید کے بعد نا قابل قبول قرار دیا ہے۔ اس کی ایک مثال حضرت علیؓ کے قلعۂ خیبر کے دروازے کو اکھاڑنے سے متعلق اسی کتاب کے پہلے باب میں گذر چکی ہے۔ اس کی دوسری مثال بحیریٰ راہب کی روایت ہے، جس پر مولانا کی جرح و تنقید گذشتہ صفحات میں نقل کی جا چکی ہے۔

اب اس سلسلے میں سیرۃ النبی سے چند اور اقتباسات بھی ملاحظہ ہوں :

(الف)

ادب و محاضرات کی کتابوں میں عموماً اور بعض تاریخوں میں بھی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکور ہے کہ قس بن ساعدہ نے عکاظ میں جو مشہور خطبہ دیا تھا، آنحضرت ﷺ اس خطبے میں شریک تھے..... قس بن ساعدہ کی روایت اور اس کا خطبہ مختصر و مطول بعبارات مختلفہ بغوی، ازدی، بیہقی، حافظ وغیرہ نے نقل کیا ہے، لیکن وہ سرتاپا مصنوعی اور موضوع ہے اس کے رواۃ عموماً ناقابل سند بلکہ کذاب ہیں۔ چنانچہ سیوطی نے موضوعات میں اس روایت کے تمام طریقوں کو نقل کر کے ان کے رواۃ سے بحث کی ہے اور علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر وغیرہ کے اقوال تفصیل سے نقل کیے ہیں۔ (قس بن ساعدہ کا خطبہ ۱/۱۹۴)

(ب)

مشہور ہے کہ کفار غار کے قریب آ گئے تو خدا نے حکم دیا۔ دفعتہً ببول کا درخت اُگا اور اسکی ٹہنیوں نے پھیل کر آنحضرت ﷺ کو چھپا لیا۔ ساتھ ہی دو (۲) کبوتر آئے اور گھونسلہ بنا کر انڈے دیے۔ حرم کے کبوتر انھی کبوتروں کی نسل سے ہیں۔ اس روایت کو مواہب لدنیہ میں تفصیل سے نقل کیا ہے اور زرقانی نے بزار وغیرہ سے اس کے ماخذ بتائے ہیں، لیکن یہ تمام روایتیں غلط ہیں۔ اس روایت کا اصل راوی عون بن عمرو ہے۔ اس کی نسبت امام فن یحییٰ بن معین کا قول ہے "لاشئ" یعنی ہیچ ہے۔ امام بخاری نے کہا ہے کہ "وہ منکر الحدیث اور مجہول ہے" اس روایت کا ایک اور راوی ابو مصعب مکی ہے، وہ مجہول الحال ہے۔ چنانچہ علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں عون بن عمرو کے حال میں یہ تمام اقوال نقل کیے ہیں اور خود اس روایت کا بھی ذکر کیا ہے۔ (ہجرت ۱/۲۷۲)

(ج)

طبری میں روایت ہے کہ جب خیبری قلعے سے نکلے تو حضرت عمرؓ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے پانو نہ جم سکے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ فوج نے نامردی کی، لیکن فوج نے ان کی نسبت خود یہی شکایت کی۔

اس روایت کو طبری نے جس سلسلۂ سند سے نقل کیا ہے، اس کے راوی عوف ہیں، ان کو بہت سے لوگوں نے ثقہ کہا ہے۔ لیکن بندار جب ان کی روایت بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ: رافضی اور شیطان تھا۔ یہ لفظ بہت سخت ہے لیکن شیعیت سب کو تسلیم ہے اور گو شیعہ ہونا بے اعتباری کی دلیل نہیں، لیکن یہ ظاہر ہے کہ جس روایت میں حضرت عمرؓ کے بھاگنے کا واقعہ بیان کیا جائے، شیعہ کی زبان سے اس روایت کا رتبہ کیا رہ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اوپر کے راوی عبداللہ بن بریدہ ہیں، جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ لیکن محدثین کو اس بات میں شبہ ہے کہ ان کی جو روایتیں باپ کے سلسلے سے منقول ہیں، صحیح بھی ہیں یا نہیں؟

(فتح خیبر ۱/۴۸۶)

ان مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مولانا شبلی جس طرح اصولی و نظری سطح پر روایات سیرت کو محدثانہ اصولوں کے مطابق جانچنے پرکھنے کے قائل ہیں، اسی طرح عملی سطح پر بھی سیرۃ النبی میں انھوں نے ان اصولوں کو جا بجا برتا ہے۔ لہٰذا انھی کے قائم کردہ اصولوں اور طریق کار کے مطابق سیرۃ النبی کا جائزہ لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں یہ عمل ایک حد تک ضروری بھی ہے۔

اس ضرورت کی وضاحت یہ ہے کہ مولانا نے مقدمۂ سیرۃ النبی میں روایات سیرت، راویان سیرت اور کتب سیرت کے بارے میں بے اطمینانی کا اظہار کرتے ہوئے جس طرح ایک نئی تصنیف سیرت کی ضرورت کا ذکر کیا ہے، جو نہایت تحقیق و تنقید کے ساتھ لکھی گئی ہو اور جس میں روایات سیرت کے بجائے روایات حدیث پر اعتماد کیا گیا ہو، اس سے عام طور پر یہی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاثر قائم کیا گیا کہ مولانا کی تصنیف سیرت مروج و متداول کتب سیرت سے مختلف ہے۔ یعنی نہایت جامع المعلومات، اور عالمانہ اور محققانہ اور اس کی ہر روایت محدثانہ اصولوں کے مطابق تحقیق و تنقید کے بعد داخل کتاب کی گئی ہے۔ بطور مثال اس سلسلے میں ذیل کے بیانات ملاحظہ ہوں۔ مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی لکھتے ہیں :

> سیرۃ النبی کی تالیف سے پہلے، اردو میں سیرت نبوی پر جس قدر کتابیں لکھی گئیں، وہ زیادہ تر مغازی و اخلاق و شمائل نبوی پر مشتمل ہیں اور ان میں روایات کی صحت اور تحقیق و تنقید کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا۔ (معارف اعظم گڈھ، سلیمان نمبر)

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں :

> سیرۃ النبی کی نسبت علامہ شبلی نے منشی محمد امین زبیری کو ایک خط میں لکھا تھا : ''اگر مر نہ گیا اور ایک آنکھ بھی سلامت رہی تو انشاء اللہ دنیا کو ایسی کتاب دے جاؤں گا جس کی توقع کئی سو برس تک نہیں ہو سکتی''۔ انھیں موت نے تکمیل کار کی مہلت نہ دی لیکن پھر بھی حیات نبوی کی ڈیڑھ جلد انھوں نے جس محنت، دقت نظر، وسیع علمیت، غور و فکر، حسن استدلال اور ادبی شان کے ساتھ لکھی ہے، اس کی مثال عالم اسلام کے ادب میں مشکل سے ملے گی۔
> (یادگار شبلی ۴۳۶)

ڈاکٹر انور محمود خالد اپنے تحقیقی مقالے میں لکھتے ہیں :

> شبلی نے اپنی کتاب میں صرف وہی روایات ذکر کی ہیں، جنھیں وہ ہر اعتبار سے قابل استناد سمجھتے تھے۔
> (اردو نثر میں سیرت رسول ۵۹۰)

عبداللطیف اعظمی رقم طراز ہیں :

> یوں تو دنیا کی ہر زبان میں آنحضرت ﷺ اور ان کے حالات میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیں لکھی گئی ہیں، لیکن اس عظیم الشان تالیف کی نظیر نہ تو عربی زبان باوجود اپنی قدامت اور باوجود اپنی اس خصوصیت کے کہ رسول اللہ ﷺ اور قرآن حکیم کی زبان ہے، پیش کر سکتی ہے اور نہ فارسی یا دنیا کی کوئی اور ترقی یافتہ سے ترقی یافتہ زبان۔ اسی وجہ سے اسے عربی اور بعض دوسری زبانوں میں منتقل کیا جا رہا ہے۔

(مولانا شبلی کا مرتبہ اردو ادب میں ۹۲)

اختر وقار عظیم لکھتے ہیں :

شبلی کی تصانیف میں حرف آخر سیرۃ النبی ہے... آج تک سیرۃ النبی سے زیادہ محققانہ، عمدہ اور جامع المعلومات کتاب رسول اللہ ﷺ پر نہیں لکھی گئی۔ (شبلی بحیثیت مؤرخ ۱۲۳)

اس لیے مناسب بلکہ ضروری تھا کہ خود مصنف کے اصول ونظریات اور طریق کار کی روشنی میں اس کتاب کا جائزہ لے کر بتایا جائے کہ اس میں مستند اور غیر مستند یا کم مستند روایات کا تناسب کیا ہے؟ سو جیسا کہ عرض کیا جا چکا، اس کتاب کے مواد و مشتملات کی تحقیق و تفتیش کے بعد یہ حقیقت سامنے آئی کہ سیرۃ النبی میں غیر مستند یا کم مستند روایات کا تناسب کم از کم پچاس (۵۰) یا ساٹھ (۶۰) فیصد ہے اس کے علاوہ چند اور حقائق بھی سامنے آئے، جنھیں آئندہ سطور میں پیش کیا جاتا ہے۔

(الف) مولانا شبلی نے عربی کی قدیم کتب سیرت پر عمومی تنقید و تبصرہ کرتے ہوئے حافظ زین الدین عراقی کی سیرت منظوم کا ایک شعر مقدمۂ سیرۃ میں دو جگہ نقل کیا ہے :

ولیعلم الطالب أن السیرا — طالب کو جاننا چاہیے کہ سیرت میں سبھی طرح کی
تجمع ماصح وما قد أنکرا — روایتیں جمع ہوتی ہیں، صحیح بھی اور غلط بھی۔

تعجب ہے کہ مولانا سب کو ہوشیار اور خبردار کرتے رہے، لیکن خود ان کی "سیرۃ النبی" دوسری کتب سیرت سے مختلف نہ ہو سکی۔ اس میں صحیح و سقیم ہر طرح کی روایات موجود ہیں۔

(ب) مولانا نے "سیرۃ النبی" میں جا بجا واقدی سے سخت برہمی و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیزاری اور تنفر و تکدر کا اظہار کیا ہے۔ مثلاً : امام شافعی فرماتے ہیں کہ :"واقدی کی تمام تصانیف جھوٹ کا انبار ہے"۔ کتب سیرت کی اکثر بیہودہ روایتوں کا سرچشمہ انھی کی تصانیف ہیں۔ (۳۳/۱)

محدثین بالاتفاق لکھتے ہیں کہ: وہ خود اپنے جی سے روایات گڑھتا ہے۔ (۴۸/۱)

واقدی کو تو محدثین علانیہ کذاب کہتے ہیں۔ (۱۸/۱)

واقدی کی لغو بیانی مسلمۂ عام ہے۔ (۲۳/۱)

ان بیانات سے واقدی کے بارے میں مولانا کے تاثرات و خیالات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے اور یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ واقدی ان کے نزدیک کسی حال میں اور کسی درجے میں قابل قبول نہیں ہیں۔

اس کے بعد واقدی کے بارے میں مزید احتیاط برتنے کے خیال سے مولانا نے مقدمۂ سیرۃ میں "مصنفین سیرت کی تدلیس" کا ایک ذیلی عنوان قائم کیا ہے۔ اس کے تحت رقم طراز ہیں :

> سیرت میں اگلوں نے جو کتابیں لکھیں، ان سے مابعد کے لوگوں نے جو روایتیں نقل کیں، انھی کے نام سے نقل کیں۔ ان کے مستند ہونے کی بنا پر لوگوں نے ان تمام روایتوں کو معتبر سمجھ لیا اور چونکہ اصل کتابیں ہر شخص کو ہاتھ نہیں آسکتی تھیں۔ اس لیے راویوں کا پتہ نہ لگا سکے اور رفتہ رفتہ یہ روایتیں تمام کتابوں میں داخل ہو گئیں۔ اس تدلیس کا یہ نتیجہ ہوا کہ مثلاً جو روایتیں واقدی کی کتاب مذکور ہیں، ان کو لوگ عموماً غلط سمجھتے ہیں لیکن انھی روایتوں کو جب ابن سعد کے نام سے نقل کر دیا جاتا ہے تو لوگ ان کو معتبر سمجھتے ہیں، حالانکہ ابن سعد کی اصل کتاب ہاتھ آئی تو پتہ لگا کہ ابن سعد نے اکثر روایتیں واقدی ہی سے لی ہیں۔ (۵۵/۱-۵۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان سب تنبیہات وتحذیرات کے باجود تعجب اور سخت تعجب ہے کہ خود مولانا نے سیرۃ النبی میں واقدی سے قدم قدم پر استفادہ کیا اور حوالہ ہر جگہ ابن سعد کا دیتے چلے گئے۔ اس استفادے کی کیفیت وکمیت اور کثرت وتواتر کا اندازہ لگانے کے لیے گذشتہ صفحات میں مذکور فہرست کی طرف مراجعت کی سکتی ہے۔

(ج) اسی طرح ابن اسحٰق کے بارے میں ایک جگہ لکھتے ہیں :

> یہ روایت (خزانے کا پتہ نہ بتانے کے جرم میں کنانہ بن ابی الحقیق کے قتل کی روایت) طبری، اور ابن ہشام دونوں نے ابن اسحٰق سے روایت کی ہے لیکن ابن اسحٰق نے اُوپر کے کسی راوی کا نام نہیں بتایا۔
>
> محدثین نے رجال کی کتابوں میں تصریح کی ہے کہ ابن اسحٰق یہودیوں سے مغازی نبوی کے واقعات روایت کرتے تھے۔ اس روایت کو بھی انھی روایتوں میں سمجھنا چاہیے اور یہی وجہ ہے کہ ان راویوں کا نام نہیں لیتے۔ (۴۹۵/۱)

ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں :

> ارباب سیر کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے گو اہل مکہ کو امن عطا کیا تھا، تاہم ۱۰ شخصوں کی نسبت حکم دیا کہ جہاں ملیں قتل کر دیے جائیں... جن لوگوں کی نسبت حکم قتل کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ کسی زمانے میں آنحضرت ﷺ کو ستایا کرتے تھے، وہ روایتیں ابن اسحٰق تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہیں، یعنی اصول حدیث کی رو سے وہ روایت منقطع ہے، جو قابل اعتبار نہیں۔ ابن اسحٰق کا فی نفسہ جو درجہ ہے وہ ہم کتاب کے دیباچے میں لکھ آئے ہیں۔
>
> (۵۲۳/۱-۵۲۵)

ان دونوں روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابن اسحٰق کی وہ روایتیں جن کی سندیں مذکور نہیں اور جن میں وہ اوپر کے راویوں کے نام نہیں بتاتے مولانا کے نزدیک منقطع اور ناقابل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتبار ہیں۔ اس کے باوجود انھوں نے سیرۃ النبی کے تقریباً ہر باب میں ابن اسحٰق کی بے سند روایتیں مسلسل اور بکثرت داخل کی ہیں۔ اس سلسلے میں بھی صفحات گذشتہ میں مذکور فہرست سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

(د) فہرست مذکور کی مراجعت سے یہ حقیقت بھی سامنے آجاتی ہے کہ سیرۃ النبی کی مذکورہ جلدوں میں مرسل، معضل اور منقطع روایتیں بھی درجنوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ اسی طرح کلبی، ہیثم البکاء اور متعدد ضعیف راویوں کی ضعیف روایات نے بھی اس کتاب میں جگہ پالی ہے۔ مزید برآں مولانا نے تاریخ الخمیس، تاریخ یعقوبی اور متعدد متاخر مآخذ سے بے سند اقوال بھی نقل کر کے شاملِ کتاب کر لیے ہیں۔

پس خلاصۂ کلام یہ ہے کہ سیرۃ النبی کے بارے میں یہ تاثر کہ اس میں شامل تمام روایات تحقیق واستناد اور محدثانہ صحت کے معیار پر پوری اترتی ہیں محض حسن ظن پر مبنی ہے۔ صحیح صورت حال یہ ہے کہ اس کتاب کے تقریباً پچاس (۵۰) فیصد مشتملات خود مولانا شبلی کے قائم کردہ اصولوں کے مطابق محدثانہ صحت واستناد کے معیاروں پر پورے نہیں اترتے۔ اس لحاظ سے سیرۃ النبی اور سیرت کی قدیم عربی کتابوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

چند وضاحتیں :

یہاں آخر میں بعض امور کی وضاحت نہایت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ اس باب میں ''سیرۃ النبی'' کے مواد و مشتملات پر گفتگو کرتے ہوئے ہم نے بار بار دو لفظ استعمال کیے ہیں۔ ''کم مستند'' اور ''غیر مستند'' ظاہر ہے کہ یہ دونوں الفاظ مرادف نہیں ہیں، بلکہ ''کم مستند'' سے وہ روایات و واقعات مراد ہیں، جو اگرچہ صحت کے اعلا معیار پر پورے نہیں اترتے، لیکن فی الجملہ ان کی صحت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ یا تو اس لیے کہ وہ سیرت نگاروں کے درمیان مشہور و متداول ہیں، یا اس لیے کہ ان کے شواہد و متابعات موجود ہیں، یا اس لیے کہ سند کے ضعف کے باوجود ان کا مضمون فی نفسہٖ ثابت ہے وغیرہ۔ انھی اسباب و وجوہ کی بنا پر اس باب میں مذکور روایات و واقعات کے لیے ''کم مستند'' اور ''غیر مستند'' کے الفاظ پہلو بہ پہلو رکھے گئے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں یہ وضاحت اس لیے ضروری تھی کہ بعض اہل علم نے پیش نظر باب سے متعلق اپنے تبصرہ و تجزیہ کے دوران ''کم مستند'' اور ''غیر مستند'' کے اس فرق کو ملحوظ نہیں رکھا اور انھوں نے یہ تاثر قائم کر لیا کہ ناچیز راقم اس باب میں پیش کردہ تمام روایات و واقعات کو غیر مستند تصور کرتا اور ان کی صحت و ثبوت کا بالکلیہ منکر ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

دوسری اہم وضاحت یہ ہے کہ گذشتہ صفحات میں پیش کردہ ''کم مستند'' یا ''غیر مستند'' روایات سیرت کی یہ فہرست مولانا شبلیؒ کے نقطۂ نظر سے ترتیب دی گئی ہے اور اس کے ذریعے محض یہ بتانا مقصود ہے کہ مولانا شبلی جس قسم کی روایتوں اور جن راویوں کی روایتوں کو نا قابل اعتنا تصور کرتے ہیں، خود ان کی ''سیرۃ النبی'' میں ان روایات کا تناسب کیا ہے۔

اس کے ساتھ ہی اس تفصیلی گفتگو کے ذریعے ان لوگوں کی غلط فہمی یا خوش فہمی کا ازالہ بھی مقصود ہے، جو کسی تحقیق و تفتیش کے بغیر ''سیرۃ النبی'' کو عربی، فارسی اور اردو کی سب سے جامع المعلومات اور محققانہ کتاب سیرت تصور کرتے اور اس کی تمام روایات کو صحیح و مستند گردانتے ہیں۔

تیسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس باب میں پیش کردہ کم مستند اور غیر مستند روایات کی فہرست مولانا شبلی کے تحریر کردہ متن کی روشنی میں ترتیب دی گئی ہے، یعنی یہ ممکن ہے کہ مولانا نے کسی واقعے کو جس سیاق و سباق اور جزئیات و تفصیلات کے ساتھ قلم بند فرمایا ہو، وہ بحیثیت مجموعی کم مستند یا غیر مستند کے ذیل میں آتا ہو، لیکن متفرق طور پر اس کے بعض اجزا روایات صحیحہ سے ثابت ہوں۔

ایک اور قابل توجہ بات یہ ہے کہ مواد و مشتملات کی اس بحث میں اگر ''سیرۃ النبی'' سے پورے پورے اقتباسات نقل کیے جاتے پھر ان کے بارے میں بتایا جاتا کہ ان کا ماخذ کیا ہے، پھر متعلقہ عربی عبارت نقل کی جاتی، پھر سند کی کیفیت بیان کی جاتی تو محض اقتباسات ہی کے لیے کئی سو صفحات کی وسعت درکار ہوتی۔ اس لیے متعلقہ مباحث کے عنوانات اور کہیں کہیں درمیان کی عبارتیں اشارے کے طور پر نقل کر دی گئی ہیں، جس سے مقصود یہ ہے کہ متعلقہ مباحث و واقعات کو اصل کتاب میں دیکھ لیا جائے۔

لیکن یہاں بھی بعض اہل علم حضرات نے غلط فہمی کی بنیاد پر یہ سمجھا کہ عبارتوں کے جو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹکڑے یا عنوانات نقل کیے گئے ہیں، انھی کا عدم استناد ثابت کرنا مقصود ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ پوری بحث یا واقعے کی طرف توجہ دلانا مطلوب ہے۔

اس سلسلے کی آخری بات یہ ہے کہ گذشتہ صفحات میں روایات سیرت پر گفتگو کرتے ہوئے ہم نے جابجا لکھا ہے "ابن اسحٰق کا قول ہے، جس کی سند مذکور نہیں" اس سے ہماری مراد سند کی نفی نہیں ہے، بلکہ یہ بتانا ہے کہ ابن ہشام نے سیرۃ ابن اسحٰق کی روایت کرتے ہوئے اس موقع پر سند ذکر نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری کتب سیرت و حدیث میں کہیں کہیں اوپر کے راوی یا راویوں کے نام بھی مل جاتے ہیں، تاہم ایسی صورت میں بھی روایت عام طور پر مرسل ہی رہتی ہے۔ ہمیں جہاں جہاں اوپر کے نام مل گئے ہیں، انھیں بھی حوالے کے ساتھ درج کر دیا ہے۔ پھر بھی ممکن ہے کہ بعض مقامات پر قلت علم اور قلت مطالعہ کی بنا پر بقیہ سند کی نشان دہی نہ ہو سکی ہو۔ ہم اہل علم حضرات کے شکر گذار ہوں گے، اگر ہماری کوتاہیوں کی جانب وہ ہمیں متوجہ کریں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

احادیث صحیحہ پر روایات سیرت کو ترجیح

مولانا شبلی نے مقدمۂ سیرت میں ایک اصول یہ تحریر فرمایا ہے کہ :

> احادیث صحیحہ کے سامنے سیرت کی روایتیں نظر انداز کر دی ہیں۔ جو واقعات بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکور ہیں، ان کے مقابلہ میں سیرت یا تاریخ کی روایت کی کوئی ضرورت نہیں۔ (۱۰۰/۱)

مولانا شبلی کی ترجمانی کرتے ہوئے مولانا سید سلیمان ندوی نے مضمون بالا کی تعبیر اس طور پر فرمائی ہے:

> سیرت کی روایتیں باعتبار صحت احادیث کی روایتوں سے فروتر ہیں۔ اس لیے بہ صورت اختلاف احادیث کی روایت کو ہمیشہ ترجیح دی جائے گی۔ (۸۱/۱)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولانا نے متعدد مقامات پر اس اصول پر عمل کرتے ہوئے احادیث کو روایات سیرت پر ترجیح دی ہے۔ مثلاً سفر ہجرت کے موقع پر قیام قباء کی مدت کے بارے میں لکھتے ہیں :

> تمام مؤرخین اور ارباب سیر لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے یہاں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف چار دن قیام فرمایا، لیکن صحیح بخاری میں چودہ دن ہے اور یہی قرین قیاس ہے۔ (۱/۲۷۵)

اسی طرح نجاشی بادشاہ حبش (جسے آپ نے دعوت اسلام کا خط بھیجا تھا) کی وفات کے بارے میں لکھتے ہیں :

عام ارباب سیر لکھتے ہیں کہ نجاشی نے ۹ھ میں وفات پائی۔ آنحضرت ﷺ مدینے میں تشریف رکھتے تھے اور یہ خبر سن کر آپ نے غائبانہ اس کے جنازے کی نماز پڑھائی، لیکن یہ غلط ہے، صحیح مسلم میں تصریح کی ہے کہ جس نجاشی کی نماز جنازہ آپ نے پڑھی، وہ یہ نہ تھا۔ (۱/۴۷۰-۴۷۱)

اسی طرح غزوۂ ذی قرد کے سلسلے میں رقم طراز ہیں :

ارباب سیر نے متفقاً اس واقعے کو خیبر کے واقعے سے ایک سال ماقبل بیان کیا ہے۔ لیکن امام بخاری نے صاف تصریح کی ہے کہ خیبر سے تین دن پہلے کا واقعہ ہے۔ (۱/۴۷۹)

اسی طرح عرب کے مشہور پہلوان مرحب کے قتل کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں :

ابن اسحٰق، موسیٰ بن عقبہ اور واقدی کا بیان ہے کہ مرحب کو محمد بن مسلمہ نے مارا تھا۔ مسند ابن حنبل اور نووی شرح مسلم میں حضرت علیؓ ہی کو مرحب کا قاتل اور فاتح خیبر لکھا ہے اور یہ اصح الروایات ہے۔ (۱/۴۸۹)

لیکن یہ تصویر کا صرف ایک رُخ ہے اس کا دوسرا رخ یہ ہے کہ سیرۃ النبی میں جابجا اس اصول کو نظر انداز کرتے ہوئے احادیث صحیحہ پر روایات سیرت کو ترجیح دینے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔ آئندہ صفحات میں ایسے مقامات کی نشاندہی کی جاتی ہے :

ایمان ابوطالب :

ابوطالب کی موت کفر پر ہوئی یا ایمان پر؟ مولانا شبلی نے اس سلسلے میں پہلے بخاری و

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم کی روایت نقل کی ہے، جس سے کفر پر موت کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :

بالآخر ابوطالب نے کہا میں عبدالمطلب کے دین پر مرتا ہوں، پھر آنحضرت ﷺ کی طرف خطاب کر کے کہا :

میں وہ کلمہ کہہ دیتا، لیکن قریش کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا،...

(۲۴۷/۱)

اسکے بعد ابن اسحٰق کی روایت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

یہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔ ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ مرتے وقت ابوطالب کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ حضرت عباس نے (جو اس وقت کافر تھے) کان لگا کر سنا، تو آنحضرت ﷺ سے کہا کہ تم نے جس کلمے کے لیے کہا تھا، ابوطالب وہی کہہ رہے ہیں۔ (ایضاً)

آگے لکھتے ہیں :

www.KitaboSunnat.com

اس بنا پر ابوطالب کے اسلام کے متعلق اختلاف ہے۔ لیکن چونکہ بخاری کی روایت عموماً صحیح تر مانی جاتی ہے اس لیے محدثین زیادہ تر ان کے کفر ہی کے قائل ہیں۔ (۲۴۸/۱)

یہاں مولانا شبلی کو اپنے اصولوں کے مطابق چاہیے تھا کہ صحیحین کی رُوایت کو ابن اسحٰق کی روایت پر ترجیح دیتے ہوئے فیصلہ کر دیتے کہ ابوطالب کی موت کفر پر ہوئی۔ لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں :

لیکن محدثانہ حیثیت سے بخاری کی یہ روایت چنداں قابل حجت نہیں کہ اخیر راوی مسیب ہیں جو فتح مکہ میں اسلام لائے اور ابوطالب کی وفات کے وقت موجود نہ تھے۔ اسی بنا پر علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ "روایت مرسل ہے"۔ ابن اسحٰق کے سلسلۂ روایت میں عباس بن عبداللہ بن معبد اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہیں یہ دونوں ثقہ ہیں۔ لیکن بیچ کا ایک راوی یہاں بھی رہ گیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس بنا پر دونوں روایتوں کے درجۂ استناد میں چنداں فرق نہیں۔
ابو طالب نے آنحضرت ﷺ کے لیے جو جاں نثاریاں کیں، اس سے کون انکار کر سکتا ہے، وہ اپنے جگر گوشوں تک کو آپ ﷺ پر نثار کرتے تھے۔ آپ کی محبت میں تمام عرب کو اپنا دشمن بنا لیا، آپ ﷺ کی خاطر محصور ہوئے، فاقے اٹھائے، شہر سے نکالے گئے۔ تین تین برس تک آب و دانہ بند رہا۔ لیکن یہ جوش محبت یہ جاں نثاریاں سب ضائع ہو جائیں گی؟ (۱/۲۴۸-۲۴۹)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہاں مولانا شبلی سے متعدد فروگذاشتیں سرزد ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ انھوں نے ابن اسحٰق کی منقطع روایت کو بخاری و مسلم کی متصل روایت کے ہم پلہ قرار دے دیا ہے۔ حالانکہ اگر بالفرض سند کے لحاظ سے دونوں روایتیں ہم پلہ ہوتیں جب بھی قاعدۂ مسلمہ کے مطابق صحیحین کی روایت کو سیرت کی روایت پر ترجیح دینی چاہیے تھی۔

دوسرے بخاری کی روایت کو مرسل کہہ کر خواہ مخواہ کمزور ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لیے کہ بخاری کے اخیر راوی حضرت مسیب صحابی ہیں اور مراسیل صحابہ بالاتفاق حجت ہیں۔

تیسرے یہ کہ موضوع زیر بحث کی تمام روایات کو دیکھ کر فیصلہ کرنے کے بجائے محض اپنے ذوق کی شہادت پر ابن اسحٰق کی روایت کو ترجیح دے دی ہے۔ حالانکہ حضرت مسیب کی روایت کی تائید میں حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب اور حضرت ابو سعیدؓ خدری کی روایتیں خود صحیح بخاری میں اسی موقع پر موجود ہیں۔ لیکن مولانا نے ان کے بارے میں سکوت اختیار فرمایا ہے۔

چوتھے یہ کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے الاصابۃ میں ابو طالب کے حالات کے ضمن میں ایمان ابو طالب کے سلسلے میں نہایت محققانہ گفتگو فرمائی ہے۔ ان کا فیصلہ یہی ہے کہ ابو طالب کی موت کفر پر ہوئی۔ رہ گئیں ایمان ابو طالب سے متعلق روایات تو ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں: "أسانيد هذه الاحاديث واهية" "ان روایات کی سندیں ناقابل اعتبار ہیں" (الاصابۃ ۴/۱۱۵-۱۱۹) قابل ذکر بات یہ ہے کہ مولانا شبلی کی نگاہ سے پوری بحث گذر چکی تھی، چنانچہ انھوں نے اگلے ہی صفحہ پر "اصابۃ، ذکر ابو طالب" کا حوالہ بھی دیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاہم انھوں نے اس پوری بحث کو نظر انداز کرتے ہوئے بالکل برعکس فیصلہ صادر کر دیا۔

نامناسب نہ ہوگا اگر یہاں تتمۂ بحث کے طور پر سید سلیمان ندوی کا بیان بھی نقل کر دیا جائے۔ موصوف حاشیۂ سیرۃ النبی میں تحریر فرماتے ہیں :

> مصنف کے اس نظریے سے مجھے اتفاق نہیں ہے۔ اس لیے کہ بخاری کی روایت کے آخری راوی حضرت مسیبؓ ہیں، جو صحابی ہیں۔ ظاہر ہے کہ صحابی کی روایت کسی صحابی ہی سے ہوگی۔ اسی لیے مراسیل صحابہ حجت ہیں اور ابن اسحٰق کی روایت منقطع ہے اور چھوٹا ہوا راوی صحابی نہیں ہے۔ خود ابن اسحٰق بھی استناد کا اعلا درجہ نہیں رکھتے۔ اس لیے دونوں روایتوں کو یکساں نہیں قرار دیا جا سکتا۔
>
> علاوہ بریں حضرت مسیبؓ کی اس روایت کی تائید میں، خود حضرت عباسؓ کی وہ روایت ہے، جو اسی مسیبؓ والی روایت سے اوپر صحیح بخاری میں موجود ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ حضرت عباسؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے چچا (ابو طالب) کو آپ سے کیا فائدہ پہنچا؟ کہ وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے، اور آپ کے لیے آپ کے دشمنوں سے برسر پرخاش رہتے تھے، فرمایا وہ دوزخ کی آگ میں صرف ٹخنے تک ہیں، مگر اس کا اثر بھی دماغ تک پہنچ جاتا ہے۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے سب سے نیچے طبقے میں ہوتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ خود حضرت عباسؓ کے علم میں تھا کہ ان کا خاتمہ توحید کے اقرار پر نہیں ہوا۔ اسی مضمون کی روایت حضرت ابو سعیدؓ خدری سے بھی ہے، جو صحیح بخاری باب قصۃ ابی طالب میں اسی موقع پر موجود ہے۔ (۱/۲۴۸)

☆☆☆☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غزوۂ بنی المصطلق :

اس غزوے سے متعلق دو طرح کی روایتیں ملتی ہیں۔ایک کتب سیرت کی اور دوسری صحیحین کی۔ مولانا نے یہاں بھی اپنے اصول اور قاعدۂ مسلمہ کے برخلاف بخاری و مسلم کی روایت پر سیرت کی روایت کو ترجیح دے دی ہے اس کی توضیح یہ ہے کہ اس غزوے سے متعلق مولانا نے اولاً درج ذیل تفصیلات قلم بند فرمائی ہیں:

> خزاعہ کا ایک خاندان بنوالمصطلق کہلاتا تھا، وہ مقام مریسیع میں جو مدینہ منورہ سے ۹ منزل ہے، آباد تھا۔ اس خاندان کا رئیس حارث بن ابی ضرار تھا، اس نے قریش کے اشارے سے یا خود مدینے پر حملے کی تیاریاں شروع کیں۔ آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی تو مزید تحقیقات کے لیے حضرت زید بن خصیب (کذا) کو بھیجا۔ انھوں نے واپس آکر خبر کی تصدیق کی۔ آپؐ نے صحابہ کو تیاری کا حکم دیا۔ ۲ رشعبان کو فوجیں مدینے سے روانہ ہوئیں۔ مریسیع میں خبر پہنچی تو حارث کی جمعیت منتشر ہوگئی اور وہ خود بھی کسی طرف نکل گیا۔ لیکن مریسیع میں جو لوگ آباد تھے، انھوں نے صف آرائی کی اور دیر تک جم کر تیر برساتے رہے۔ مسلمانوں نے دفعتہً ایک ساتھ حملہ کیا، تو ان کے پانو اکھڑ گئے۔ دس آدمی مارے گئے اور باقی گرفتار ہوگئے، جن کی تعداد تقریباً ۶۰۰ (کذا) تھی۔ غنیمت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں۔ (۱/۴۱۴)

اسکے بعد مذکورہ بالا روایت کا ماخذ بتاتے ہوئے صحیحین کی روایت کے بارے مین لکھتے ہیں :

> یہ ابن سعد کی روایت ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بنوالمصطلق پر اس حالت میں حملہ کیا کہ وہ بالکل بے خبر اور غافل تھے اور اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے۔ (ایضاً)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب ان دونوں روایتوں پر مولانا کا تبصرہ ملاحظہ ہو :

> ابن سعد نے اس روایت کو بھی نقل کیا ہے، لیکن لکھا ہے کہ پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اس پر حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ صحیحین کی روایت پر سیرت کی روایتوں ترجیح نہیں ہوسکتی لیکن واقعہ یہ ہے کہ صحیحین کی روایت بھی اصول حدیث کی رو سے قابل حجت نہیں کہ اس روایت کا سلسلہ نافع تک پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے اور جنگ میں شریک ہونا تو ایک طرف، نافع نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا بھی نہ دیکھا تھا۔ اس لیے یہ روایت اصطلاح محدثین میں منقطع ہے۔ (۱/۴۱۵)

مولانا کے اس بیان سے متعلق چند امور قابل ذکر ہیں :

(الف) سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ بخاری و مسلم کی محولہ بالا روایت منقطع نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے موصولاً مروی ہے اور خاص بات یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اس جنگ میں شریک بھی تھے۔ چنانچہ بخاری کے الفاظ یہ ہیں :

> حدثنا علی بن الحسن، أخبرنا عبدالله، أخبرنا ابن عوف قال : كتبت الیٰ نافع فكتب إلیَّ : ان النبی ﷺ أغار علی بنی المصطلق وهم غارون، وأنعامهم تسقیٰ علی الماء، فقتل مقاتلهم، وسبیٰ ذراریهم، وأصاب یومئذٍ جویریة. حدثنی به ابن عمر وكان فی ذلك الجیش. (البخاری كتاب العتق. باب من ملك من العرب رقیقا)

بخاری کے علاوہ یہ حدیث مسلم (کتاب الجهاد) ابوداؤد (کتاب الجهاد باب فی دعاء المشرکین) مسند امام شافعی، مسند احمد بن حنبل (۲/۳۱ و ۵۱) طحاوی (کتاب السیر) اور السنن الکبریٰ للبیهقی (باب قسمة الغنیمة فی دارالحرب) میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی موجود ہے اور موصولاً مروی ہے۔ پس خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مولانا شبلی کا اس حدیث کو منقطع کہنا سہو پر مبنی ہے انھوں نے روایت کے آخری حصے کو بغور نہیں دیکھا، جہاں "حدثنی به ابن عمر" کی تصریح موجود ہے۔

(ب) ثانیاً یہ کہ مولانا نے ابن سعد کے حوالے سے غزوۂ بنی مصطلق سے متعلق جو روایت نقل کی ہے، وہ ابن سعد کے یہاں کسی مستقل سند سے مروی نہیں ہے۔ بلکہ انھوں اسے "قالوا" کہہ کر بیان کیا ہے اور "قالوا" سے ان کی مراد ان کے یہ چار شیوخ ہیں، جن کے نام انھوں نے ابتدائے جزء مغازی میں بترتیب ذیل تحریر کیے ہیں :

(۱) محمد بن عمر الواقدی (۲) رویم بن یزید المقری (ان کی سند بیک واسطہ ابن اسحاق تک جا پہنچتی ہے) (۳) حسین بن محمد (یہ ابو معشر السندی کے شاگرد ہیں) (۴) اسماعیل بن عبداللہ المدنی (ان کی سند بیک واسطہ موسیٰ بن عقبہ سے مل جاتی ہے)

قابل ذکر بات یہ ہے کہ ابن سعد کی محولہ بالا روایت کا مقابلہ اگر مغازی واقدی سے کیا جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ابن سعد کی روایت درحقیقت واقدی کی روایت پر مبنی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ان کا یہ کہنا کہ "پہلی روایت زیادہ صحیح ہے" یہ بھی ابن سعد کی اپنی رائے نہیں ہے، بلکہ واقدی کے بیان کی حکایت ہے۔ ذیل میں دونوں کی متعلقہ عبارتیں اختصار کے ساتھ نقل کی جاتی ہیں :

قالوا : إن بلمصطلق من خزاعة..... وكانوا ينزلون على بئرلهم يقال لها المريسيع. بينها وبين الفرع نحو من يوم، وبين الفرع والمدينة ثمانية برد، وكان رأسهم وسيدهم الحارث بن أبي الضرار، فسار في قومه ومن قدر عليه من العرب، فدعاهم إلى حرب رسول الله ﷺ .... فبلغ ذلك رسول الله ﷺ فبعث بريدة بن الحصيب الأسلمي يعلم علم ذلك ... فاخبره خبرهم، فندب رسول الله

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ الناس اليهم ....وخرج يوم الاثنين لليلتين خلتا من شعبان، وبلغ الحارث بن أبي ضرار ومن معه مسير رسول الله ﷺ ... فسيئي بذلك الحارث ومن معه وخافوا خوفاً شديداً، وتفرق عنهم من كان معهم من العرب، وانتهى رسول اللهﷺ إلى المريسيع... فرموا بالنبل ساعة، ثم أمر رسول الله ﷺ، أصحابه، فحملوا حملة رجل واحد. فما أفلت منهم إنسان، وقتل عشرة منهم وأسرسائرهم... وكان ابن عمر يحدث أن النبيﷺ أغار عليهم وهم غارون ... والأول أثبت ... وكانت الإبل ألفي بعير، والشاء خمسة آلاف شاة، وكان السبي مأتي أهل بيت. (طبقات ابن سعد ۲/۶۳-۶۴)

في سنةخمس خرج رسول اللهﷺ يوم الاثنين لليلتين خلتا من شعبان ... قالوا إن بلمصطلق من خزاعة كانوا ينزلون ناحية الفرع ... وكان راسهم وسيدهم الحارث بن أبي ضرار، وكان قدسار في قومه ومن قدر عليه من العرب فدعاهم إلى حرب رسول الله ﷺ ... فبلغ ذلك رسول اللهﷺ، فبعث بريدة بن الحصيب الأسلمي يعلم علم ذلك، ... فاخبره خبر القوم، فندب رسول الله ﷺ الناس ... ثم انتهى رسول الله ﷺ الى المريسيع ... وخافوا خوفاً شديداً، وتفرق عنهم من كان قداجتمع إليهم من أفناء العرب ... ثم ان رسول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الله ﷺ أمر أصحابه أن يحملوا، فحملوا حملة رجل واحد، فما أفلت منهم إنسان، وقتل عشرة منهم، وأسر سائرهم ... وكان ابن عمر يحدث ان النبي ﷺ أغار على بني المصطلق وهم غارّون ... والحديث الاول أثبت عندنا ... وكانت الابل ألفي بعير وخمسة آلاف شاة، وكان السبي مأتي اهل بيت . (المغازی للواقدی ۱/۴۰۴۔۴۱۰)

ان تفصیلات کے ذکر کا مقصد اس طرف توجہ دلانا ہے کہ مولانا شبلی نے غزوۂ مذکور کے سلسلے میں جس روایت پر اعتماد کیا اور جس کا انتساب ابن سعد کی جانب کیا ہے، وہ روایت درحقیقت واقدی کی ہے۔ نیز یہ کہ اس روایت کو صحیحین میں مروی حضرت ابن عمرؓ کی روایت کے مقابلے زیادہ صحیح کہنے والے بھی اصالتاً واقدی اور تبعاً ابن سعد ہیں۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ واقدی مولانا شبلی کے نزدیک وضاع، کذاب، ناقابل التفات اور بالکلیہ نظر انداز کر دیے جانے کے لائق ہیں۔ لہٰذا مولانا کے لیے مناسب تھا کہ وہ اس روایت کو سرے سے اپنی کتاب میں جگہ ہی نہ دیتے، چہ جائے کہ انھوں نے اسے صحیحین کی روایت کے مقابلے میں لا کھڑا کیا۔

(ج) اس بحث کے آخر میں اس حقیقت کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے "فتح الباری" میں غزوۂ مذکور کے سلسلے میں صحیحین کی روایت کو راجح اور روایات سیرت کو مرجوح قرار دیا ہے، اسی طرح ان سے پہلے ابن عبدالبر مالکی نے "الدرر فی اختصار المغازی والسیر" میں امام ابن حزم ظاہری نے "جوامع السیرۃ" میں اور علامہ ابن القیم نے "زاد المعاد" میں صحیحین کی روایت کو ترجیح دی ہے۔

اس سلسلے کی آخری بات یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے دونوں طرح کی روایتوں کے درمیان جمع و تطبیق کی بھی کوشش کی ہے (ملاحظہ ہو فتح الباری۔ غزوۂ بنی المصطلق ۸/۴۳۵۔۴۳۶)

☆☆☆☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت جویریہ کا واقعہ :

ام المومنین حضرت جویریہؓ بنو المصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار کی بیٹی تھیں۔ ان کے شوہر غزوۂ بنو مصطلق میں مارے گئے اور وہ دوسرے قیدیوں کے ہمراہ گرفتار ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ تقسیم غنیمت کے بعد حضرت ثابتؓ بن قیس بن شماس کے حصے میں آئیں۔ انھوں نے حضرت ثابتؓ سے اپنی آزادی کے لیے کچھ رقم طے کر لی، جسے اصطلاح میں ''مکاتبت'' کہتے ہیں۔ پھر رقم کی فراہمی کے سلسلے میں وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئیں۔ اس وقت حضرت عائشہؓ بھی آپ ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں، ان کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ جویریہ صاحب جمال اور دلکش شکل وصورت کی مالک ہیں اس لیے مجھے ان کا آپ ﷺ کے پاس آنا ناگوار ہوا مبادا آپ بھی ان کے حسن و جمال سے متاثر ہو جائیں بہر حال انھوں نے جب آپ ﷺ سے اپنی آزادی کے لیے مالی تعاون کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارے ساتھ اس سے اچھا برتاؤ کیا جائے تو کیا تم اسے قبول کرو گی؟ انھوں نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرف سے رقم ادا کر دوں اور تمہیں اپنی زوجیت میں لے لوں۔ حضرت جویریہؓ نے اسے منظور کر لیا اور ازواج مطہرات میں شامل ہو گئیں۔

یہ روایت ابن اسحٰق کی ہے اور حضرت عائشہؓ سے سند متصل کے ساتھ مروی ہے۔ اس روایت کے تمام راوی قابل اعتبار و استناد ہیں۔ خود ابن اسحٰق مدلس ہیں، لیکن چونکہ اس روایت کے بعض طریق میں انھوں نے تحدیث کی تصریح کر دی ہے، اس لیے روایت بے غبار ہے اور درجۂ حسن کی ہے۔ سیرت و تاریخ کے علاوہ کتب حدیث میں بھی اس کی تخریج کی گئی ہے، چنانچہ امام ابوداؤد نے سنن ابوداؤد میں (کتاب العتق) امام احمد بن حنبل نے مسند احمد میں، حاکم نے المستدرک میں، امام بیہقی نے السنن الکبریٰ میں (۷۴/۹) اور ابو یعلی الموصلی نے مسند ابی یعلی میں ابن اسحٰق کے طریق سے حضرت عائشہ سے موصولاً اس روایت کی تخریج کی ہے۔

مولانا شبلی کے خیال میں اس روایت کے بعض مندرجات قابل اشکال ہیں، اس لیے وہ روایت مذکور کے مقابلے میں الاصابۃ اور طبقات ابن سعد کی ایک دوسری روایت کو راجح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ابن اسحٰق کی محولہ بالا روایت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ ابن اسحٰق کی روایت ہے، جو ابن ہشام اور ابو داؤد دونوں میں موجود ہے۔ لیکن دوسرے طریق روایت میں اس سے زیادہ واضح بیان موجود ہے۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت جویریہؓ کا باپ (حارث) رئیس عرب تھا حضرت جویریہؓ جب گرفتار ہوئیں تو حارث آنحضرت ﷺ کی خدمت آیا، اور کہا کہ میری بیٹی کنیز نہیں بن سکتی، میری شان اس سے بالاتر ہے، آپ اس کو آزاد کردیں۔ آپ نے فرمایا: کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ خود جویریہ کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ حارث نے جویریہ سے کہا کہ محمد نے تیری مرضی پر رکھا، دیکھنا مجھ کو رسوا نہ کرنا۔ انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہنا پسند کرتی ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان سے شادی کرلی۔

یہ روایت حافظ ابن حجر نے "الاصابۃ" میں ابن مندہ سے نقل کرکے لکھا ہے کہ "اس کی سند صحیح ہے" ابن سعد میں بھی یہ روایت مذکور ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں یہ روایت بھی کی ہے کہ "حضرت جویریہ کے والد نے ان کا زر فدیہ ادا کیا اور جب وہ آزاد ہوگئیں تو آنحضرت ﷺ نے ان سے نکاح کیا" (۴۱۷۔۴۱۸)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ الاصابۃ اور طبقات ابن سعد کی مذکورہ بالا روایت جس کے بیان کو مولانا شبلی نے زیادہ واضح قرار دیا ہے اور جس پر اعتماد کرتے ہوئے "اصل واقعہ یہ ہے" سے اس کی تعبیر کی ہے، اگر سند کے لحاظ سے درست اور قابل استناد ہوتی، جب بھی مولانا شبلی کے اپنے اصول اور قاعدۂ مسلمہ کے مطابق ابن اسحٰق کی حضرت عائشہؓ سے مروی روایت کے مقابلے میں مرجوح قرار پاتی، کیونکہ وہ سیرت کی روایت ہے اور حضرت عائشہؓ کی روایت کی تخریج کتب حدیث میں کی گئی ہے۔ یہ گفتگو بر سبیل فرض واحتمال تھی، ورنہ صحیح صورت حال یہ ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ الاصابۃ اور طبقات کی روایت مرسل ہونے کی بنا پر چنداں قابل استناد نہیں، چہ جائیکہ اسے حضرت عائشہؓ کی روایت کے بالمقابل پیش کیا جائے۔ اس کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ ہو :

اولاً یہ کہ الاصابۃ اور طبقات کی روایت سند کے لحاظ سے متصل نہیں بلکہ مرسل ہے۔ چنانچہ طبقات سے اس کی ابتدائی عبارت مع سند نقل کی جاتی ہے :

اخبرنا عبدالله بن جعفر الرقی قال : حدثنا عبدالله بن عمرو، عن أيوب، عن ابی قلابة أن النبی ﷺ سبیٰ جويرية بنت الحارث، فجاء أبوها إلى النبی ﷺ فقال : إن ابنتی لايسبیٰ مثلها..... (الحديث) (طبقات ۱۱۸/۸)

حافظ ابن حجر نے بھی الاصابۃ میں اسے مرسل ہی کہہ کر نقل کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

ومن مرسل ابی قلابة قال : سبی النبی ﷺ جويرية يعنی وتزوجها، فجاء ها أبوها ..... (الحديث) (الاصابة ۲۶۵/۴)

پس خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مولانا شبلی کی پیش کردہ مذکورہ بالا روایت مرسل ہے، اس لیے بھی اسے حضرت عائشہؓ کی متصل روایت کے مقابل نہیں رکھا جا سکتا۔

ثانیاً یہ کہ سیرۃ النبی کے مذکورہ بالا اقتباس میں مولانا شبلی کا یہ فرمانا کہ یہ روایت حافظ ابن حجر نے اصابۃ میں ابن مندہ سے نقل کر کے لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ تسامح اور غلط فہمی پر مبنی ہے۔ دراصل حافظ نے ابوقلابۃ کی اس روایت کے سلسلے میں ابن مندہ کا حوالہ نہیں دیا، بلکہ ترمذی کی ایک روایت کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ ترمذی کی فلاں حدیث ابن مندہ کی المعرفۃ میں ہمیں سند عالی سے پہنچی ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ چنانچہ حافظ کی اصل عبارت یہ ہے :

ومن طريق شعبة عن محمد بن عبدالرحمن مولیٰ آل طلحة عن كريب، عن ابن عباس قال : كان اسم جويرية برة فسماها رسول الله ﷺ جويرية ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واخرج الترمذی من طریق شعبة بهذا الاسناد الی ابن عباس، عن جویریة بنت الحارث أن النبی ﷺ مر علیها وهی فی مسجدها، ثم مر علیها قریباً من نصف النهار، فقال : مازلت علی ذلک؟ قالت : نعم قال: ألا اعلمک کلمات تقولهن : سبحان الله عدد خلقه (الحدیث) ووقع لنابعلوّ فی المعرفة لابن مندة وسنده صحیح (الاصابة ۲۶۵/۴)

سیرت النبی کے مذکورہ بالا اقتباس میں طبقات ابن سعد کی ایک اور روایت کا بھی حوالہ دیا گیا ہے، جس کے مطابق حضرت جویریہؓ کے والد نے ان کا زرِفدیہ ادا کیا، اور جب وہ آزاد ہوگئیں تو آنحضرت ﷺ نے ان سے نکاح کیا۔

اس روایت کا سقم یہ ہے کہ واقدی کی روایت ہے، چنانچہ ابن سعد نے اپنی سند میں پہلا نام واقدی کا ہی لیا ہے :

اخبرنا محمد بن عمر، حدثنا عبد الله بن أبی الأبیض مولی جویریة عن أبیه قال : سبیٰ رسول الله ﷺ بنی المصطلق، فوقعت جویریة فی السبی فجاء أبوهافافتداها، فأنکحها رسول الله ﷺ بعد، (ابن سعد ۱۱۷/۸)

لہٰذا مولانا شبلی کے نقطۂ نظر کے مطابق اسے سیرۃ النبی میں جگہ ہی نہیں ملنی چاہیے تھی، چہ جائیکہ حضرت عائشہؓ کی متصل روایت کے بعد اسے بطور بیان واقعہ پیش کیا جائے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

حدیث کے بجائے سیرت کی کتابوں پر اعتماد

مولانا شبلی نے اپنی تصنیف سیرت کی ایک خصوصیت یہ بھی بیان کی ہے کہ سیرت کے جو واقعات بخاری و مسلم اور حدیث کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں، ان کے سلسلے میں کتب سیرت و تاریخ کی روایات سے انھوں نے صرف نظر کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

> جو واقعات بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکور ہیں، ان کے مقابلے میں سیرت یا تاریخ کی روایت کی کوئی ضرورت نہیں۔
>
> (سیرۃ النبی ۱/۱۰۰)

اس اصول کی صحت اور درستگی میں کوئی کلام نہیں۔ لیکن ''سیرۃ النبی'' کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعض دوسرے مفید اور کارآمد اصولوں کی طرح مولانا نے اس پر بھی ہر جگہ عمل نہیں کیا ہے۔ چنانچہ اس کتاب میں اس اصول کی خلاف ورزی کی مثالیں جابجا موجود ہیں۔ اس کی تفصیلات آئندہ صفحات میں پیش کی جاتی ہیں۔

قتل کعب بن اشرف :

مصنف سیرۃ النبی نے اس واقعے کے ضمن میں سیرۃ ابن ہشام، تاریخ خمیس، تاریخ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعقوبی اور طبقات ابن سعد کے حوالے سے مختلف جزئیات وتفصیلات نقل کی ہیں، جن میں سے ازروئے سند کوئی بھی قابل استناد نہیں۔ اس کے علاوہ عکرمہ سے مروی ایک ضعیف روایت، نیز کلبی سے مروی ایک دوسری روایت کے حوالے سے بھی بعض بیانات نقل کیے ہیں۔ (سیرۃ النبی ۱/۴۰۵)

دوسری طرف صحیح بخاری میں اس واقعے سے متعلق جو تفصیلات مذکور ہیں ان کا بیشتر حصہ مولانا نے قلم انداز کر دیا ہے۔ بعد میں مولانا سید سلیمان ندوی نے بین القوسین ان کا اضافہ کیا ہے۔ مزید برآں یہ کہ صحیح بخاری کے حوالے سے مولانا شبلی نے بعض باتیں جو لکھی ہیں، ان پر تاویل وتوجیہہ اور معذرت کا انداز غالب ہے۔ اس ضمن میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ کعب بن اشرف کی خباثتوں اور ایذا رسانیوں کی تفصیلات کے سلسلے میں مولانا نے ابن اسحٰق کی مرسل روایت پر اعتماد کیا ہے؛ حالانکہ ابوداؤد کی ایک مسند روایت میں اس کی شرارتوں کا بیان موجود ہے۔ مولانا کو اصولاً اسی پر اپنے بیان کی بنیاد رکھنا چاہیے تھی، پھر زائد تفصیلات ابن اسحٰق سے لے سکتے تھے۔ لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا، صرف حاشیے میں ابوداؤد کی طرف اشارہ کر دیا، واضح رہے کہ ابوداؤد کی روایت زیادہ مفصل اور مکمل شکل میں بیہقی کی دلائل النبوۃ (۳/۱۹۶-۱۹۸) موجود ہے۔ اس کے علاوہ بیہقی نے اسی کتاب میں حضرت جابر بن عبداللہ کی بھی ایک روایت نقل کی ہے، جس میں کعب بن اشرف کی عداوتوں اور ایذا رسانیوں کا تذکرہ ہے۔

حضرت سعد بن معاذؓ کا واقعہ :

غزوۂ خندق کے واقعات کے ضمن میں مولانا شبلی نے اس واقعے کی تفصیل اس طرح قلم بند کی ہے:

> حضرت عائشہؓ جس قلعے میں پناہ گزیں تھیں، حضرت سعد بن معاذؓ کی ماں بھی وہیں ان کے ساتھ تھیں۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں قلعے سے نکل کر باہر پھر رہی تھی، عقب سے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی، مڑ کر دیکھا تو سعدؓ ہاتھ میں حربہ لیے جوش کی حالت میں بڑی تیزی سے بڑھے جا رہے ہیں اور یہ شعر زبان پر ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لبث قليلاً تدرك الهيجا جمل لا بأس بالموت إذا الموت نزل

ذرا ٹھہر جانا کہ لڑائی میں ایک اور شخص پہنچ جائے وقت جب آ گیا تو موت سے کیا ڈر ہو

حضرت سعدؓ کی ماں نے سنا تو پکاریں بیٹا! دوڑ کر جا تو نے دیر لگا دی۔ سعدؓ کی زرہ اس قدر چھوٹی تھی کہ ان کے دونوں ہاتھ باہر تھے۔ حضرت عائشہؓ نے سعد کی ماں سے کہا کاش سعدؓ کی زرہ لمبی ہوتی۔ اتفاق یہ کہ ابن العرقہ نے تاک کر کھلے ہوئے ہاتھ پر تیر مارا، جس سے اکحل کی رگ کٹ گئی الخ... (سیرۃ النبی ۱/۴۳۲)

مولانا شبلی نے اس واقعے کے لیے سیرۃ ابن ہشام، تاریخ طبری اور تاریخ خمیس کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن یہ سیرت و تاریخ کی کتابیں ہیں۔ ان کے بجائے مصنف کو اپنے قائم کردہ اصول کے مطابق مسند امام احمد (۶/۱۴۱) کا حوالہ دینا چاہیے تھا۔ جس میں یہ روایت حضرت عائشہؓ سے موصولاً مروی ہے۔ بالخصوص اس لیے بھی کہ سیرۃ ابن ہشام کی روایت سند کے لحاظ سے منقطع ہے اور تاریخ خمیس ایک متاخر ماخذ ہے، جس کا مصنف حسین بن محمد بن الحسن الدیار بکری (متوفی ۹۶۶ھ) دسویں صدی ہجری کا آدمی ہے۔

پیداوار خیبر کی عادلانہ تقسیم :

اس سلسلے میں مولانا لکھتے ہیں:

فتح کے بعد زمین مفتوحہ پر قبضہ کر لیا گیا، لیکن یہود نے درخواست کی کہ ہمارے قبضے میں رہنے دی جائے، ہم پیداوار کا نصف حصہ ادا کریں گے۔ یہ درخواست منظور ہوئی، بٹائی کا وقت آتا تو آنحضرت ﷺ عبداللہ بن رواحہ کو بھیجتے تھے۔ وہ غلے کو دو حصوں میں تقسیم کر کے یہود سے کہتے تھے کہ اس میں سے جو حصہ چاہو لے لو۔ یہود اس عدل پر متحیر ہو کر کہتے تھے کہ "زمین و آسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہیں"۔ (۴۸۹-۴۹۰)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا نے ان تفصیلات کے لیے فتوح البلدان اور تاریخ طبری کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ ان امور کا تذکرہ سنن ابی داؤد (کتاب البیوع : باب المساقاۃ) اور بیہقی کی دلائل النبوۃ (باب ماجری بعد الفتح فی الکنز الخ ۲۳۰/۴) میں بھی موجود ہے، مولانا کو اپنے اصول کے مطابق کتب حدیث کا حوالہ دینا چاہیے تھا۔ بالخصوص طبری کا حوالہ اس لیے بھی غیر ضروری تھا کہ اس میں مذکور سلسلۂ زیر بحث کی روایات بعض بے سند ہیں (۹۵/۳) اور بعض مرسل ہیں (۹۸/۳) اس کے برخلاف ابوداؤد کی روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اور بیہقی کی روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے موصولاً مروی ہے۔

قتل ابی رافع :

مولانا شبلی نے اس واقعے کا بیان چند سطروں میں سرسری اور اجمالی انداز میں کیا ہے، حالانکہ اس سے متعلق صحیح بخاری میں حضرت براء بن عازبؓ کی دو مفصل روایات موجود ہیں۔ (کتاب المغازی: باب قتل ابی رافع)

ثانیاً ابورافع کی شرارتوں کے سلسلے میں ابن سعد کے ایک بیان پر اعتماد کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

> كان أبورافع بن ابى الحقيق قد أجلب فى غطفان ومن حوله من مشركى العرب وجعل لهم الجعل العظيم لحرب رسول الله۔ (سیرۃ النبی ۴۷۶/۱)

لیکن درحقیقت ابن سعد کا یہ بیان لفظ بہ لفظ واقدی سے ماخوذ ہے، چنانچہ مغازی واقدی کی عبارت یہ ہے :

> وكان ابن أبى الحقيق قد أجلب فى غطفان ومن حوله من مشركى العرب، وجعل لهم الجعل العظيم لحرب رسول الله ﷺ۔ (المغازی للواقدی ۳۹۴/۱)

اس لیے بہتر تھا کہ مولانا نے یہاں ابن اسحٰق کا حوالہ دیا ہوتا، کیونکہ وہ واقدی کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقابلے میں زیادہ مستند ہیں اور اس سے زیادہ بہتر یہ تھا کہ اس سلسلے میں حضرت عروۃ بن زبیر کی اس مرسل روایت کا حوالہ دیا جاتا جسے بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ابن عبدالبر نے "الدرر" میں نقل کیا ہے۔ کیونکہ عروہ واقدی اور ابن اسحٰق دونوں سے زیادہ معتبر اور زیادہ قدیم ہیں، روایت کے الفاظ دلائل النبوۃ سے نقل کیے جاتے ہیں۔

وكان سلام بن أبي الحقيق قد أجلب في غطفان ومن حوله من مشركي العرب، يدعوهم إلى قتال رسول الله ﷺ، ويجعل لهم الجعل العظيم، فاجتمعت معهم غطفان وحيي بن أخطب بمكة، قد استغوى أهل مكة، حدثهم أن عشيرتهم يترددون بتلك البلاد، ينتظرون المدد و الأموال، و أطاعت لهم غطفان، وبعث رسول الله ﷺ إلى ابن أبي الحقيق عبدالله بن عتيك بن قيس بن الأسود، وأباقتادة بن ربعي، وأسودالخزاعي وأمرّ عليم عبدالله بن عتيك، فبيتوه ليلاً فقتلوه۔ (۳۸/۴)

غزوۂ موتہ :

اس غزوے کے سیاق میں مولانا لکھتے ہیں :

جب یہ شکست خوردہ فوج مدینے کے قریب پہنچی اور اہل شہر ان کی مشایعت کو نکلے تو لوگ غمخواری کے بجائے ان کے چہروں پر خاک پھینکتے تھے کہ او فرار یو! تم خدا کی راہ سے بھاگ آئے۔

(سیرۃ النبی ۱/۵۰۷)

مولانا کے اس بیان پر خود مولانا سید سلیمان ندوی نے تعقب کرتے ہوئے لکھا ہے:

مصنف نے یہاں ابن اسحٰق کی روایت پر اعتماد کر کے اس فوج کو شکست خوردہ لکھا ہے اور ان کی واپسی پر ان سب کو بلا امتیاز فراری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہونے کا مستحق ظاہر کیا ہے، لیکن جیسا کہ صحیح بخاری غزوۂ موتہ میں ہے کہ حضور انور ﷺ نے از روے وحی فرمایا کہ پھر اللہ کی ایک تلوار یعنی خالد سیف اللہ نے مسلمانوں کے علم کو اپنے ہاتھ میں لیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے دشمن پر غلبہ دیا۔ (فتح اللہ علیہم) الخ... (حاشیہ سیرۃ النبی ۱/۵۰۷-۵۰۸)

راقم عرض کرتا ہے کہ مولانا شبلی کو یہاں بھی کتب سیرت کے بجائے حدیث کی کتابوں سے استفادہ کرنا چاہئے تھا۔ مثلاً سنن ابی داؤد (کتاب الجهاد: باب فی الدابة تعرقب فی الحرب) مسند احمد بن حنبل (مسند عبدالله بن جعفر بن ابی طالب ۱/۲۰۴-۲۰۵) اور سنن سعید بن منصور (باب جامع الشهادة: رقم الحديث ۲۸۳۵۔ قسم ثانی مجلد ثالث ص ۳۲۱-۳۲۲)

ان میں سے بعض کتابیں مولانا کی وفات کے بعد شائع ہوئی ہیں، لیکن ان کے متعلقہ اقتباسات حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں نقل کر دیے ہیں اور یہ کتاب مولانا کے سامنے موجود تھی۔

غزوۂ حنین :

مولانا نے اس غزوے کے سلسلے میں لکھا ہے :

فتح کے بجائے وہلۂ اول میں مطلع صاف تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو رفقائے خاص میں سے کوئی پہلو میں نہ تھا۔

(سیرۃ النبی ۱/۵۳۴)

مولانا سید سلیمان ندوی نے اس بیان پر بجا گرفت فرمائی ہے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں :

مصنف نے اول وہلہ میں مسلمانوں کی شکست تسلیم کی ہے۔ یہ ابن اسحٰق وغیرہ اہل سیر کی رائے ہے لیکن حدیث صحیح کا بیان ہے کہ مسلمانوں کو پہلے کامیابی ہوئی لوگ غنیمت پر ٹوٹ پڑے۔ دشمن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تیر اندازوں نے موقع پا کر تیر اندازی شروع کر دی، جس سے مسلمانوں کی صفوں میں بے ترتیبی، انتشار اور پراگندگی پیدا ہو گئی۔

بخاری میں حضرت براء کے الفاظ یہ ہیں :

وإنا لما حملنا عليهم، انكشفوا فأكببنا على الغنائم، فاستقبلنا بالسهام (بخاری غزوۂ حنین) ''اور ہم نے جب ان پر حملہ کیا تو وہ شکست کھا کر پیچھے ہٹ گئے تو ہم لوگ مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے، تو انھوں نے ہم کو تیروں پر دھر لیا۔

(حاشیہ سیرۃ النبی ۱/۵۳۴)

یہ مثالیں ہمارے اس دعوی کی تصدیق کے لیے کافی ہیں کہ مولانا شبلی نے کتب سیرت و تاریخ کے بجائے کتب حدیث پر اعتماد کے اصول پر سیرۃ النبی کی تصنیف کے دوران پوری طرح عمل نہیں کیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم

روایات صحیحہ پر تنقید

گذشتہ مباحث کے ضمن میں ہم نے یہ عرض کیا تھا کہ سیرۃ النبی کی تصنیف میں باوجود دعوائے صحت روایات صحیحہ کا التزام نہیں کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس میں رطب و یابس ہر طرح کی روایات موجود ہیں۔ اسی طرح کتب سیرت کے مقابلے میں کتب احادیث کی روایات کو راجح قرار دینے کے اصول پر بھی ہر جگہ عمل نہیں کیا گیا ہے۔ اسی طرح کتب سیرت کے بجائے کتب حدیث پر اعتماد کے وعدے کو بھی ہر جگہ نہیں نبھایا جا سکا ہے۔ یہ گویا تفریط کی شکل تھی۔ اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس میں افراط کا پہلو بھی موجود ہے۔ وہ اس طور پر کہ متعدد روایات صحیحہ پر کلام کر کے مولانا نے انھیں رد کر دیا ہے حالانکہ محدثین کے نزدیک وہ روایات قابل اعتماد واستناد ہیں۔ آئندہ صفحات میں اس سلسلے کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

حدیث بدؤ الوحی :

اگرچہ سیرۃ النبی کی کتابی شکل میں طبع واشاعت مولانا شبلی کی وفات کے بعد عمل میں آئی، لیکن اس کے دیباچے کا معتد بہ حصہ ''دیباچۂ سیرۃ نبوی'' کے عنوان سے، مولانا آزاد کے ہفت روزہ الہلال کلکتہ میں: جنوری ۱۹۱۳ء سے فروری ۱۹۱۳ء تک چار قسطوں میں مولانا نے خود

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شائع کرادیا تھا۔ چوتھی قسط میں مولانا تحریر فرماتے ہیں :

ایک عجیب بات یہ ہے کہ سیرت نبوی کے نہایت اہم واقعات جو آج تک معرکۃ الآراء ہیں اور جن پر ارباب آرا کے مختلف گروہ قائم ہوگئے ہیں، اکثر ان راویوں سے منقول ہیں، جو سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے۔ حدیثوں میں ہے کہ جب آپ نے پہلی دفعہ حضرت جبریل کو دیکھا تو کانپتے ہوئے گھر میں تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ سے کہا کہ مجھ کو اپنی جان کا ڈر ہے۔ بخاری کتاب التعبیر میں روایت ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرادینا چاہا۔ طبری میں ہے کہ آپ کو خیال ہوا کہ میرے حواس میں فرق آگیا ہے، حضرت خدیجہ نے کہا کہ "نہیں خدا آپ کو ضائع نہیں کرے گا" پھر وہ آپ کو ورقہ کے پاس لوا گئیں۔ ورقہ نے آپ کا بیان سنا اور آپ کو تسکین دی۔

یہ روایت کس قدر تعجب انگیز ہے۔ سید المرسلین کو حضرت جبریل نظر آتے ہیں، ان کو دیکھ کر آپ کانپتے ہیں، اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرادینا چاہتے ہیں۔ حواس کی نسبت شبہ ہوتا ہے، پھر ایک عیسائی تسکین دیتا ہے، پھر کہیں تسکین ہوتی ہے۔

عالم ملکوت کے واقعات اور مشاہدات ہر شخص ادا نہیں کرسکتا۔ آنحضرت نے جو کچھ دیکھا، جن الفاظ میں ادا فرمایا، اس کو راوی نے کس طرح سمجھا؟ کیونکر ادا کیا؟ پھر درجہ بدرجہ راویوں تک آتے آتے کیا تبدیلیاں ہوگئیں؟ اس کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔

یہ خدانخواستہ رواۃ کی شان میں بدگمانی نہیں بلکہ اقتضائے حالت ہے۔ (ہفت روزہ الہلال ۱۲ر فروری ۱۹۱۳ء ص ۸۹-۹۰)

مولانا شبلی کے اس بیان پر تعقب کرتے ہوئے مولانا اسحٰق کلکتوی مدرس مدرسہ عالیہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلکتہ نے ''سیرت نبوی اور نقد روایات و آثار'' کے عنوان سے ایک مضمون تحریر کیا، جو ۲۱ر اور ۲۸ر مئی ۱۹۱۳ء کے الہلال میں شائع ہوا۔ ہم ذیل میں اس کے بعض اجزا نقل کرتے ہیں۔

روایت کے ساتھ درایت کی پلہ بہ پلہ نگاہ داشت، ایک ایسا ضروری امر ہے، جس سے غالباً کسی کو اختلاف نہ ہوگا، اس لیے کہ درایت نقد روایت کے لیے ایک کسوٹی ہے جس سے جید کو ردی سے امتیاز کیا جاتا ہے۔ علمائے ربانیین نے اس سے جھوٹوں کا ناطقہ بند کر دیا، لیکن اس کا اس طرح استعمال جس سے قلب موضوع ہو جائے اور جس غرض کے لیے اس کا ایجاد ہوا اسی کو قلع وقمع کر دے، انصاف کا خون کرنا ہے۔

..... بدایتِ وحی کی حدیث صحیحین میں بطریق مختلفہ مروی ہے، اس کی نسبت غایت استبعاد ظاہر کیا ہے..... اس کی راوی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ ہیں۔ ان کا حفظ اور ضبط مستغنی عن البیان ہے۔

..... رہا نابالغی کا شبہہ جو ناقد علامہ کو پیش آیا ہے تو وہ نہیں معلوم کہ آیا بوقت تحمل ہے یا بہ وقت ادا؟ بہ وقت ادا تو ہو نہیں سکتا کہ عروہ جو ان کا بھانجا اور تابعی ہے، ان سے روایت کرتا ہے۔ یہ زمانہ بعد زمانۂ وفات نبوی ﷺ ہے اور حضرت کی وفات کے وقت عائشہ صدیقہؓ ۱۸ برس کی تھیں اور عروہ سے اس حدیث کا بیان کرنا یقیناً اس کے بعد ہوگا۔ رہا وقت تحمل، خواہ حضرت ﷺ سے سنا ہو، جیسا کہ ظاہر ہے، یا کسی اور صحابی سے، بہر حال اس وقت ان کے نابالغہ ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ ..... فاضل ناقد کو اول یہ ثابت کرنا چاہیے کہ بوقت سننے کے حضرت عائشہ کم عمر تھیں۔

فاضل ناقد کو جو ان واقعات کے متعلق استبعاد ہوا ہے اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو درایت کے خلاف سمجھا ہے، اس پر غور کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ امور کچھ بھی درایت کے خلاف نہیں ہیں۔ انبیاء علیہم السلام آخر بشر تھے۔ ﴿إن نحن الا بشر مثلكم ولكن الله يمن على من يشاء من عباده﴾ اور نہ لوازم بشریہ ان سے منفک ہو سکتے ہیں اور نہ طبعیتِ بشری بدل سکتی ہے۔ انسان کی فطری عادت ہے جب وہ کسی غیر مالوف وغیر مانوس چیز کو، جس سے کبھی سابقہ نہ پڑا ہو دفعتہً دیکھتا ہے تو مرعوب اور خوف زدہ ہو جاتا ہے اور پھر کسی انیس اور معتمد کے تسلی آمیز کلمات سے تشفی پانا بھی ایک امر طبعی ہے۔ (ہفت روزہ الہلال، ۳۱ رمئی ۱۳)

مولانا محمد اسحٰق کلکتوی کے تعقب اور ان کے رد و تردید کا اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ حدیث مذکور سے متعلق تنقید کا وہ حصہ مولانا شبلی نے اپنے دیباچے سے خارج کر دیا، جسے گذشتہ صفحات میں اقتباس کی صورت میں ہم نقل کر آئے ہیں۔ لیکن اس روایت کے بارے میں از روئے درایت مولانا کو جو شکوک و شبہات تھے، وہ بدستور قائم رہے۔ چنانچہ اصل کتاب میں جہاں اس روایت کے مندرجات انھوں نے تفصیل کے ساتھ ذکر کیے ہیں، وہیں اس سے متعلق اپنے خلجان کا ذکر بھی پیرایۂ بیان بدل کر کر دیا ہے، پھر آخر میں اس روایت کی سند پر کلام کرتے ہوئے اسے ناقابل اعتماد قرار دیا ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے حصۂ اول کی شرح میں معترضین کا یہ اعتراض نقل کیا ہے کہ "ایک پیغمبر کو نبوت میں کیونکر شک و شبہ ہو سکتا ہے اور ہو تو کسی عیسائی کے تسکین دینے سے کیا تسکین ہو سکتی ہے" پھر ایک مشہور محدث کا یہ جواب نقل کیا ہے کہ "نبوت ایک امر عظیم ہے۔ اس کا تحمل دفعتہً نہیں ہو سکتا" اس لیے آنحضرت ﷺ کو خواب کے ذریعے سے مانوس کیا گیا۔ پھر جب دفعتہً فرشتہ نظر آیا تو آپ اقتضائے بشریت سے خوف زدہ ہو گئے۔ حضرت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدیجہؓ نے آپ کو تسکین دی، پھر جب ورقہ نے تصدیق کی تو آپ کو یقین ہو گیا۔ محدث مذکور کے الفاظ یہ ہیں :

"فلما سمع كلامه أيقن بالحق واعترف به" جب آپ ﷺ نے ورقہ کا کلام سنا تو آپ کو یقین آ گیا اور آپ ﷺ نے اس کا اعتراف کیا۔ محدث مذکور اس کے بعد لکھتے ہیں کہ وحی بار بار اس لیے رک جاتی تھی کہ آپ ﷺ رفتہ رفتہ اس کے برداشت کرنے کے قابل ہو جائیں۔

لیکن جب ترمذی میں یہ حدیث موجود ہے کہ ''نبوت سے پہلے سفرِ شام میں جس درخت کے نیچے آپ بیٹھے تھے، اس کی تمام شاخیں آپ پر جھک آئیں جس سے بحیرا نے آپ کے نبی ہونے کا یقین کیا'' جب کہ صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ ''آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو نبوت سے پہلے مجھ کو سلام کیا کرتا تھا'' جب کہ صحاح میں موجود ہے کہ ''نبوت سے پہلے فرشتوں نے آپ کا سینہ چاک کیا اور جسمانی آلائش نکال کر پھینک دی'' تو خود ان روایتوں کے روایت کرنے والے کیونکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ فرشتے کا نظر آنا ایسا واقعہ تھا جس سے آپ اس قدر خوف زدہ ہو جاتے ہیں کہ ایک دفعہ تسکین ہو کر بھی بار بار اضطراب ہوتا تھا اور آپ اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کرتے تھے اور بار بار حضرت جبریل کو اطمینان دلانے کی ضرورت ہوتی تھی۔ کیا اور کسی پیغمبر کو بھی ابتدائے وحی میں کبھی شک ہوا تھا؟ حضرت موسیٰ نے درخت سے آواز سنی کہ ''میں خدا ہوں'' تو کیا ان کو کوئی شبہہ پیدا ہوا؟

حافظ ابن حجرؒ وغیرہ کی پیروی کرنے کی ہم کو ضرورت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ ہم کو پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ خود اصل روایت بہ سند مرفوع متصل ہے یا نہیں؟ یہ روایت امام زہری کے بلاغات میں سے ہے یعنی سند کا سلسلہ زہری تک ختم ہو جاتا ہے اور آگے نہیں بڑھتا۔ چنانچہ خود شارحین بخاری نے تصریح کر دی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسے عظیم الشان واقعے کے لیے سند مقطوع کافی نہیں۔

(سیرۃ النبی ۲۰۳-۲۰۵)

گذشتہ صفحات میں منقول مولانا شبلی کے دونوں اقتباسات پر غور کرنے سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ حدیث مذکور سے متعلق امور ذیل مولانا کے لیے باعث خلجان تھے۔

(۱) فرشتے کو دیکھ کر آپ پر خوف و اضطراب کی کیفیت کیوں طاری ہوگئی؟

(۲) روایت کے سیاق سے بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو اپنی نبوت کے بارے میں شک یا تردد تھا۔

(۳) ایک عیسائی کے تسکین دینے سے تسکین حاصل ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟

(۴) آپ ﷺ پر ایسا اضطراب کیوں طاری ہو جاتا تھا کہ آپ ﷺ بار بار اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا دینا چاہتے تھے۔

انھی اشکالات کی بنا پر مولانا نے اس روایت کی صحت پر استبعاد ظاہر فرمایا۔ چنانچہ اولاً اس پر یہ تنقید کی کہ بعض نابالغ صحابہ سے مروی ہے اور اس میں جن واقعات و مشاہدات کا بیان کیا گیا ہے، اس کا تعلق عالم ملکوت سے ہے۔ اس لیے اس کا احتمال ہے کہ راوی نے آنحضرت ﷺ کے الفاظ کو پوری طرح نہ سمجھا ہو اور من وعن ادا نہ کر سکا ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ درجہ بدرجہ راویوں تک آتے آتے کچھ اور تبدیلیاں واقع ہوگئی ہوں۔ لیکن جب مولانا محمد اسحٰق کلکتوی نے یہ وضاحت کی کہ یہ روایت بخاری و مسلم کی ہے اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، جن کا ضبط و فہم ایک حقیقت مسلمہ ہے تو مولانا نے اس بیان کو اصل کتاب سے خارج کر دیا اور دوسری تنقید یہ فرمائی کہ یہ روایت بلاغات زہری میں سے ہے یعنی منقطع ہے اور آنحضرت ﷺ تک اس کا سلسلۂ سند نہیں پہنچتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث کا پورا متن صحیح بخاری میں تین جگہ نقل فرمایا ہے۔ اولاً "باب کیف کان بدؤالوحی" میں ثانیاً "کتاب التفسیر: سورة اقرأ باسم ربک" میں ثالثاً "کتاب التعبیر باب أول مابدئ به رسول الله ﷺ من الوحی الرویأ الصالحة" میں قابل ذکر بات یہ ہے کہ ہر جگہ اس کی سند متصل ہے۔ چنانچہ امام زہری تصریح کرتے ہیں کہ ان سے یہ روایت حضرت عروہ بن زبیر نے بیان کی ہے اور خود عروہ صاف لفظوں میں بتاتے ہیں کہ یہ روایت حضرت عائشہؓ کی بیان کردہ ہے ۔ (أخبرنی ابن شهاب أن عروة بن الزبير أخبره أن عائشة زوج النبی ﷺ قالت الخ)

البتہ روایت کا وہ حصہ یقیناً بلاغات زہری میں ہے جس میں سورۂ علق کی ابتدائی آیات کے نزول کے بعد کچھ مدت تک وحی کے رک جانے کا بیان کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اس زمانے میں آپ حزن وملال کی شدت کی وجہ سے اپنے آپ کو بار بار پہاڑ سے گرا دینا چاہتے تھے، تا آنکہ حضرت جبریلؑ سامنے آجاتے اور آپ کو تسلی دیتے تھے، واضح رہے کہ روایت کا یہ حصہ صرف کتاب التعبیر میں نقل ہوا ہے اور اسی کے بارے میں شارحین بخاری مثلاً شمس الدین کرمانی اور حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے یہ تصریح کی ہے کہ روایت کا یہ ٹکڑا متصل سے مروی نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ تحریر فرماتے ہیں :

> ثم ان القائل "فیما بلغنا" هوالزهری، ومعنی الکلام: أن فی جملة ماوصل إلینا من خبر رسول الله فی هذه القصة، وهو من بلاغات الزهری ولیس موصولاً، وقال الکرمانی هذا هو الظاهر (فتح الباری ۱۲/۱۶)

لہٰذا اس پوری روایت کے بارے میں مولانا کا یہ فرمانا کہ اس کی سند متصل نہیں مقطوع ہے یا غلط فہمی پر مبنی ہے یا ایک طرح کا مغالطہ ہے۔

رہ گئے حدیث مذکور سے متعلق مولانا کے اشکالات تو سب سے پہلے اشکال کا جواب یہ ہے کہ فرشتے کو دیکھ کر خوف زدہ ہو جانا بہ تقاضائے بشریت تھا اور یہ نبوت کے منافی نہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس لیے کہ ایسا ہی خوف فرشتوں کو دیکھ کر حضرت ابراہیمؑ پر بھی طاری ہوا تھا۔اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے خوف کی تعبیر کے لیے قرآن مجید میں "رَوْع" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے ﴿فلما ذهب عن ابراهيم الروع﴾ اور یہی لفظ حدیث مذکور میں آنحضرت ﷺ کے تعلق سے بھی استعمال ہوا ہے "حتى ذهب عنه الروع" اس کے علاوہ قرآن مجید میں خوف کی نسبت بھی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ دونوں کی طرف کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے ﴿وأوجس منهم خيفة﴾ اسی طرح فرماتے ہیں ﴿وأوجس في نفسه خيفة موسىٰ﴾

دوسرے اشکال کے سلسلے میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا سید فخر الدین احمدؒ، صاحب ایضاح البخاری کی ایک عبارت نقل کر دی جائے موصوف تحریر فرماتے ہیں :

> حدیث شریف میں "لقد خشيت على نفسي" فرمایا گیا ہے۔بعض حضرات نے اس کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ یقین نہیں آیا کہ خداوند قدوس نے مجھے رسالت ونبوت کے لیے منتخب فرمالیا ہے۔ بلکہ آپ کو یہ خیال تھا کہ کہیں میں دیوانہ تو نہیں ہوگیا ہوں۔ جس طرح اس عالم میں جن، بھوت وغیرہ انسان پر اپنے اثرات ڈال کر دماغی توازن کو خراب کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اسی معنی کے پیش نظر ان حضرات نے اس صحیح روایت کا انکار کر دیا ہے۔ کیونکہ کوئی شخص جب پیغمبر بنایا جاتا ہے تو اسے پیغمبری کا یقین ہوتا ہے اور یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ آپ کو یقین نہیں۔اس لیے کہ اس احساس خطرہ سے اشتباہ کا گمان ہوتا ہے۔ لیکن ایسا طریق بہت غلط ہے کہ ایک بالکل صحیح روایت کا صرف اس بنا پر انکار کر دیا جائے کہ آپ کی فہم کی رسائی حقیقت کلام تک نہیں ہوسکی ہے۔ دراصل اس "خشیتُ" کے دو معنی ہو سکتے ہیں، اسے ماضی ہی کے معنی میں رکھیں یا مستقبل کے۔اگر ماضی کے معنی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہے تو آپ اس واقعے کی حکایت فرما رہے ہیں جو جبرئیل کے دبانے سے پیش آیا تھا۔ مفہوم یہ ہے کہ جبرئیلؑ نے اس شدت سے مجھے دبایا کہ زندگی کا خطرہ ہو گیا، اس لیے کہ میری قوتِ برداشت نے جواب دینا شروع کر دیا تھا۔ اور اگر اسے مستقبل کے معنی میں لیں تو مفہوم یہ ہوگا کہ نبوت بڑی باوزن چیز ہے۔ دیکھا ہی چاہیے جو سنبھل جائے، مجھے تو اپنے متعلق خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ نبوت میں اشتباہ اس کا مفہوم نہیں ہے۔ (ایضاح البخاری جزء اول ص ۸۳)

مولانا شبلی کے تیسرے اشکال کا باعث ومنشا محدث اسماعیلی کی ایک عبارت ہے۔ جسے حافظ نے فتح الباری میں نقل فرمایا ہے۔ عبارت کے الفاظ یہ ہیں۔ "فلما سمع كلامه أيقن بالحق واعترف به"

مولانا نے اس عبارت کا مفہوم یہ سمجھا کہ آنحضرت ﷺ نے جب ورقہ کا کلام سنا، تو آپ کو حق کا یقین آ گیا اور آپ نے اسے مان لیا۔ حالانکہ اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ ورقہ نے جب آنحضرت ﷺ کی گفتگو سنی تو ورقہ کو حق کا یقین آ گیا اور انھوں نے اسے تسلیم کر لیا۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے "سیرۃ المصطفیٰ" میں اس غلطی کی طرف متنبہ کر دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

علامہ شبلی نے یہ سمجھا کہ حضور پرنور کو اپنی نبوت ورسالت میں شک تھا، ورقہ کے کہنے سے آپ کو اپنی نبوت کا یقین آیا۔ علامہ شبلی کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ حضور پرنور کو اپنی نبوت ورسالت کا اول ہی میں علم اور یقین حاصل ہو گیا تھا..... البتہ ورقہ کو آپ کا کلام سننے کے بعد آپ کی نبوت کا یقین آیا اور پہچان لیا کہ وہی نبی ہیں جن کی توریت اور انجیل میں بشارت دی گئی ہے، اور آپ کی نبوت ورسالت کی تصدیق کی، علامہ نے غلطی سے سمع ویقین واعتراف کی ضمیریں بجائے ورقہ کے حضور پرنور کی طرف راجع کیں اور غلطی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مبتلا ہوئے۔ (سیرۃ المصطفیٰ جلد اول ۱۴۰)

سلسلۂ زیر بحث میں آخری اشکال سے متعلق مولانا شبیر احمد عثمانی کا بیان بہت شافی ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں نقل کر دیا جائے۔ فرماتے ہیں :

اس فترت کا اثر حضور ﷺ پر بہت تھا۔ بعض وقت شدتِ حزن سے پہاڑ پر چڑھ کر اپنے کو ہلاک کر لینے کا ارادہ کر لیتے، مگر ایسے وقت میں جبریلؑ سامنے آ کر کہتے تھے: انک لرسول اللہ حقا، یہ سن کر وہ کیفیت شدت حزن کی جاتی رہتی۔ متعدد بار ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ ہر بار جبریلؑ آ کر کہتے انک لرسول اللہ حقا، اس کو لوگوں نے یوں کہا کہ اگر آپ کو نبوت کا یقین تھا تو پھر خودکشی کا ارادہ کیوں فرماتے تھے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو تردد تھا۔ مگر یہ غلط ہے کوئی لفظ دال علی التردد نہیں، بلکہ اس کے برعکس یقین پر دال ہے۔ حدیث میں حزن کا لفظ ہے اور حزن کہتے ہیں غم کو، تو آپ کو اس کا غم تھا کہ جو نعمت ایک بار حاصل ہو چکی تھی، اس کا اعادہ نہ ہو رہا تھا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی کا محبوب چھوٹ جائے تو قدرۃً اسے حزن ہوگا۔ اسی طرح یہاں ہے کہ انتہائی اشتیاق تھا، اس میں ہلاک کر ڈالنے کا خیال ہوتا تھا۔ یہ تو کمال تیقن کی دلیل ہے۔

.....اس سے تردد کب ثابت ہوا؟ روع، خوف، اضطراب، لرزہ وغیرہ کا پایا جانا منافی یقین نہیں۔ (درس بخاری، از مولانا شبیر احمد عثمانی ر ۶۳)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس حدیث سے متعلق مولانا شبلی کی تنقیدیں خواہ درایتاً ہوں یا روایتاً، درست نہیں ہیں۔ رہ گئے اشکالات تو ان کے شافی جوابات بھی موجود ہیں۔

کنانہ اور اس کے بھائی کا واقعہ :

اس سلسلے میں مولانا ''سیرۃ النبی'' میں لکھتے ہیں :

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیبر کے واقعات میں ارباب سیر نے ایک سخت غلط روایت نقل کی ہے اور اکثر کتابوں میں منقول ہو کر متداول ہو گئی ہے، یعنی یہ کہ اول آپ نے یہود کو اس شرط پر امن عام دیا تھا کہ کوئی چیز نہ چھپائیں گے، لیکن جب کنانہ بن الربیع نے خزانہ بتانے سے انکار کیا تو آپؐ نے حضرت زبیرؓ کو حکم دیا کہ سختی کر کے اس سے خزانے کا پتہ لگائیں۔ حضرت زبیرؓ چقماق جلا کر اس کے سینے کو داغتے تھے۔ یہاں تک کہ اس کی جان نکلنے کے قریب ہو گئی، بالآخر آپ نے کنانہ کو قتل کرا دیا اور تمام یہودی لونڈی غلام بنا لیے گئے۔ (۱/۴۹۴)

یہاں پہلی قابل اعتراض بات یہ ہے کہ مولانا شبلی نے اس روایت کو "ارباب سیر" کی طرف منسوب کر کے اس کی حیثیت گھٹانے کی کوشش کی ہے، چنانچہ اس کے ماخذ میں صرف بلاذری کی فتوح البلدان کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ صحیح صورتِ حال یہ ہے کہ یہ روایت خود بلاذری کے یہاں حضرت عبداللہ بن عمر سے موصولاً بسند صحیح مروی ہے (فتوح البلدان ص ۳۵) پھر امام بیہقی کی "دلائل النبوۃ" میں بھی مذکور ہے (دلائل ۴/۲۲۹-۲۳۱) بیہقی ہی کے حوالے سے حافظ ابن کثیر نے بھی اسے "البدایۃ والنہایۃ" (۴/۱۹۹) میں نقل کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بیہقی کی اس روایت کی توثیق بھی کی ہے۔ لکھتے ہیں :

أخرجه البيهقي باسناد رجاله ثقات، (فتح الباري ۸/۱۹)

اس کے علاوہ سنن ابی داؤد میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ البتہ امام ابوداؤد نے اپنے طریقے کے مطابق روایت میں اختصار سے کام لیتے ہوئے حضرت زبیرؓ کے ذریعے کسی کو سزا دینے کا ذکر نہیں کیا ہے۔ لیکن اس روایت کا سیاق صراحتاً اس پر دلالت کر رہا ہے کہ ابن ابی الحقیق کو خزانہ چھپانے کے جرم میں قتل کر دیا گیا۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں :

فغيبوا مسكا لحيي بن أخطب..... وقال النبي ﷺ لسعية أين مسك حيي بن أخطب؟ قال أذهبته النفقات والحروب، فوجدوا المسك، فقتل ابن أبي

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحقیق وسبیٰ نساء هم وذراریهم الخ (کتاب الخراج والفیئ والامارة : باب ماجاء فی حکم ارض خیبر ۴۲۴/۲)

بیہقی کے یہاں یہی روایت مفصل طور پر مذکور ہے۔ اس میں حضرت زبیرؓ کے ذریعے سزا کا بھی ذکر ہے اس کی عبارت یوں ہے:

..... واشترط علیهم أن لایکتموا ولایغیبوا شیئا، فان فعلوا فلا ذمة لهم ولا عهد، فغیبوا مسکا فیه مال وحلیّ لحیی بن أخطب، کان احتمله معه إلی خیبر حین أجلیت النضیر، فقال رسول الله ﷺ لعمّ حیی[1] ما فعل مسک حیی الذی جاء به من النضیر فقال أذهبته النفقات و الحروب، فقال: العهد قریب، والمال أکثر من ذالک، فدفعه رسول الله ﷺ إلی الزبیر، فمسه بعذاب ..... فوجدوا المسک فی الخربة، فقتل رسول الله ﷺ ابنی أبی حقیق وأحدهما زوج صفیة بنت حیی بن أخطب، وسبیٰ رسول الله ﷺ نساء هم وذراریهم، وقسم اموالهم بالنکث الذی نکثوا الخ (دلائل النبوة ۲۳۰/۴)

ان تصریحات کے علی الرغم مولانا تحریر فرماتے ہیں :

اس روایت کا اس قدر حصہ صحیح ہے کہ کنانہ قتل کر دیا گیا، لیکن اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ خزانہ بتانے سے انکار کرتا تھا، بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ کنانہ نے محمود بن مسلمہ کو قتل کیا تھا۔ طبری میں تصریح ہے :

---

[1] مغازی موسیٰ بن عقبہ کی ایک عبارت جو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ربیع بن ابی الحقیق کے بیٹے کا نام بھی حُیی تھا۔ اس لیے عم حیی سے مراد غالباً کنانہ بن ابی الحقیق ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثم دفعه رسول الله إلى محمد بن مسلمة، فضرب عنقه بأخيه محمود بن مسلمة (سیرۃ النبی ۱/۴۹۴-۴۹۵)

راقم عرض کرتا ہے کہ سلسلۂ زیر بحث میں بیہقی، ابوداؤد اور بلاذری کی جن روایات کا حوالہ دیا جاچکا ہے، ان کی سندیں صحیح ہیں اور وہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے موصولاً مروی ہیں۔ ان میں کنانہ کے قتل کی وجہ بھی صراحتاً مذکور ہے لیکن مولانا اسے قبول نہیں کرتے اور نہ حدیث کی ان کتابوں، ان کی روایتوں اور ان کی سندوں کی طرف کوئی اشارہ کرتے۔ بلکہ ان سب کے مقابلے میں طبری کا ایک بیان نقل کرتے ہیں، جو ابن اسحٰق سے بلاسند مروی ہے، یعنی خود ابن اسحٰق کا قول ہے اور اس پر اپنے استدلال کی بنیاد رکھتے ہیں، حالانکہ دونوں میں قوت وضعف کے لحاظ سے زمین آسمان کا فرق ہے۔

اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے کہ مولانا نے طبری کی جس روایت کا فقرہ اوپر نقل کیا ہے اسی روایت کے ابتدائی حصے میں وہ تمام باتیں مذکور ہیں، جن کا مولانا انکار کرنا چاہتے ہیں، یعنی اہل خیبر کا خزانے کو چھپانا، حضرت زبیرؓ کا کنانہ پر سختی کرنا اور خزانے کا سراغ لگنا وغیرہ۔ طبری کے الفاظ یہ ہیں :

قال ابن اسحق : وأتى رسول الله ﷺ بكنانة بن الربيع بن أبي الحقيق، وكان عنده كنز بني النضير فسأله فجحد أن يكون يعلم مكانه، فأتى رسول الله ﷺ برجل من يهود، فقال لرسول الله ﷺ أني قد رأيت كنانة يطيف بهذه الخربة كل غداة، فقال رسول الله ﷺ لكنانة أرأيت إن وجدناه عندك أقتلك؟ قال نعم، فأمر رسول الله ﷺ بالخربة فحفرت، فأخرج منها بعض كنزهم، ثم سأله مابقي، فأبى أن يؤديه، فأمر به رسول الله ﷺ الزبير بن العوام فقال : عذّبه حتى تستأصل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ما عنده، فكان الزبير يقدح بزنده في صدره، حتى أشرف على نفسه، ثم دفعه رسول الله ﷺ الى محمد بن مسلمة، فضرب عنقه بأخيه محمود بن مسلمة (۳/۹۵)

حاصل کلام یہ ہے کہ روایت کا جس قدر حصہ مولانا کے حسب منشا ہے اسے وہ بے تکلف وبلا تردد قبول فرماتے ہیں اور جس حصے سے وہ مطمئن نہیں ہیں اس پر اس طرح کلام فرماتے ہیں :

باقی روایت کا حال یہ ہے کہ یہ روایت طبری اور ابن ہشام دونوں نے ابن اسحٰق سے روایت کی ہے، لیکن ابن اسحٰق نے اوپر کے کسی راوی کا نام نہیں بتایا۔ محدثین نے رجال کی کتابوں میں تصریح کی ہے کہ ابن اسحٰق یہودیوں سے مغازی نبوی کے واقعات روایت کرتے تھے۔ اس روایت کو بھی انھی روایتوں میں سمجھنا چاہیے اور یہی وجہ ہے کہ ابن اسحٰق ان راویوں کا نام نہیں لیتے۔ (سیرۃ النبی ۱/۴۹۵)

گویا طبری کی روایت کا وہ فقرہ جس میں محمود بن مسلمہ کے قصاص میں کنانہ کے قتل کیے جانے کا ذکر ہے، اوپر کی سند کے مذکور نہ ہونے، ابن اسحٰق کی بے اعتباری اور یہودیوں سے استفادے کے امکان واحتمال کے باوجود معتبر ومستند ہے، لیکن ان کی اسی روایت کے بقیہ اجزا مذکورہ بالا وجوہ کی بنا پر غیر معتبر اور غیر مستند ہیں۔ ع

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے؟

اس کے بعد مولانا نے ابن سعد کے حوالے سے دو روایتیں ذکر کی ہیں اور یہ تاثر دینا چاہا ہے کہ ان دونوں روایتوں میں اصل واقعے پر اضافے کر دیے گئے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں :

اضافے کا پہلا قدم یہ ہے کہ ابن سعد نے بکر بن عبدالرحمٰن سے جو روایت متصل نقل کی ہے، اس میں کنانہ کے ساتھ اس کے بھائی کا نام بھی بڑھا دیا ہے، یعنی دونوں قتل کر دیے گئے۔ "فضرب أعناقهما، وسبى اهليهما" (سیرۃ النبی ۱/۴۹۶)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راقم عرض کرتا ہے کہ ابن سعد کی محولہ بالا روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے موصولاً مروی ہے، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ سند کے لحاظ سے اس کا درجہ حسن ہے۔ لہٰذا مولانا شبلی کا یہ کہنا کہ ابن سعد نے کنانہ کے ساتھ اس کے بھائی کا نام بھی بڑھا دیا ہے، نہایت نامناسب پیرایۂ بیان ہے۔ بلکہ حدیث اور فن حدیث کے ساتھ زیادتی ہے علاوہ ازیں کنانہ کے ساتھ اس کے بھائی کے قتل کیے جانے کا ذکر بیہقی کی روایت میں بھی موجود ہے، لہٰذا ابن سعد یا ان کے سلسلہ رواۃ میں سے کسی کو بھی اس پر مطعون نہیں کیا جا سکتا۔ ابن سعد کی روایت کی سند اور اس کے ابتدائی فقرے اس طور پر ہیں :

"أخبرنا بكر بن عبدالرحمن قاضي الكوفة، حدثني عيسى بن المختار بن عبدالله بن أبي ليلى الانصاري، عن محمد بن عبدالرحمن بن أبي ليلى الانصاري، عن الحكم، عن مقسم، عن ابن عباس قال: لما ظهر النبي ﷺ على خيبر صالحهم على أن يخرجوا بأنفسهم وأهليهم، ليس لهم بيضاء ولا صفراء، فأتى بكنانة والربيع"

اسی روایت میں آگے چل کر یہ الفاظ بھی آتے ہیں :

فضرب أعناقهما وسبى أهليهما الخ (طبقات ابن سعد ۲/۱۲)

مولانا آگے تحریر فرماتے ہیں :

یہاں تک بھی خیریت تھی لیکن ابن سعد نے عفان بن مسلم سے جو روایت نقل کی ہے، وہ اس سے زیادہ وسیع ہوگئی ہے، یعنی دونوں بھائیوں کے ساتھ تمام یہودی گرفتار اور لونڈی غلام بنا لیے گئے

"فلما وجد المال الذي غيبوه في مسك الجمل سبى نساءهم" (سیرۃ النبی ۱/۴۹۶)

یہاں مولانا نے ابن سعد کی جس روایت کا حوالہ دیا ہے، وہ بھی سند کے لحاظ سے قوی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اصلاً بیہقی، ابوداؤد اور بلاذری کی روایت کا اختصار ہے لیکن اس میں تمام یہودیوں کی گرفتاری اور انھیں لونڈی غلام بنا لیے جانے کا ذکر نہیں ہے، بلکہ صرف ان کی عورتوں کی گرفتاری کا ذکر ہے اس لیے اس مضمون کے نقل کرنے میں ابن سعد کا کوئی قصور ہے، نہ عفان بن مسلم کا۔ بلکہ جیسا کہ عرض کیا جا چکا یہ مضمون حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے موصولاً مروی ہے اور اس کی سند ہر جگہ درست اور صحیح ہے۔ روایت کی سند اور ابتدائی فقرے یہ ہیں:

أخبرناعفان بن مسلم، أخبرنا حماد بن سلمة قال : أخبرنا عبيدالله بن عمر قال : وأظنه عن نافع، عن ابن عمر قال أتى رسول الله ﷺ أهل خيبر عندالفجر، فقاتلهم حتى ألجأهم إلى قصرهم وغلبهم على الأرض والنخل الخ (طبقات ابن سعد ۲/۱۱۰)

اخیر میں مولانا لکھتے ہیں:

لیکن جب یہ روایتیں محدثانہ اصول تنقید سے جانچی جاتی ہیں تو چھلکے اترتے جاتے ہیں اور اصل حقیقت رہ جاتی ہے۔ یہود کا قتل اور زن و بچہ کا گرفتار ہونا ایک طرف، خود صحیح بخاری سے ثابت ہے کہ کنانہ کا بھائی تک قتل نہیں کیا گیا اور حضرت عمر کے زمانۂ خلافت تک موجود تھا۔ صحیح بخاری میں ہے۔ "فلما أجمع عمر على ذلك أتاه أحد بني أبي الحقيق، فقال ياأميرالمومنين أتخرجنا؟ وقد أقرنا محمد وعاملناعلى الأموال" حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ یہ وہی کنانہ بن ابی الحقیق کا بھائی تھا۔ (سیرۃ النبی ۱/۳۹۶-۳۹۷)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ مولانا کا یہ دعویٰ کہ انھوں نے واقعۂ زیر بحث سے متعلق روایات کو محدثانہ اصول تنقید سے جانچا ہے، خود اصل حقیقت سے بہت دور ہے۔ بلکہ گذشتہ صفحات میں پیش کردہ تفصیلات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ انھوں نے سلسلۂ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیر بحث میں محدثانہ اصول تنقید سے بالکل کام نہیں لیا ہے۔ چنانچہ نہ روایات کے اصل مآخذ بتائے، نہ سندیں ذکر کیں، نہ سندوں پر کوئی کلام کیا نہ روایات کے وجوہ ضعف بیان کیے اور نہ بعض روایات سے متعلق حافظ ابن حجر کی توثیق کا کوئی حوالہ دیا، بلکہ سچ یہ ہے کہ محدثین کے اصول وطریق کے خلاف طرز عمل اختیار کیا اور متعدد روایاتِ صحیحہ کو نشانۂ تنقید بنایا۔

رہ گیا صحیح بخاری کے حوالے سے مولانا کا یہ ثابت کرنا کہ کنانہ کا بھائی بھی فتح خیبر کے وقت قتل نہیں ہوا اور وہ حضرت عمر کے زمانۂ خلافت تک زندہ موجود تھا اور اس کی تائید میں حافظ ابن حجر کی عبارت سے استدلال کرنا، تو یہ امور یقیناً قابل توجہ اور لائق غور ہیں، لیکن اس باب میں بھی مولانا کا طریقۂ کار محدثانہ اصول تنقید کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ جب روایاتِ صحیحہ میں تعارض محسوس ہو تو اولاً ان میں تطبیق کی کوشش کرنی چاہیے اور اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو اصح اور اقوی کو راجح قرار دینا چاہیے۔ لیکن یہاں مولانا نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ مزید برآں یہ کہ فتح الباری سے ابن حجر کا وہ بیان تو انھوں نے نقل کر دیا جو ان کے نقطۂ نظر کے مطابق تھا، لیکن اسی فتح الباری میں ابن حجر کا ایک بیان اور بھی ہے، اس سے مولانا نے بالکلیہ صرف نظر کیا ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ حافظ نے صحیح بخاری کتاب الشروط کی عبارت

"فلما أجمع عمر أتاه أحد بني أبي الحقيق" کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے: "(قوله أحدبني أبي الحقيق) بمهملة وقافين مصغر، وهو رأس يهود خيبر، ولم أقف على اسمه، ووقع في رواية البرقاني: فقال رئيسهم : لا تخرجنا، وابن أبي الحقيق الآخر هوالذي زوج صفية بنت حيي أم المومنين فقتل بخيبر، وبقي أخوه إلى هذه الغاية" (فتح الباري : كتاب الشروط : باب اذا اشترط في المزارعة الخ ۲۵۶/۶)

مولانا شبلی نے اسی عبارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں تصریح کی ہے کہ یہ وہی کنانہ بن ابی الحقیق کا بھائی تھا، لیکن کتاب المغازی: باب

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قتل أبی رافع کے تحت حافظ نے یہ بھی لکھا ہے:

ولأبی رافع المذکور أخوان مشهوران من أهل خیبر، أحدهما : کنانة، زوج صفیة بنت حیی قبل النبی ﷺ، وأخوه الربیع. بن أبی الحقیق، وقتلهاالنبی ﷺ جمیعا بعد فتح خیبر. (فتح الباری : کتاب المغازی : باب قتل أبی رافع، ۸/۳۴۳-۳۴۴)

حافظ کی ان دونوں عبارتوں کو پیش نظر رکھا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ وہ بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ فتح خیبر کے بعد کنانہ اور اس کا بھائی ربیع دونوں مقتول ہوئے۔ رہ گیا اس کا وہ بھائی جو حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت تک زندہ تھا، تو حافظ کہتے ہیں کہ مجھے اس کا نام نہیں معلوم (ولم أقف علی اسمه) معلوم نہیں مولانا شبلی نے حافظ کی عبارت کے کس جزء سے یہ مفہوم برآمد کرلیا "یہ وہی کنانہ بن ابی الحقیق کا بھائی تھا"؟ ظاہر ہے کہ مولانا کا اشارہ ربیع بن ابی الحقیق ہی کی طرف ہے، حالانکہ حافظ کی تصریح کے مطابق وہ تو فتح خیبر کے بعد ہی قتل ہو چکا تھا۔

اس سلسلے کی آخری بات یہ ہے کہ کنانہ کے قتل کے سبب کے سلسلے میں مصنف سیرۃ النبی نے جن روایات کو باہم متعارض سمجھ لیا ہے، درحقیقت وہ متعارض نہیں ہیں۔ قصہ یہ ہے کہ خزانہ چھپانے کے علاوہ کنانہ کا ایک جرم محمود بن مسلمہ کا قتل بھی تھا۔ اب جب کہ خزانہ مل جانے کے بعد اس کے قتل کا فیصلہ کرلیا گیا تو آنحضرت ﷺ نے اسے محمد بن مسلمہ کے حوالے کردیا تاکہ وہ اس سے خزانے بھائی کا قصاص بھی لیں نہیں۔ اس حوالگی سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ اس نے خزانہ چھپانے کے جرم کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ خود ابن اسحٰق کی روایت میں اس کے دونوں جرائم کا تذکرہ ایک ہی جگہ موجود ہے اس کے علاوہ اس روایت میں "ثم دفعه" الخ کے الفاظ بھی اسی صورت حال کی طرف اشارہ کررہے ہیں، جس کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا۔

اس بحث کی تکمیل کے لیے عرض کیا جاتا ہے کہ ان تمام امور کا تذکرہ حضرت عروہ بن زبیر کی ایک روایت میں جسے بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل کیا ہے، صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ اس کا متعلقہ حصہ درج ذیل ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"وكتم بنو أبي الحقيق آنية من فضة، ومالا كثيراً، كان في مسك جمل عند كنانة بن ربيع بن أبي الحقيق، فقال رسول الله ﷺ : أين الآنية والمال الذي خرجتم به من المدينة حين أجليناكم؟ قالوا : ذهب، وحلفوا على ذلك، وأعلم الله جل ثناء ه رسول الله ﷺ بالمال الذي عندهما، فدفعهما رسول الله الى الزبير، يعذبهما فاعترف ابن عم كنانة فدل على المال، ثم أن رسول الله ﷺ أمر الزبير، فدفع كنانة بن أبي الحقيق إلى محمد بن مسلمة، فقتله، ويزعمون أن كنانة هو قتل محمود بن مسلمة" (دلائل النبوة ۲۳۲/۴)

یہ روایت مرسل ہے اور اس کی سند میں ابن لھیعہ ضعیف ہیں۔ لیکن محدثین کے نزدیک ان کی روایتوں سے استشہاد کی گنجائش موجود ہے۔ ابوبکر الہیثمی ''مجمع الزوائد'' میں جابجا لکھتے ہیں "حديثه حسن إذا توبع عليه"

ابوداؤد کی ایک روایت :

فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے امن عام کا اعلان فرمایا تھا، لیکن بعض لوگ جن کی تعداد میں اختلاف ہے، اس امن عام سے مستثنیٰ قرار دیے گئے تھے اور ان کے بارے میں آپ ﷺ کا حکم تھا کہ جہاں ملیں قتل کر دیے جائیں۔ لیکن مولانا شبلی کے نزدیک یہ روایات خواہ کتب سیرت کی ہوں یا کتب حدیث کی، صحیح اور ثابت نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں ابوداؤد کی ایک روایت کا حوالہ دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

سب سے زیادہ معتبر روایت جو اس بارے میں پیش کی جا سکتی ہے، وہ ابوداؤد کی روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ آنحضرت ﷺ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ چار شخصوں کو کہیں امن نہیں دیا جا سکتا،
لیکن ابوداؤد نے اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس روایت کی
سند جیسی چاہیے مجھ کو نہیں ملی۔ (۱/۵۲۵)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ مولانا شبلی کا اس روایت پر نقض وایراد بہ وجوہ صحیح نہیں ہے۔

اولاً: اس لیے کہ ابوداؤد کے قول کا مولانا نے صحیح ترجمہ نہیں کیا ہے۔ ابوداؤد کے الفاظ یہ ہیں:
"لم أفهم اسناده من ابن العلاء كما أحب" اس عبارت کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ اس روایت کی سند جیسی چاہیے مجھ کو نہیں ملی، بلکہ صحیح مطلب یہ ہے کہ اس روایت کی سند میں نے اپنے استاد ابن العلاء سے اچھی طرح سمجھی نہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی سند کا اچھی طرح نہ سمجھنا الگ بات ہے اور سند مطلوب کا نہ ملنا الگ ہے۔ چنانچہ اول الذکر سے بے اعتباری پر استدلال نہیں کیا جا سکتا اس کے برخلاف ثانی الذکر کو بے اعتباری کی دلیل ٹھہرایا جا سکتا ہے۔

ثانیاً: اس لیے کہ اس روایت کے تمام راوی ثقہ اور قابل اعتبار ہیں عمرو بن عثمان کو حافظ ابن حجرؒ نے "تقريب التهذيب" میں "مقبول" کہا ہے۔ لہٰذا روایت کم از کم درجۂ حسن کی ہے۔
ابوداؤد کی سند کے الفاظ یہ ہیں:

حدثنا محمد بن العلاء، ثنا زيد بن حباب، أنا عمرو بن عثمان بن عبدالرحمن بن سعيد بن يربوع المخزومي قال: ثني جدي عن أبيه أن رسول الله ﷺ قال ... الخ

ثالثاً: اس لیے کہ اس روایت کی تخریج اسی سند سے طبرانی نے بھی معجم کبیر میں کی ہے اور طبرانی کی روایت کے بارے میں ہیثمی نے مجمع الزوائد میں لکھا ہے: "رواه الطبراني ورجاله ثقات" ۶/۱۷۳

(اس کی روایت طبرانی نے کی ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں) طبرانی کی سند اور روایت کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:

حدثنا معاذ بن المثنى، ثنا علي بن المديني (ح)
وثنا موسىٰ بن هارون، ثنا علي بن حرب الموصلي،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قالا ثنا زید بن الحباب، حدثنی عمرو بن عثمان بن عبدالرحمن بن سعید المخزومی، حدثنی جدی عن أبیه سعید، وکان یسمی الصرم أن رسول اللہ ﷺ قال یوم فتح مکة: أربعة لاأومنهم فی حل و لا حرم ... الخ (المعجم الکبیر للطبرانی، تحقیق حمدی عبدالمجید السلفی ۶/۶۶)

رابعاً: اس لیے کہ ابوداؤد اور طبرانی کی سندوں کو دیکھنے سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ زید بن الحباب کے تینوں شاگرد محمد بن العلاء، علی بن المدینی اور علی بن حرب الموصلی اس روایت کو ایک ہی طرح نقل کرتے ہیں، اس لیے یقین ہو جاتا ہے کہ روایت سند اور متن ہر دو لحاظ سے پوری طرح محفوظ ہے۔

خامساً: اس لیے کہ اس روایت کو ابوکریب محمد بن العلاء سے جس طرح امام ابوداؤد نقل کرتے ہیں، اسی طرح ابن العلاء سے اس حدیث کی روایت حسین بن محمد بن زیاد القبانی نے بھی کی ہے جو بیہقی کی دلائل النبوۃ میں موجود ہے اب اگر امام ابوداؤد یہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ ابن العلاء سے اس کی سند اچھی طرح نہیں سمجھی، تو اس روایت کی صحت اس لیے متاثر نہیں ہوتی کہ ابن العلاء کے دوسرے شاگرد حسین بن محمد اس کو پوری طرح سمجھ کر نقل کرتے ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انھوں نے اپنی روایت کے آخر میں سند کے الفاظ "حدثنا جدی عن ابیه" کا مصداق بھی متعین کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں: أبوجده سعید بن یربوع المخزومی (عمرو بن عثمان کے دادا کے والد سے مراد حضرت سعید بن یربوع مخزومی ہیں)

یہاں اس کی وضاحت نامناسب نہ ہوگی کہ ابن العلاء کے شاگرد مذکور حسین بن محمد بن زیاد القبانی، ابونصر کلاباذی اور محدثین کی ایک جماعت کے مطابق بخاری کے راویوں میں ہیں۔ حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء (۱۳/۴۹۹) میں ان کے لیے "الامام، الحافظ، الثقه، شیخ المحدثین بخراسان" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اسی طرح امام ابوعبداللہ الحاکم نے انھیں "احد أرکان الحدیث وحفاظ الدنیا" (فن حدیث کے ایک رکن اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا کے حافظوں میں سے ایک) کہا ہے، حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب (۳۶۹/۲) ان کے ترجمے میں ابوعبداللہ بن یعقوب کا یہ قول نقل کیا ہے: "كان الحسين القبّاني أحفظ الناس لحديثه، واعرفهم بالأسامي والكنى، وكان مجتمع أهل الحديث بعد مسلم عنده" (حسین قبانی اپنی احادیث کے سب سے بڑے حافظ تھے، راویوں کے ناموں اور کنیتوں کی انھیں سب سے زیادہ معرفت حاصل تھی، امام مسلم کے بعد ارباب حدیث کا سب سے زیادہ جمگھٹا انھیں کے یہاں رہتا تھا)

اب بیہقی کی سند کے الفاظ ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

أخبرنا أبوعلي الروذباري، قال أخبرنا أبوبكر بن داسة قال حدثنا أبوداؤد، قال حدثنا محمد بن العلاء وهو أبوكريب (ح) وأخبرنا عمر بن عبدالعزيز بن عمر بن قتادة، قال أخبرنا محمد بن أحمد بن زكريا ألاريب، قال حدثنا الحسين بن محمد بن زياد القباني، قال حدثنا أبوكريب، قال حدثنا زيد بن الحباب، قال حدثنا عمر بن عثمان بن عبدالرحمٰن بن سعيد المخزومي، قال حدثنا جدي عن أبيه أن رسول الله ﷺ الخ (دلائل النبوة للبيهقي ۶۲/۵)

ان تمام تفصیلات کا ماحصل یہ ہے کہ ابوداؤد کی زیر بحث روایت کی تخریج دوسرے ائمہ حدیث نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں کی ہے اور چونکہ اس کے رُواۃ ثقہ اور قابل اعتبار ہیں، لہٰذا روایت اور اس کا مضمون اپنی جگہ ثابت ہے۔ لیکن یہ سوال اپنی جگہ باقی رہ جاتا ہے کہ امام ابوداؤد کو اس سند میں کیا اشکال واشتباہ تھا؟ جسے وہ اپنے شیخ سے سمجھنا چاہتے تھے، لیکن سمجھ نہ سکے۔ اس سوال کا جواب مولانا خلیل احمد سہارنپوری بذل المجہود میں یہ دیتے ہیں کہ اس روایت کی سند امام ابوداؤد نے شاید ابن العلاء کے کسی شاگرد سے معلوم کی ہو اور وہ اسے اپنے شیخ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھنے کے خواہشمند رہے ہوں۔ موصوف کی اصل عبارت یہ ہے:

ولعله أقام له اسناد هذا الحديث بعض تلامذة الشيخ محمد بن العلاء" (۱۸/۴)

لیکن اس جواب میں کمی یہ ہے کہ امام ابوداؤد نے آغاز سند ہی میں "حدثنا محمد بن العلاء" کے الفاظ استعمال کیے ہیں، جس سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ انھوں نے یہ روایت اپنے شیخ سے براہ راست سنی ہے، نہ ان کے کسی شاگرد سے۔

اس اشکال کا دوسرا جواب مولانا سید سلیمان ندوی نے سیرۃ النبی کے حاشیے میں دیا ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ اس روایت کی تخریج امام دارقطنی نے بھی اپنی سنن میں کی ہے اور اس میں "حدثنا عمر بن عثمان بن عبدالرحمن بن سعيد المخزومي" کے بعد "حدثني جدي عن أبيه" کے بجائے "حدثنا أبي عن جده" کے الفاظ آئے ہیں، ممکن ہے کہ امام ابوداؤد اپنے شیخ سے اسی فرق کے بارے میں سمجھنا چاہتے ہوں۔ سید صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

"اس سے ظاہر ہے کہ سند کے اسی حصے میں ابوداؤد کو شک ہے" (۵۲۶/۱)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ یہ جواب بھی قباحت سے خالی نہیں، ایک تو اس لیے کہ سند مذکور روایت زیر بحث کے ساتھ ابوداؤد، طبرانی اور بیہقی کے علاوہ امام مزی کی تہذیب الکمال (۱۱۴/۱۱) میں بھی منقول ہے اور ہر جگہ "حدثني جدي عن أبيه" کے ہی الفاظ آئے ہیں یہی نہیں بلکہ خود سنن دارقطنی میں روایت زیر بحث کے بعد ایک اور روایت اسی سند سے مذکور ہے اور اس میں بھی "حدثني جدي عن أبيه" ہی آیا ہے۔ ذیل میں پوری روایت نقل کی جاتی ہے:

حدثنا ابراهيم بن حماد، نا علي بن حرب، نا زيد بن الحباب، حدثني عمر بن عثمان بن عبدالرحمن بن سعيد المخزومي، حدثني جدي عن أبيه سعيد، وكان يسمى الصرم، فقال رسول الله ﷺ: أنت سعيد، فأينا أكبر أنا أو أنت؟ فقال: أنا أقدم منك

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و أنت أكبر مني، وأنت خير مني"

(سنن الدارقطني ۲/۲۸۹۔ اواخر كتاب الحج)

اس لیے "حدثنا أبي عن جده" کو املاء و کتابت کی غلطی یا کسی متاخر راوی کے وہم پر محمول کیا جائے گا۔ لہٰذا اس بنیاد پر امام ابوداؤد جیسے امام حدیث اور صاحب فن کا مبتلائے شک ہو جانا قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا۔

دوسرے اس لیے بھی یہ جواب کمزور معلوم ہوتا ہے کہ دارقطنی کی سند میں مذکور عبارت "حدثنا عمر بن عثمان بن عبدالرحمن بن سعيد المخزومي، نا أبي عن جده" کا مطلب یہ ہوگا کہ روایت مذکور کو عمر نے اپنے والد یعنی عثمان سے اور عثمان نے اپنے دادا یعنی حضرت سعیدؓ مخزومی سے نقل کیا۔ گویا عمر کے شیخ ان کے والد عثمان ہوئے اور عثمان کے شیخ ان کے دادا حضرت سعیدؓ ہوئے لیکن اسماء الرجال کی کتابوں میں نہ تو عمر کا اپنے والد عثمان سے روایت کرنا ثابت ہے۔ [1] اور نہ حضرت سعیدؓ سے عثمان کی روایت کا ثبوت موجود ہے اس کے برخلاف کتب رجال میں تصریح کی گئی ہے کہ عمر اپنے دادا عبدالرحمن بن سعید سے روایتیں نقل کرتے ہیں اور عبدالرحمن اپنے والد حضرت سعیدؓ کے شاگرد ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ سند مذکور میں "حدثني جدي عن أبيه" صحیح ہے اور "حدثنا أبي عن جده" املاء و کتابت کی غلطی یا بعد کے کسی راوی کا وہم ہے۔ ظاہر ہے کہ امام ابوداؤد سے بات مخفی نہیں رہ سکتی تھی۔

اس لیے بظاہر امام ابوداؤد کے اشکال کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس باب میں اختلاف ہے کہ صحیح نام عمرو بن عثمان ہے یا عمر بن عثمان؟ چنانچہ ابن حبان نے کتاب الثقات (۷/۱۷۹، دائرۃ المعارف حیدرآباد) میں اور ابن أبي حاتم نے الجرح والتعدیل (۶/۱۲۴) میں انھیں عمر بن عثمان لکھا ہے۔ امام مزی کی تصریح کے مطابق خود امام ابوداؤد نے اپنی کتاب

---

(۱) الجرح والتعدیل کے مطبوعہ نسخے میں "روی عن ابیه" لکھا ہوا ہے، لیکن یہاں بظاہر "روی" کے بعد "عن جده" چھوٹ گیا ہے۔ اس کا قرینہ یہ ہے۔ ثقات ابن حبان میں "یروی عن جده، عن أبيه" کے الفاظ ملتے ہیں۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ تهذيب الكمال اور تهذيب التهذيب دونوں میں "روی عن جده عبدالرحمن" مذکور ہے)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"التفرد" میں اسی کو درست قرار دیا ہے۔ لکھتے ہیں : وقال فی کتاب "التفرد" : والصواب عمر بن عثمان (تهذيب الكمال ۱۵۲/۲۲) لیکن سنن ابوداؤد میں روایت زیر بحث کی سند میں "أنبأنا عمرو بن عثمان" کے الفاظ آئے ہیں اس لیے ممکن ہے کہ ابوداؤد اپنے شیخ ابن العلاء سے اسی بارے میں استصواب کرنا چاہتے ہوں، لیکن انھیں اس کا موقع نہ مل سکا ہو لہٰذا انھوں نے روایت تو اسی طرح نقل کر دی جس طرح اپنے شیخ سے سنی تھی، البتہ چونکہ یہ نام ان کی تحقیق کے خلاف تھا، اس لیے انھوں نے اپنے خلجان کا اظہار بھی کر دیا۔

(واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم)

یہ بحث اگرچہ غیر متعلق نہ تھی، لیکن ضمنی تھی۔ اصالتاً زور اس بات پر دینا ہے کہ مولانا شبلی کا ابوداؤد کی زیر بحث روایت کو قابل استدلال نہ تصور کرنا، درست نہیں۔ اس روایت سے متعلق یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس کے اخیر راوی حضرت سعیدؓ بن یربوع المخزومی فتح مکہ کے دن مکے میں موجود تھے اور اسی دن مشرف بہ اسلام ہوئے، اس لیے یہ کہنا غلط نہ ہوگا وہ اپنی روایت میں جس واقعے کو نقل کر رہے ہیں، اس کے عینی شاہد بھی ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ششم

تضادات

مراسیل صحابہ :

مطالعۂ سیرۃ النبی کے دوران متعدد مقامات پر تناقض وتضاد کا بھی احساس ہوتا ہے، یعنی مولانا ایک موقع پر ایک بات کہتے ہیں اور دوسرے موقع پر اس کے برعکس بات کہہ جاتے ہیں، یا کبھی ایک موقف اختیار کرتے ہیں اور دوبارہ اس سے ہٹ جاتے ہیں۔ یا کبھی ایک طریق کار اپناتے ہیں اور دوبارہ اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کی ایک مثال مراسیل صحابہ کی حجیت اور عدم حجیت کا مسئلہ ہے اس سلسلے میں مولانا کے بیانات باہم مختلف اور متضاد ہیں۔ چنانچہ ایک طرف حضرت عائشہؓ سے مروی حدیث بدء الوحی کے متعلق لکھتے ہیں:

> یہ روایت حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، لیکن حضرت عائشہؓ اس وقت تک پیدا نہیں ہوئی تھیں۔ محدثین کی اصطلاح میں ایسی روایت کو مرسل کہتے ہیں۔ لیکن صحابہ کا مرسل محدثین کے نزدیک قابل حجت ہے۔ کیونکہ متروک راوی بھی صحابہ ہی ہوں گے۔
>
> (حاشیہ سیرۃ النبی ۱/۲۰۲)

اسی طرح حدیث ہجرت کے بارے میں رقم طراز ہیں :

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام بخاری نے باوجود اختصار پسندی کے اس کو خوب پھیلا کر لکھا ہے اور حضرت عائشہؓ کی زبانی لکھا ہے۔ حضرت عائشہ گو اس وقت سات آٹھ برس کی تھیں۔ لیکن ان کا بیان درحقیقت خود رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کا بیان ہے کہ انھی سے سن کر کہا ہوگا اور ابتدائے واقعہ میں خود بھی موجود تھیں۔ (۲۶۹/۱)

ان بیانات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولانا شبلی جمہور کے مسلک کے مطابق صحابہ کی مرسل روایات کو حجت مانتے ہیں، کیونکہ متروک راوی بھی صحابہ ہی ہوں گے۔ لیکن دوسری طرف اسی کتاب میں موصوف کے ایسے بیانات بھی موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مراسیل صحابہ کو حجت نہیں مانتے۔ چنانچہ بحیرا راہب کی روایت پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس حدیث کے اخیر راوی حضرت ابوموسیٰ اشعری ہیں۔ وہ شریک واقعہ نہ تھے اور اوپر کے راوی کا نام نہیں بتلاتے۔ (۱۸۱/۱)

اسی طرح ایمان ابوطالب سے متعلق حضرت مسیب کی روایت پر اعتراض کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

محدثانہ حیثیت سے بخاری کی یہ روایت چنداں قابل حجت نہیں کہ اخیر راوی مسیب ہیں جو فتح مکہ میں اسلام لائے اور ابوطالب کی وفات کے وقت موجود نہ تھے۔ اسی بنا پر علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ "روایت مرسل ہے"۔ (۲۴۸/۱)

اجمال و تفصیل:

اسی طرح صحاح و سنن میں کسی روایت کے ذکر و عدم ذکر، یا اعداد میں اختلاف، یا اجمال و تفصیل کے فرق کے سلسلے میں بھی مولانا کا رویہ مختلف نظر آتا ہے، چنانچہ بسا اوقات وہ جمہور کے مسلک پر عمل کرتے ہوئے ان امور کو روایت میں باعث قدح تصور نہیں کرتے اور روایات میں جمع و تطبیق کی کوشش کرتے ہیں مثلاً ذیل کے بیانات ملاحظہ ہوں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ واقعہ بخاری و مسلم میں بھی مذکور ہے، لیکن زیادہ تفصیل ابن اسحٰق وابن سعد سے لی گئی ہے۔ ۱/۴۷۹ (غزوۂ ذی قرد)

اصل واقعہ صحیح بخاری میں کافی تفصیل کے ساتھ مذکور ہے لیکن تفصیل اور جزئیات حافظ ابن حجر نے بخاری کی شرح میں موسیٰ بن عقبہ اور ابن عائذ وغیرہ سے نقل کیے ہیں میں نے ان کو بھی لے لیا ہے۔ ۱/۵۱۳ (فتح مکہ)

اس واقعہ کو مختصراً مسلم اور نسائی نے بھی لکھا ہے، لیکن زیادہ تفصیل مسند امام احمد بن حنبل میں ہے۔ ۱/۱۹۸ (حضرت ضماد بن ثعلبہ کا قبول اسلام)

یہ واقعہ تمام کتب حدیث میں مذکور ہے، لیکن یہ تفصیل طبقات ابن سعد سے ماخوذ ہے۔ مسلم میں صرف آنکھوں کا اندھا کرنا مذکور ہے۔ ۱/۵۸۶ (عرینہ کے وحشیانہ افعال)

رسول اللہ ﷺ نے مڑ کر دیکھا تو صرف گیارہ جاں نثار پہلو میں ہیں، جن میں حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص حضرت زبیر بن العوام، حضرت ابو دجانہؓ، حضرت طلحہؓ کا نام بہ تخصیص معلوم ہے صحیح بخاری میں یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف حضرت طلحہؓ اور حضرت سعدؓ رہ گئے تھے۔

۱/۲۷۸ (غزوۂ احد)

یہ حلیہ بہ تفصیل شمائل ترمذی و مسند ابن حنبل میں اور مختصراً بخاری و مسلم باب صفۃ النبی ﷺ میں بھی ہے۔ ۲/۱۹۸ (حلیۂ اقدس)

یہ حالات اگرچہ اجمالاً تمام کتابوں میں ہیں، لیکن ہم نے جو تفصیل لکھی ہے، ابن سعد اور خمیس سے ماخوذ ہے۔ ۱/۴۲۸ (غزوۂ خندق)

اصل صحیح بخاری میں مجمل واقعہ ہے، زائد تفصیلیں حافظ ابن حجر نے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کتابوں سے بڑھائی ہیں۔ ۱/۴۶۳ (ہرقل کا واقعہ)

مذکورہ بالا عبارتیں مولانا شبلی کے قلم سے ہیں ان سے چند اصول برآمد ہوتے ہیں :

(الف) کسی واقعے کی تفصیلات کا صحیحین یا سنن اربعہ میں مذکور نہ ہونا، لازمی طور پر اس کے غیر معتبر ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

(ب) صحیح بخاری میں کسی تعداد کے مذکور ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسری روایات میں مذکور اعداد غلط ہیں۔ بلکہ محدثین کے اصول کے مطابق جمع و تطبیق کی کوشش کی جائے گی۔

(ج) مختلف واقعات سیرت کے ذیل میں کتب سیرت و تاریخ میں مذکور تفصیلات بھی قابل قبول ہوسکتی ہیں، بشرطیکہ وہ روایات صحیحہ کے معارض نہ ہوں۔

دوسری طرف اسی سیرۃ النبی میں ایسے بیانات بھی موجود ہیں، جن سے ان اصولوں کی تردید ہوتی ہے۔ مثلاً مقتولین بنی قریظہ کے سلسلے میں لکھتے ہیں :

مقتولین کی تعداد ارباب سیر نے ۶۰۰ سے زائد بیان کی ہے، لیکن صحاح میں ۴۰۰ ہے۔ (۱/۴۳۲)

سوال یہ ہے کہ مصنف سیرۃ النبی نے اہل سیرت کی روایات کو بالکلیہ رد کرنے کے بجائے جمع و تطبیق کے اصول پر عمل کیوں نہیں کیا؟ اور ارباب سیر کی بیان کردہ زائد تفصیلات کو اسی طرح قبول کیوں نہیں کرلیا جیسا کہ اسی کتاب میں متعدد مقامات پر کر چکے ہیں، یہ اعتراض اس وقت اور سنگین ہوجاتا ہے، جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ محدثین نے اس موقع پر روایات میں جمع و تطبیق کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ مقتولین بنو قریظہ کے سلسلے میں حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں :

واختلف فی عدتهم، فعند ابن اسحاق أنهم كانوا ست مأة، وبه جزم أبوعمر فی ترجمة سعد بن معاذ، وعند ابن عائذ من مرسل قتادة: كانوا سبع مأة، قال السهيلی: المكثر يقول: إنهم مابين الثمانمأة إلى التسع مأة، وفی حديث جابر عندالترمذی، والنسائی، وابن حبان باسناد صحيح أنهم كانوا أربع مأة مقاتل، فيحتمل فی طريق

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجمع أن يقال: إن الباقين كانوا أتباعا، قد حكى ابن اسحاق أنه قيل: إنهم كانوا تسع مأة. (فتح الباری ۸/ ۴۱۸)

(بنو قریظہ کے مقتولین کی تعداد میں اختلاف ہے، ابن اسحٰق کی روایت ہے کہ وہ لوگ ۶۰۰ کی تعداد میں تھے۔ ابو عمرو نے سعد بن معاذ کے ترجمے میں اسی تعداد کو یقینی بتایا ہے۔ ابن عائذ کی روایت کے مطابق جو حضرت قتادہ سے مرسلا مروی ہے، ان لوگوں کی تعداد ۷۰۰ تھی۔ سہیلی فرماتے ہیں کہ زیادہ تعداد بتانے والے کہتے ہیں کہ وہ لوگ ۸۰۰ سے ۹۰۰ کے درمیان تھے۔ حضرت جابرؓ کی حدیث کے مطابق جو ترمذی، نسائی اور ابن حبان کے یہاں سند صحیح سے مروی ہے، وہ ۴۰۰ سو جنگجو تھے۔ اس لیے ان روایات کو اس طرح جمع کیا جا سکتا ہے کہ ۴۰۰ اصل جنگجو تھے اور بقیہ ان کے آگے پیچھے رہنے والے تھے۔ ابن اسحٰق نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ ان کی تعداد ۹۰۰ تھی)

اسی طرح فتح مکہ کے واقعات کے سلسلے میں ''اشتہاریان قتل'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

ارباب سیر کا بیان ہے کہ آنحضرت ﷺ نے گو اہل مکہ کو امن عام عطا کیا تھا، تاہم دس شخصوں کی نسبت حکم دیا کہ جہاں ملیں قتل کر دیئے جائیں ..... صحیح بخاری میں صرف ابن خطل کا قتل مذکور ہے۔ (۵۲۳/۱-۵۲۴)

یہاں مصنف سیرۃ النبی پر وہی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر بخاری میں صرف ابن خطل کا قتل مذکور ہے تو اس سے روایت سیرت میں مذکور اعداد کی نفی لازم نہیں آتی۔ اس لیے جمع و تطبیق کے بجائے روایات سیرت کے انکار پر اصرار کیوں کیا جائے؟ جب کہ اسی کتاب میں مولانا نے جمع و تطبیق کے اصول پر عمل بھی کیا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واضح رہے کہ سلسلۂ زیر بحث میں ابوداؤد کی ایک روایت میں چار مردوں اور دو عورتوں کو امن نہ دیے جانے کا ذکر ہے۔ چونکہ ابوداؤد کی یہ روایت بھی بہ ظاہر ارباب سیرت کی روایت کے مخالف معلوم ہوتی ہے اس لیے مولانا خلیل احمد سہارن پوری، ابوداؤد کی شرح بذل المجہود میں رفع تعارض کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

وأما قوله في الحديث : إلا أربعة نفر وإمرأتين، فلا يخالف ما في السير، فإن ذكر العدد لايقتضي نفي ماوراء، ويحتمل أن يكون ذكر العدد في وقت فحفظه الراوي. (بذل المجهود ۴/۱۸)

حدیث میں "الا أربعة نفر و إمرأتين" (چار مردوں اور دو عورتوں کے علاوہ) کے الفاظ آئے ہیں، لیکن اسے کتب سیرت میں مذکور تعداد کے مخالف نہیں سمجھنا چاہیے، کیونکہ کسی تعداد کے ذکر کا مطلب اس کے سوا کی نفی نہیں ہوتا۔ اس کا بھی احتمال ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کسی خاص وقت میں کوئی تعداد ذکر فرمائی ہو اور راوی نے اسے یاد کرلیا ہو)

بعینہٖ یہی بات بخاری کی روایت کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے کہ اس میں اگر صرف ابن خطل کے قتل کا ذکر ہے تو اس سے ارباب سیرت کی روایت کی تغلیط نہیں ہوتی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مولانا کسی ایک اصول پر کاربند نہیں۔

اور آگے بڑھیے تو مصنف سیرۃ النبی کے متضاد طریق کار کا ایک اور پہلو سامنے آتا ہے، اشتہاریان قتل کے سلسلے میں عبداللہ بن خطل کا قتل کیا جانا مولانا شبلی کو تسلیم ہے، مقیس بن صبابۃ کا مقتول ہونا بھی ان کے نزدیک ثابت ہے۔ لیکن باقی لوگوں کا قتل کیا جانا، انھیں تسلیم نہیں۔ وجہ تفریق پر انھوں نے خود ہی روشنی ڈالی ہے۔ لکھتے ہیں :

صحیح بخاری میں صرف ابن خطل کا قتل مذکور ہے اور یہ عموماً مسلّم ہے کہ قصاص میں قتل کیا گیا۔ مقیس کا قتل بھی شرعی قصاص تھا، باقی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن لوگوں کی نسبت حکم قتل کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ کسی زمانے میں آنحضرت ﷺ کو ستایا کرتے تھے، وہ روایتیں صرف ابن اسحٰق تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہیں، یعنی اصول حدیث کی رو سے وہ روایت منقطع ہے، جو قابل اعتبار نہیں۔ ابن اسحٰق کا فی نفسہ جو درجہ ہے وہ ہم کتاب کے دیباچے میں لکھ آئے ہیں۔ (۵۲۴/۱)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ مولانا شبلی کی مذکورہ بالا عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے ابن خطل اور مقیس کے قصاص شرعی میں قتل کیے جانے کا جن روایتوں میں تذکرہ ہے، وہ الگ روایتیں ہیں اور وہ قابل اعتبار واستناد ہیں، اس کے برخلاف وہ روایتیں جن میں آنحضرت ﷺ کی ایذا رسانی کے جرم میں بعض مردوں اور عورتوں کا قتل کیا جانا مذکور ہے، وہ ابن اسحٰق کی روایتیں ہیں اور سند میں انقطاع کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہیں۔ لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے، بلکہ صحیح صورتِ حال یہ ہے کہ ابن خطل اور مقیس کے قتل کی وجہ جس روایت میں مذکور ہے وہ ابن اسحٰق کی وہی روایت ہے جس کے بارے میں مولانا کا ارشاد ہے کہ :

اصول حدیث کی رو سے وہ روایت منقطع ہے، جو قابل اعتبار نہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ایک ہی روایت کا کچھ حصہ مولانا کے نزدیک مسلم اور قابل اعتبار ہے اور اسی روایت کا باقی حصہ غیر معتبر اور غیر مستند ہے، حالانکہ سُند ایک، راوی ایک اور روایت ایک ہے۔ سخت تعجب ہے کہ مولانا نے اپنے طریق کار کے تضاد کی جانب توجہ کیوں نہیں فرمائی؟ ذیل میں روایت کے الفاظ سیرت ابن ہشام سے نقل کئے جاتے ہیں :

قال ابن اسحاق: وعبدالله بن خطل رجل من بنی تیم بن غالب وإنما أمر بقتله أنه كان مسلما، فبعثه رسول الله ﷺ مصدّقاً وبعث معه رجلاً من الانصار، وكان معه مولىً له يخدمه، وكان مسلما، فنزل منزلا، وأمر المولى أن يذبح له تيسا فيصنع له طعاما فنام، فاستيقظ ولم يصنع له شيئا فعدا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عليه فقتله، ثم ارتد مشركا، و كانت له قينتان فرتنى وصاحبتها وكانتا تغنيان بهجاء رسول الله ﷺ، فأمر رسول الله ﷺ بقتلهما معه.

والحويرث بن نقيذ بن وهب بن عبد بن قصى، وكان ممن يؤذيه بمكة.

قال ابن اسحاق: ومقيس بن صبابة وإنما أمر رسول الله ﷺ بقتله، بقتل الانصارى اللذى كان قتل أخاه خطأ، ورجوعه إلى قريش مشركا.

وسارة: مولاة لبعض بنى عبدالمطلب، وعكرمة بن أبى جهل، وكانت سارة ممن يؤذيه بمكة. (سيرة ابن هشام، ذكر فتح مكة)

واضح رہے کہ عبداللہ بن خطل کے سبب قتل کے سلسلے میں حافظ ابن حجر نے بھی فتح الباری میں ابن اسحٰق کی مذکورہ بالا روایت کا حوالہ دیتے ہوئے اس کا قابل لحاظ حصہ نقل کیا ہے۔ حافظ کی عبارت کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:

والسبب فى قتل ابن خطل وعدم دخوله فى قوله: من دخل المسجد فهو آمن ماروى ابن اسحاق فى المغازى ..... الخ

(فتح البارى باب دخول الحرم ومكة بغير احرام)

تو اگر حافظ ابن حجر، ابن اسحٰق کی اس روایت کو بخاری کی روایت کے معارض تصور نہیں کرتے، بلکہ بخاری کی روایت کی شرح کے طور پر اس کا پورا اقتباس نقل کرتے ہیں، تو مولانا شبلی انھیں باہم متعارض کیوں سمجھتے ہیں؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غزوۂ بدر :

طریق کار کے تضاد کی ایک اور مثال ملاحظہ ہو۔ غزوۂ بدر کے سلسلے میں حضرت کعبؓ بن مالک کی روایت صحیح بخاری میں موجود ہے، جس میں تصریح کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ دراصل قریش کے تجارتی قافلے سے تعرض کے لیے نکلے تھے، لڑنا مقصود نہ تھا، لیکن حالات نے ایسا رخ اختیار کر لیا کہ جنگ بدر کا واقعہ پیش آ گیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"انما خرج النبی ﷺ یرید عیر قریش، حتی جمع اللہ بینہ وبینھم علیٰ غیر میعاد" (آنحضرت ﷺ قریش کے قافلے کے لیے نکلے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں فریق کو اچانک مقابل کر دیا)

لیکن مولانا اس صاف اور صریح بیان کو قبول نہیں فرماتے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ راوی نے جس چیز کو واقعہ کہہ کر بیان کیا ہے، وہ اس کا استنباط ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

دیباچے میں ہم لکھ آئے ہیں کہ راوی (جس میں صحابہؓ بھی داخل ہیں) بہت سے موقعوں پر جو واقعہ بیان کرتے ہے وہ حقیقت میں واقعہ نہیں بلکہ اس کا استنباط ہوتا ہے، یعنی اس نے اس کو یوں ہی سمجھا۔ بدر میں بھی یہی صورت پیش آئی اور اس لیے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ صحابہؓ نے مختلف قیاس کیے اور جو قیاس مذاق عام کے مناسب تھا، وہی پھیل گیا۔ (۳۶۴/۱)

دوسری طرف تاریخ طبری میں مذکور حضرت عروہ کی ایک مرسل روایت کو صحیح بخاری کی مذکورہ بالا روایت کے مقابل میں پیش کرتے ہیں، جس میں کہا گیا ہے کہ غزوۂ بدر اور دوسری جنگوں کا سبب عمرو بن الحضرمی کا واقعۂ قتل تھا، لکھتے ہیں :

جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں، حضرت عبداللہ بن جحش کے واقعے میں عمرو بن حضرمی قتل کر دیا گیا تھا، حضرمی، عتبہ بن ربیعہ کا حلیف

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا، جو تمام قریش کا سردار تھا، بدر اور تمام غزوات کا سلسلہ اسی خون کا انتقام تھا۔ عروہ بن زبیر (حضرت عائشہؓ کے بھانجے) نے اس واقعے کو بہ تصریح بیان کیا ہے۔ (۳۶۰)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اول تو بخاری کی روایت کا طبری کی روایت سے اور صحابی کے قول کا تابعی کے قول سے معارضہ ہی درست نہیں، چہ جائیکہ ثانی الذکر کی بنیاد پر اول الذکر کو رد کر دیا جائے، لیکن مولانا نے اپنے ہی بیان کردہ اصولوں کو نظر انداز کرتے ہوئے یہاں ایسا ہی کر دکھایا ہے۔ دوسرے اگر بغور دیکھا جائے تو بخاری اور طبری کی روایتوں میں درحقیقت تعارض بھی نہیں ہے یعنی دونوں روایتیں اپنی اپنی جگہ درست ہیں اور دونوں میں جمع و تطبیق ممکن ہے۔ توضیح اس کی یہ ہے کہ حضرمی کے قتل کی وجہ سے قریش لڑائی کے لیے آمادہ بیٹھے ہی تھے کہ اسی دوران انھیں اپنے تجارتی قافلے کے روکے جانے کی اطلاع مل گئی، لہٰذا وہ جنگ کے لیے فی الفور نکل پڑے۔ منجملہ دوسرے دلائل کے اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ مصنف سیرۃ النبی خود ہی تحریر فرماتے ہیں :

> قریش کو بدر کے قریب پہنچ کر جب معلوم ہوا کہ ابوسفیان کا قافلہ خطرے کی زد سے نکل گیا ہے تو قبیلہ زہرہ اور عدی کے سرداروں نے کہا اب لڑنا ضروری نہیں، لیکن ابوجہل نے نہ مانا۔ زہرہ اور عدی کے لوگ واپس چلے گئے، باقی فوج آگے بڑھی۔

یہاں مولانا شبلی نے اپنے نقطۂ نظر کے خلاف نادانستہ خود ہی تسلیم کر لیا ہے کہ قریش کا بدر تک آنا قافلۂ تجارت کی حفاظت کے لیے تھا، ورنہ بنوزہرہ اور بنوعدی کی واپسی کی بات بے معنی ہو جاتی ہے۔

اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ طبری کی محولہ بالا روایت کے آغاز ہی میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ مسلمانوں کا بدر کی طرف نکلنا قریش کے قافلۂ تجارت سے تعرض کی غرض سے تھا، پھر اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ حضرمی کے قتل اور بعض دوسرے واقعات کی وجہ سے کفار مکہ اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کی صورت پیدا ہو چکی تھی۔ لیکن عجیب بات ہے کہ اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت کا دوسرا جزو مولانا کو تسلیم ہے، لیکن جزو اول تسلیم نہیں اور اس سے بھی عجیب تر یہ ہے کہ اسی روایت کو وہ اپنے دعوے کے لیے بطور استدلال پیش کر رہے، جس میں ان کے دعوے کی تردید صراحتاً موجود ہے ضعف استدلال اور تناقض و تضاد کی یہ اعلیٰ ترین مثال ہے۔ ہم طبری کی اس روایت کے ابتدائی الفاظ اور بعض مختصر اقتباسات ذیل میں نقل کرتے ہیں :

عن عروة أنه كتب الى عبدالملك بن مروان فإنك كتبت إلىّ فى ابى سفيان ومخرجه تسألنى كيف كان شانه؟ كان من شأنه أن أبا سفيان بن حرب أقبل من الشام فى قريب من سبعين راكبا من قبائل قريش، كلها كانوا تجارا بالشام .... وقد كانت الحرب بينهم قبل ذلك، فقتلت قتلى، وقتل ابن الحضرمى .... كانت تلك الواقعة هاجت الحرب بين رسول الله ﷺ وبين قريش .... فلما سمع بهم رسول الله ﷺ، ندب أصحابه .... فخرجوا لايريدون إلا أباسفيان والركب معه ... الخ (طبری ۲/۲۶۷)

(حضرت عروہ سے روایت ہے کہ انھوں نے عبدالملک بن مروان کو لکھا کہ تم نے خط لکھ کر مجھ سے دریافت کیا ہے کہ ابوسفیان اور ان کے سفر کی کیفیت کیا ہے؟ سو اس واقعے کی صورت حال یہ ہے کہ ابوسفیان قبائل قریش کے ستر سواروں کے ساتھ شام سے واپس لوٹے، یہ سب شام میں تجارت کرتے تھے... اس واقعے سے پہلے ہی مسلمانوں اور قریش کے درمیان جنگ چھڑ چکی تھی، کچھ لوگ قتل بھی ہو چکے تھے، ابن الحضرمی بھی قتل ہو چکا تھا.... جس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان جنگ بھڑک گئی... جب رسول اللہ ﷺ کو قافلۂ ابوسفیان کی اطلاع ملی تو آپ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ نے اپنے صحابہ کو اس طرف چلنے کی دعوت دی.... چنانچہ مسلمان نکل پڑے اس وقت ان کا مقصد ابوسفیان اور ان کے قافلے کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ الخ)

خطبات اور اشعار :

خطبات اور اشعار کے ترک وقبول کے سلسلے میں بھی مولانا شبلی دوہرے معیار پیش کرتے ہیں۔ یعنی کہیں تو محدثانہ تنقید کے ذریعے انھیں رد کر دیتے ہیں اور کہیں خاموشی کے ساتھ کسی جرح وتنقید کے بغیر اپنی کتاب میں داخل کر لیتے ہیں۔ مثلاً قس بن ساعدہ کے خطبۂ عکاظ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں :

قس بن ساعدہ کی روایت اور اس کا خطبہ مختصر ومطول بہ عبارت مختلفہ بغوی، ازدی، بیہقی، جاحظ وغیرہ نے نقل کیا ہے، لیکن وہ سرتاپا مصنوعی اور موضوع ہے۔ اس کے رواۃ عموماً نا قابل سند، بلکہ کذاب ہیں۔ (۱۹۴/۱)

دوسری طرف وفد بنو تمیم کے واقعات کے ذیل میں حضرت عطارد بن حاجب اور حضرت ثابتؓ بن قیس کے خطبات کا متن (اردو ترجمہ وتلخیص کی شکل میں) بے تکلف داخل کتاب کر لیا ہے (سیرۃ النبی ۳۸/۲) مولانا نے اگرچہ یہاں کوئی حوالہ نہیں دیا ہے لیکن ان کا پورا بیان سیرت ابن ہشام سے ماخوذ اور ابن اسحٰق کی روایت پر مبنی ہے خود ابن اسحٰق کی روایت کی یہ کیفیت ہے کہ اس کی کوئی سند مذکور نہیں۔ (سیرۃ ابن ہشام، قدوم وفد تمیم)

اسی طرح سیرت ابن ہشام میں منقول جناب ابوطالب کے قصیدۂ لامیہ کے متعلق لکھتے ہیں :

ابوطالب کے نام سے جو قصیدۂ لامیہ ابن ہشام وغیرہ نے نقل کیا ہے سرتاپا موضوع ہے۔ (۱۹۶/۱)

حالانکہ خود مولانا سید سلمان ندوی نے تصریح کی ہے کہ اس قصیدے کے بعض اشعار

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخاری و مسلم میں مذکور ہیں۔ سید صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

> اس قصیدے کو سرتاپا موضوع کہنے کے بجائے، جیسا کہ مصنف نے کہا ہے، اکثر کہنا صحیح ہے، کیونکہ اس کے دو شعر صحاح میں بھی مذکور ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری و صحیح مسلم، باب الاستسقاء۔ (۱۹۶/۱)

دوسری جانب واقعات بدر کے ضمن میں حضرت عبیدہؓ کی زبانی جناب ابوطالب کے اسی لامیہ قصیدے کا ایک شعر پڑھنا، ایک واقعے کے طور پر لکھ دیا ہے اور یہاں ابوطالب کی طرف اس کے انتساب کی صحت سے کوئی بحث نہیں کی ہے۔ لکھتے ہیں:

> عتبہ، حضرت حمزہؓ سے اور ولید، حضرت علیؓ سے مقابل ہوا اور دونوں مارے گئے، لیکن عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہؓ کو زخمی کیا۔ حضرت علیؓ نے بڑھ کر شیبہ کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہؓ کو کندھے پر اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لائے۔ حضرت عبیدہؓ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ کیا میں دولت شہادت سے محروم رہا؟ آپ نے فرمایا: نہیں، تم نے شہادت پائی۔ حضرت عبیدہؓ نے کہا: آج ابوطالب زندہ ہوتے تو تسلیم کرتے کہ ان کے اس شعر کا مستحق میں ہوں۔
>
> ونسلمه حتیٰ نصرع حوله ونذهل عن أبنائنا والحلائل
>
> ہم محمد (ﷺ) کو اس وقت دشمنوں کے حوالے کریں گے، جب ان کے گرد لڑ کر مر جائیں اور اپنے بیٹوں اور بیٹیوں سے بھلا نہ دیے جائیں۔ (۳۲۳/۱)

واضح رہے کہ مولانا شبلی کے اس بیان کا جزو اخیر علامہ زرقانی کی شرح المواهب اللدنية سے ماخوذ ہے (شرح المواہب ۴۱۸/۱) لیکن خود زرقانی نے اپنے ماخذ کی نشاندہی نہیں کی البتہ مغازی واقدی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ زرقانی نے اس موقع پر واقدی کی عبارت نقل کر دی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح وفد بنی تمیم کے واقعات کے ذیل میں مولانا نے زبرقان اور حضرت حسانؓ دونوں کے اشعار نقل کر کے، بلا تکلف داخل کتاب کر لیے ہیں (سیرۃ النبی ۲/۳۹) حالانکہ زبرقان کی طرف منسوب اشعار کے بارے میں ابن ہشام نے صاف صاف لکھدیا ہے:

واکثر أهل العلم بالشعر ینکرها لزبرقان (اکثر علمائے شعر کے نزدیک یہ اشعار زبرقان کے نہیں ہیں) سیرۃ ابن ہشام ۲/۵۶۳

اسی طرح عبدالرحمٰن السہیلی "الروض الأنف" میں تحریر فرماتے ہیں:

وذکر البرقی أن الشعر لقیس بن عاصم المنقری
(برقی کہتے ہیں کہ یہ اشعار قیس بن عاصم منقری کے ہیں)
(الروض الأنف، تحقیق : عبدالرحمن الوکیل، احیاء التراث العربی ۶/۴۳۳)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ہفتم

تفردات اور ضعف استدلال :

مولانا شبلی نے سیرۃ النبی میں بعض مسائل ومباحث کے سلسلے میں جمہور سے الگ موقف اختیار کرلیا ہے۔ مسلک جمہور سے اختلاف بذاتِ خود ایک طرح کی کمزوری ہے۔ اب اگر اس کے ساتھ ضعف استدلال کا پہلو بھی موجود ہو تو صورت حال اور سنگین ہو جاتی ہے۔ عجیب بات ہے کہ مولانا شبلی کے تفردات اسی ذیل میں آتے ہیں۔ اس بنا پر مولانا کی اس کتاب کی تحقیقی واستنادی حیثیت کچھ اور بھی مجروح ہوگئی ہے۔ آئندہ صفحات میں اس سلسلے کی بعض مثالیں پیش کی جاتی ہیں :

قربانی کی حقیقت :

اس عنوان کے تحت مولانا سیرۃ النبی میں رقم طراز ہیں :

> حضرت ابراہیمؑ کو جو بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا تھا، اس سے اصل مقصود کیا تھا؟ قدیم زمانے میں بت پرست قومیں اپنے معبودوں پر اپنی اولادوں کو بھینٹ چڑھا دیا کرتی تھیں۔ یہ رسم ہندوستان میں انگلش گورنمنٹ سے پہلے موجود تھی۔ مخالفین اسلام کا خیال ہے کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت اسماعیل کی قربانی بھی اسی قسم کا حکم تھا۔ لیکن یہ سخت غلطی ہے۔

اکابر صوفیا نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو خواب دکھائے جاتے ہیں دو قسم کے ہوتے ہیں۔ عینی اور تمثیلی، عینی میں بعینہٖ وہی چیز مقصود ہوتی ہے جو خواب میں نظر آتی ہے۔ تمثیلی میں تشبیہ اور تمثیل کے پیرائے میں کسی مطلب کو پورا ادا کرنا ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو خواب دکھایا گیا تھا، اس سے یہ مراد تھی کہ بیٹے کو کعبے کی خدمت کے لیے نذر چڑھا دیں، یعنی وہ کسی اور شغل میں مصروف نہ ہوں۔ بلکہ کعبے کی خدمت کے لیے وقف کر دیے جائیں تو راہ میں جا بجا قربانی کا لفظ ان معنوں میں آیا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے اس خواب کو عینی خیال کیا اور بعینہٖ اس کی تعمیل کرنی چاہی۔ گو یہ خیال اجتہادی غلطی تھی، جو انبیاء سے ہو سکتی ہے (گو یہ غلطی قائم نہیں رہتی بلکہ خدا اس پر تنبیہ کر دیتا ہے) اس بنا پر گو حضرت ابراہیمؑ اس فعل سے روک دیئے گئے، لیکن خدا نے ان کی حسن نیت کی قدر کی اور فرمایا ﴿قد صدقت الرؤیا إنا کذلك نجزی المحسنین﴾ صافات ۳۰ ''تو نے خواب کو سچا کیا۔ ہم اسی طرح نیکوکاروں کو جزا دیتے ہیں''

بہر حال یہاں اس تفصیل سے مقصود یہ ہے کہ قربانی سے مقصود خدمتِ کعبہ کے لیے نذر چڑھانا تھا۔ نذر چڑھانے کے لیے شریعت سابقہ میں جو لفظ مستعمل تھا، وہ خدا کے سامنے تھا۔ توراۃ میں یہ محاورہ نہایت کثرت سے آیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیل کے حق میں خدا سے جو دعا کی، وہ ان لفظوں میں تھی "لیت اسماعیل یعیش امامك" (توراۃ، تکوین، صحاح ۱۷۔ آیت ۱۸) ''کاش اسماعیل تیرے سامنے زندگی کرتا''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی خواہش کے مطابق ان کو خواب میں تمثیلی پیرائے میں
حکم دیا گیا کہ وہ بیٹے کی قربانی کریں۔ (۱۴۵-۱۴۸)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ مولانا شبلی کا یہ بیان کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب کبھی عینی ہوتے ہیں اور کبھی تمثیلی، یقیناً درست اور شک وشبہے سے بالاتر ہے۔ چنانچہ حضرت یوسفؑ کا خواب جس میں انھوں نے گیارہ ستاروں اور آفتاب وماہتاب کو اپنی جناب میں سجدہ ریز دیکھا، جمہور امت کے نزدیک تمثیلی تھا۔ لیکن موصوف کا یہ فرمانا کہ ''حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو خواب دکھایا گیا تھا، اس سے یہ مراد تھی کہ بیٹے کو کعبے کی خدمت کے لیے نذر چڑھا دیں'' محل نظر ہے۔ اس لیے کہ علمائے متقدمین میں سے کسی سے بھی یہ قول منقول نہیں۔ چنانچہ صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین، اتباع تبع اور ان کے مابعد کے کسی امام، مجتہد، مفسر یا عالم نے یہ نہیں کہا کہ قربانی کی حقیقت، کعبے کی خدمت کے لیے نذر چڑھانا ہے اور نہ کسی نے یہ دعویٰ کیا کہ حضرت ابراہیمؑ کا خواب مین بیٹے کو ذبح کرنا، اس بات کی تمثیل تھی کہ بیٹے کو خدمت کعبہ کے لیے وقف کردیں۔ اسی طرح سلف میں اس کا بھی کوئی قائل نہیں کہ اپنے خواب کی مراد سمجھنے میں حضرت ابراہیمؑ سے خطائے اجتہادی واقع ہوگئی۔ مولانا شبلی اپنے ان تمام بیانات میں علمائے راسخین ومتقدمین کے مقابلے میں متفرد ہیں۔

جیسا کہ عرض کیا جاچکا بنیادی عقائد وحقائق کی تعبیر سے متعلق کسی دعوے یا بیان کا علمائے سلف سے منقول نہ ہونا ہی اس کے ضعف کی علامت ہے۔ تاہم کوئی مضائقہ نہ ہوگا اگر سلسلۂ زیر بحث میں مولانا شبلی کے دلائل پر بھی غور کرلیا جائے۔ مولانا نے اس ضمن میں پہلی بات تو یہ لکھی ہے کہ ''توراۃ میں جابجا قربانی کا لفظ ان معنوں میں آیا ہے''

موقع ومحل کا اقتضا یہ تھا کہ مولانا توراۃ سے کم از کم چار چھ مثالیں پیش فرماتے جن میں ''قربانی'' کا لفظ ''نذر'' یا ''نذر کعبہ'' کے معنوں میں آیا ہو۔ لیکن افسوس ہے کہ مولانا نے یہاں ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کی۔ اس لیے کہا جائے گا کہ مولانا کا یہ دعویٰ بلا دلیل رہ گیا۔ بہرحال اس بحث کو آگے بڑھانے کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خود توراۃ میں واقعۂ ذبح کا بیان پڑھ کر دیکھا جائے کہ کیا وہاں قربانی کا لفظ نذر یا نذر کعبہ کے معنوں میں آیا ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسن اتفاق سے اس موقع کا معتد بہ اقتباس مولانا حمید الدین فراہی نے اپنی گراں قدر تصنیف "الرأی الصحیح فیمن ھو الذبیح" میں نقل کر دیا ہے۔ میرے سامنے مولانا امین احسن اصلاحی کے قلم سے اس کا اردو ترجمہ موجود ہے۔ میں وہیں سے متعلقہ اقتباس نقل کرتا ہوں:

> ان باتوں کے بعد یوں ہوا کہ خدا نے ابرہام کو آزمایا اور اس سے کہا کہ اے ابرہام! اس نے کہا میں حاضر ہوں (۲) تب اس نے کہا اپنے بیٹے اضحاق کو جو تیرا اکلوتا ہے اور جسے تو پیار کرتا ہے ساتھ لے کر مریا کے ملک میں جا اور وہاں اپنے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر جو میں تجھے بتاؤں گا سوختنی قربانی کے طور پر چڑھا (۳) تب ابرہام نے صبح سویرے اٹھ کر اپنے گدھے پر چارجامہ کسا اور اپنے ساتھ دو جوانوں اور اپنے بیٹے اضحاق کو لیا اور سوختنی قربانی کے لیے لکڑیاں چیریں اور اٹھ کر اس جگہ کو جو خدا نے اسے بتائی تھی روانہ ہوا۔
>
> (۴) تیسرے دن ابرہام نے نگاہ کی اور اس جگہ کو دور سے دیکھا (اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام قربانی تک آنے اور قربانی کرنے کا ذکر ہے، یہاں تک کہ خدا نے ان کو پکارا) پھر اس نے کہا تو اپنا ہاتھ لڑکے پر نہ چلا اور نہ اس سے کچھ کر، کیونکہ میں اب مان گیا کہ تو خدا سے ڈرتا ہے، اس لیے کہ تو نے اپنے بیٹے کو بھی جو تیرا اکلوتا ہے مجھ سے دریغ نہ کیا (۱۳) اور ابرہام نے نگاہ کی اور اپنے پیچھے ایک مینڈھا دیکھا جس کے سینگ جھاڑی میں اٹکے تھے۔ تب ابرہام نے اس مینڈھے کو پکڑا اور اپنے بیٹے کے بدلے سوختنی قربانی کے طور پر چڑھایا۔ (۱۴) (ذبیح کون ہے؟ ۳۱-۳۲)

اس اقتباس کے مندرجہ ذیل جملے قابل غور ہیں:

"اس نے کہا اپنے بیٹے کو جو تیرا اکلوتا ہے اور جسے تو پیار کرتا ہے، پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ پر سوختنی قربانی کے طور پر چڑھا"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تب ابرہام نے صبح سویرے اٹھ کر اپنے ساتھ اپنے بیٹے کو لیا اور سوختنی قربانی کے لیے لکڑیاں چیریں''

''تب ابرہام نے اس مینڈھے کو پکڑا اور اپنے بیٹے کے بدلے سوختنی قربانی کے طور پر چڑھایا''

ان تینوں جگہ قربانی اپنے متعارف معنی یعنی ذبح کے لیے مستعمل ہے۔ کہیں بھی یہ مفہوم برآمد نہیں ہوتا کہ بیٹے کو کعبے کی خدمت کے لیے وقف کردو۔ ظاہر ہے کہ سوختنی قربانی کے طور پر چڑھانا اور شے ہے اور خدمت کعبہ کے لیے نذر کردینا اور چیز ہے۔ اگر بالفرض کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ سوختنی قربانی کے طور پر چڑھانا ہی نذر کعبہ کردینا ہے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ مینڈھے کو بھی ذبح نہیں کیا گیا، بلکہ خدمت کعبہ کے لیے وقف کردیا گیا، کیونکہ اس کے لئے بھی ''سوختنی قربانی کے طور پر چڑھایا'' کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ حالانکہ یہ نص قرآنی ﴿وفدینه بذبح عظیم﴾ ''اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا'' کے خلاف ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ مولانا شبلی کا یہ دعویٰ کہ توراۃ میں قربانی کا لفظ جابجا خدمت کعبہ کے لیے وقف کردینے کے معنی میں آیا ہے، محتاج ثبوت ہے اور کم از کم واقعۂ زیر بحث کے سلسلے میں قطعیت کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ قربانی کا لفظ ہرگز ان معنوں میں استعمال نہیں ہوا ہے۔ لہٰذا اس کی بنیاد پر یہ دعویٰ کہ قربانی کی حقیقت خدمت کعبہ کے لیے نذر چڑھانا ہے کسی طرح درست اور صحیح نہیں۔

مولانا کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ''نذر چڑھانے کے لیے شریعت سابقہ میں جو لفظ مستعمل تھا، وہ خدا کے سامنے تھا۔ توراۃ میں یہ محاورہ نہایت کثرت سے آیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کے حق میں خدا سے جو دعا کی وہ ان لفظوں میں تھی'' لیت اسماعیل یعیش أمامک (کاش اسماعیل تیرے سامنے زندگی کرتا) اسی خواہش کے مطابق ان کو خواب میں تمثیلی پیرائے میں حکم دیا گیا کہ وہ بیٹے کی قربانی کریں۔

مولانا شبلی کے اس استدلال سے متعلق دو باتیں قابل توجہ ہیں، اول یہ کہ حضرت ابراہیمؑ کے قول ''لیت اسماعیل یعیش امامک'' کا منشا و مفہوم کیا ہے؟ سو اس سلسلے میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرض ہے کہ مولانا حمید الدین فراہی کی تحقیق کے مطابق حضرت ابراہیمؑ نے یہ بات اس وقت کہی ہے جب انھیں حضرت اسحاق کی ولادت کی بشارت ملی ہے اور ان کے اس قول کا منشا حضرت اسماعیلؑ سے غایت محبت ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :

> جس وقت حضرت ابراہیمؑ کو حضرت اسحٰقؑ کی ولادت کی بشارت ملی ہے اس وقت بھی انھوں نے ایک ایسی بات فرمائی جس سے حضرت اسماعیلؑ کے ساتھ ان کی بے پایاں محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس نعمت گراں مایہ کو پا کر دنیا کی تمام خواہشوں سے بے نیاز ہو گئے تھے۔

کتاب پیدائش (۱۷-۱۸) میں ہے :

> اور ابرہام نے خدا سے کہا کہ کاش اسماعیل ہی تیرے حضور جیتا رہے..... اس فقرے میں محبت کا جو جذبہ چھپا ہوا ہے، اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ (ذبیح کون ہے ۴۲-۴۳)

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نے "لیت اسماعیل یعیش امامک" کہہ کر اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خدمت کعبہ کے لیے نذر کرنے کا ارادہ نہیں ظاہر کیا تھا، بلکہ دنیا کی تمام خواہشات سے اپنی بے نیازی کا اظہار کرنا چاہا تھا۔ بہ الفاظ دیگر ان کا منشا یہ تھا کہ الٰہ العالمین ! اسماعیل جیسی اولاد کے مل جانے کے بعد اب مجھے کسی دوسری اولاد کی تمنا نہیں رہی۔ تو اسی کو پروان چڑھا اور زندگی عطا کر۔ لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذکورہ قول سے مولانا شبلی کا اپنے دعوے پر استدلال صحیح نہیں ہے۔

اس سلسلے کی دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ اوپر کی بحث کے دوران کہا جا چکا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے "لیت اسماعیل یعیش امامک" حضرت اسحٰق کی ولادت کی بشارت ملنے کے بعد فرمایا تھا۔ اس کے ساتھ ہی مولانا فراہی کی یہ تحقیقات بھی پیش نظر رکھی جائیں کہ اس وقت حضرت اسماعیل کی عمر چودہ سال تھی اور یہ کہ حضرت اسماعیل کی قربانی کا واقعہ حضرت اسحٰق کی ولادت سے پہلے ہی پیش آ چکا تھا۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ واقعۂ ذبح کی تفصیلات میں پڑھ چکے ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اکلوتے بیٹے کی قربانی کا حکم ہوا تھا، اور اس میں ذرا شبہے کی گنجائش نہیں ہے کہ اکلوتے حضرت اسماعیل ہیں۔ کیونکہ وہ حضرت اسحٰق سے چودہ برس بڑے ہیں۔ پیدائش (۱۶-۱۶) میں ہے: اور جب ابرہام سے ہاجرہ کے اسماعیل پیدا ہوا تب ابرہام چھیاسی برس کا تھا، پھر پیدائش (۲۱-۵) میں ہے: اور جب اس کا بیٹا اضحاق اس سے پیدا ہوا تو ابرہام سو برس کا تھا۔ اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔

(الف) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل تھے، یہاں تک کہ حضرت اسحٰق پیدا ہوئے۔

(ب) اس اکلوتے بیٹے کی قربانی انھوں نے حضرت اسحٰق کی ولادت سے پہلے کی، کیونکہ دوسرے بھائی کے پیدا ہو جانے کے بعد وہ اکلوتے نہیں رہے۔ (ذبیح کون ہے ۳۸-۳۹)

اب اگر مولانا فراہی کی یہ تحقیقات درست ہیں، اور بظاہر ان کے نادرست ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے تو مولانا شبلی کا یہ بیان کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے "لیت اسماعیل یعیش امامک" کہہ کر حضرت اسماعیل کو خدمت کعبہ کے لیے وقف کرنے کی تمنا کا اظہار کیا تھا، جس کے نتیجے میں ان کو خواب میں تمثیلی پیرائے میں حکم دیا گیا کہ وہ بیٹے کی قربانی کریں۔ کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا واقعہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول سے پہلے ہی پیش آ چکا تھا۔ لہٰذا قول مذکور کی بنیاد پر یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ قربانی کی حقیقت خدمت کعبہ کے لیے نذر چڑھا دینا ہے۔

اس سلسلے کی آخری بات یہ ہے کہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے "تیرے حضور" کے الفاظ استعمال کیے گئے اور یہ بھی کہ وہ خدمت کعبہ کے لیے وقف تھے، تو اس سے یہ کیونکر ثابت کیا جا سکتا ہے کہ یہی قربانی کی حقیقت ہے؟ اس لیے کہ نذر الگ چیز ہے اور قربانی دوسری چیز، پس یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ نذر ہی قربانی ہے؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر قربانی کی حقیقت خدا کے حضور نذر گزارنا ہی ہے تو کیا حضرت اسمٰعیل کے علاوہ جن اشخاص یا اشیاء کے لیے توراۃ میں ''خداوند کے حضور'' یا ''خداوند کے آگے'' کا محاورہ استعمال کیا گیا ہے ان سب کے بارے میں بھی کہا جائے گا کہ وہاں قربانی کی حقیقت پائی گئی؟ مثلاً حضرت ابرہیم علیہ السلام کے بارے میں توراۃ میں مذکور ہے :

> جب ابرام ننانوے برس کا ہوا، تب خداوند ابرام کو نظر آیا اور اس سے کہا کہ میں خدائے قادر ہوں، تو میرے حضور میں چل اور کامل ہو۔[1] (پیدائش ۱۷-۱)

اسی طرح حضرت ہارون علیہ السلام کے بارے میں توراۃ کا بیان ہے :

> اس جبے کو ہارون خدمت کے وقت پہنا کرے، تاکہ جب وہ پاک مقام کے اندر خداوند کے حضور جانے یا وہاں سے نکلے تو اس کی آواز سنی جائے۔[2] (خروج ۲۸-۳۵)

نیز بے خمیری روٹی کے بارے میں تحریر ہے :

> اور بے خمیری روٹی کی ٹوکری میں سے جو خداوند کے آگے دھری ہوگی۔[3] (خروج ۲۳)

اب یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت ہارون اور بے خمیری روٹی سب نذر کعبہ تھے اور سب کی قربانی ہوئی، کیونکہ سب کے حق میں ''خداوند کے حضور'' کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور یا اس دعوے سے رجوع کرنا ہوگا کہ ''لیت اسماعیل بعینی اسماعیل'' (کاش اسماعیل تیرے حضور جیتا رہے) سے حضرت اسماعیل کا نذر کعبہ ہونا ثابت ہوا اور یہی قربانی کی حقیقت ہے۔

خاتمۂ کلام کے طور پر عرض کیا جاتا ہے کہ مولانا شبلی نے ''قربانی کی حقیقت'' کے سلسلے میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے، اس سے ان کا مقصد مخالفین اسلام کے اس اعتراض سے بچنا تھا کہ مسلمانوں کی قربانی کی رسم، اولاد کو بھینٹ چڑھانے کی، بت پرست قوموں کی رسم کے مشابہ ہے۔

---

[1] و [2] و [3] یہ تینوں اقتباسات ذبیح کون ہے؟ ۲۴-۲۵ سے ماخوذ ہیں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن ادنیٰ تامل سے ہی یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ حقیقت قربانی کی تاویل وتوجیہ کے بعد بھی بت پرست قوموں سے مشابہت کا الزام بدستور باقی رہ جاتا ہے۔ اس لیے کہ بت پرست قومیں اپنے معابد کی خدمت کے لیے اپنی بعض اولادوں کو اب بھی نذر چڑھا دیتی ہیں۔ پس معترضین کہہ سکتے ہیں کہ حضرت اسماعیل کا نذر کعبہ کیا جانا بت پرستوں کی اولاد کے نذر معابد کیے جانے کے مشابہ ہے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ قربانی کو اس کے اصل اور متعارف معنوں ہی میں رکھا جائے اور اس سلسلے میں کسی قسم کی تاویل وتوجیہہ سے کام نہ لیا جائے۔

غزوۂ بدر :

اس غزوے کے سلسلے میں جمہور محدثین، اہل سیر اور مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ سے اصلاً قریش کے اس قافلۂ تجارت سے تعرض کے لیے نکلے تھے، جو ابوسفیان کی سرکردگی میں شام سے واپس آرہا تھا، لیکن ایسے اسباب پیش آئے کہ قافلۂ تجارت تو بچ کر نکل گیا اور مسلمانوں کو ناچار مقام بدر میں لشکر قریش سے لڑنا پڑا۔

جمہور کے برخلاف مولانا شبلی کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ ابھی قافلۂ تجارت شام ہی میں تھا کہ وہاں یہ غلط خبر مشہور ہوگئی کہ مسلمان قافلے پر حملے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ لہٰذا ابوسفیان نے شام ہی سے مکہ یہ اطلاع بھجوادی کہ قافلہ خطرے میں ہے یہ خبر سن کر قریش نے لڑائی کی تیاریاں شروع کردیں۔ جب مدینے میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ قریش ایک جمعیت عظیم کے ساتھ مدینے کی طرف بڑھ رہے ہیں تو آنحضرت ﷺ مدافعت کی غرض سے مدینے سے نکلے اور بدر کا معرکہ پیش آیا۔

صورت واقعہ کی اس تعبیر کے سلسلے میں بھی مولانا شبلی متفرد ہیں۔ چنانچہ اس کا اعتراف خود انھیں بھی ہے۔ لکھتے ہیں: ''اس فیصلے میں عام مورخین اور ارباب سیر میرے حریف مقابل ہیں'' (سیرۃ النبی ۱/۳۴۳)

اس کے علاوہ دیگر علماء نے بھی مصنف سیرۃ النبی کے اس تفرد کو کھلے لفظوں میں بیان کیا ہے۔ مثلاً مولانا شبیر احمد عثمانی اپنے تفسیری حواشی میں لکھتے ہیں :

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن لوگوں کا خیال ہے کہ اس سفر میں حضور شروع ہی سے فوجی لشکر کے مقابلے میں نکلے تھے جو مدینے پر از خود اقدام کرتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کی نیت آپ نے اول سے آخر تک کسی وقت نہیں کی، وہ فی الحقیقت اپنے ایک خود ساختہ اصول پر تمام ذخیرۂ حدیث وسیر اور اشاراتِ قرآنیہ کو قربان کرنا چاہتے ہیں۔ (قرآن مجید مترجم ومحشی، مدینہ بک ڈپو، دہلی ص ۲۲۹)

اسی طرح مولانا محمد ادریس کاندھلوی رقم طراز ہیں :

کسی علامہ کا یہ خیال کرنا کہ حضور پرنور نے اول سے آخر تک کسی وقت بھی تجارتی قافلے پر حملے کی نیت نہیں کی، بلکہ ابتدا ہی سے حضور پرنور نے جو سفر شروع فرمایا، قریش کے اس فوجی لشکر کے مقابلے اور دفاع کے لیے تھا جو از خود مدینے پر حملہ کرنے کے لیے اقدام کرتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ یہ خیال ایک خیال خام ہے، جو اپنی ایک مزعوم درایت اور خود ساختہ اصول پر مبنی ہے، جس پر تمام ذخیرۂ احادیث نبویہ اور ارشاداتِ قرآنیہ اور روایات سیرت اور واقعات تاریخیہ کو قربان کرنا چاہتے ہیں۔ (سیرۃ المصطفیٰ ۱/۶۳۴)

یہ گفتگو مولانا شبلی کے تفرد سے متعلق تھی، آئندہ صفحات میں ان کے دلائل سے بحث کی جائے گی۔ اس سلسلے میں پہلی قابل ذکر بات یہ ہے کہ مولانا نے بار بار یہ تاثر دینا چاہا ہے کہ مسئلہ زیر بحث میں نصوص قرآنیہ ان کے نقطۂ نظر کی مؤید ہیں اور یہ کہ نص قرآنی کا معارضہ حدیث، سیرت اور تاریخ کی روایات سے نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ قرآن مجید کی جن آیات کو مولانا نے اپنے مدعا کے اثبات کے لیے پیش کیا ہے، ان میں صاف اور صریح لفظوں میں اس واقعے کا کوئی ذکر نہیں، ورنہ یہ ممکن ہی نہ تھا کہ جمہور محدثین مورخین اور سیرت نگار اس سے الگ رائے رکھتے اور نص قرآنی کی مخالفت کی جرأت کرتے۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ مصنف سیرۃ النبی نے قرآن مجید کی بعض آیات کا ایک مفہوم متعین کیا ہے اور پھر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پر اپنے دعوے کی بنیاد رکھی ہے۔

دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ مولانا شبلی کا بیان کردہ مفہوم محض ظنی واحتمالی ہے، یعنی اس میں قطعیت کی شان بھی نہیں پائی جاتی۔ مزید برآں یہ کہ ان کے بیان کردہ مفہوم کو اگر قبول کر بھی لیا جائے تو متعدد احادیث صحیحہ وصریحہ کا انکار لازم آتا ہے۔ حالانکہ یہ بات اصولی طور پر طے شدہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں فی الواقع کہیں بھی تعارض نہیں ہے، اور اگر کسی کو کہیں محسوس ہوتا ہے تو اس کی اپنی فہم کا قصور ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آیات قرآنیہ کا وہی مفہوم معتبر ہوگا جو احادیث نبویہ سے مطابقت رکھتا ہو، نہ کہ وہ جو ان کے معارض ہو۔ اب مولانا شبلی کے دلائل بالترتیب ذکر کیے جاتے ہیں :

۱۔ موصوف آیت کریمہ: ﴿كما أخرجك ربك من بيتك بالحق، وإن فريقا من المؤمنين لكارهون﴾ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ترکیب نحوی کی رو سے "وإنّ" میں جو واؤ ہے حالیہ ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ مسلمانوں کا ایک گروہ جو لڑائی سے جی چراتا ہے۔ یہ موقع عین وہ تھا، جب آپ ﷺ مدینے سے نکل رہے تھے، نہ کہ مدینے سے نکل کر جب آپ ﷺ آگے بڑھے۔ کیونکہ واؤ حالیہ کے لحاظ سے خروج من البیت اور اس گروہ کے جی چرانے کا وقت اور زمانہ ایک ہی ہونا چاہیے۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا، مولانا شبلی نے آیت مذکورہ سے جس معنی کا استنباط کیا ہے اور اس پر جس طرح اپنے استدلال کی بنیاد رکھی ہے۔ اس میں قطعیت کی شان نہیں پائی جاتی، کیونکہ اس کی دوسری توجیہات بھی ممکن ہیں۔ چنانچہ مولانا شبیر احمد عثمانی آیت مذکورہ کے تحت اپنے تفسیری حواشی میں لکھتے ہیں:

> تقریر میں صاحب روح المعانی کی تصریح کے موافق اشارہ کردیا ہے کہ ﴿اخرجك ربك من بيتك﴾ میں صرف آنِ خروج من البیت مراد نہیں، بلکہ آنِ خروج من البیت سے "دخول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی الجہاد" تک کا ممتد اور وسیع زمانہ مراد ہے، جس میں وان فریقاً من المؤمنین لکارھون، یجادلونک وغیرہ سب احوال کا وقوع ہوا۔ (۲۳۰)

یہاں اگر یہ اشکال پیش کیا جائے کہ مولانا شبلی کی طرح مولانا عثمانی کا بیان کردہ مفہوم بھی ظنی و احتمالی ہی ہے، لہٰذا موخر الذکر کو مقدم الذکر پر ترجیح کیوں دی جائے؟ تو اس کا جواب سطور بالا میں گذر چکا کہ مولانا شبلی کے استنباط کو اختیار کرنے کی شکل میں ان احادیث صحیحہ کا ترک و انکار لازم آئے گا، جن میں اس امر کی صراحت کی گئی ہے کہ مدینے سے جب آپ ﷺ نکلے تو صرف قافلۂ تجارت پر حملہ کرنا مقصود تھا اور یہ کہ صحابہ کرام سے مشورے، مسلمانوں کے ایک فریق کی ناگواری اور مجادلے وغیرہ کے واقعات مدینے سے نکلنے کے بعد اثنائے راہ میں پیش آئے، اس کے برخلاف مولانا عثمانی کی توجیہہ کو قبول کر لینے میں ایسی کوئی قباحت لازم نہیں آتی۔

۲۔ مولانا نے آیت کریمہ ﴿واذ یعد کم اللہ إحدی الطائفتین أنھا لکم وتودون أن غیر ذات الشوکۃ تکون لکم﴾ الخ کو بھی اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

> ارباب سیر کہتے ہیں کہ آیت قرآنی میں یہ اس وقت کا واقعہ مذکور ہے جب آنحضرت ﷺ بدر کے قریب پہنچ چکے تھے۔ لیکن بدر کے قریب پہنچ کر تو کاروانِ تجارت صحیح سلامت بچ کر نکل گیا تھا۔ اس وقت یہ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ "دونوں میں سے ایک کا وعدہ ہے" اس لیے یہ بالکل ظاہر ہے کہ قرآن مجید کے نص کے مطابق یہ واقعہ اس وقت کا ہونا چاہیے، جب دونوں گروہ کے ہاتھ آنے کا احتمال ہو سکتا ہو، اور یہ صرف وہ وقت ہو سکتا ہے جب آنحضرت ﷺ مدینے میں تھے اور دونوں طرف کی خبریں آ گئی تھیں۔ (۳۴۶/۱)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ آیت مذکورہ سے درحقیقت جمہور کے نقطۂ نظر کی تائید

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے اس لیے کہ مولانا تو اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کاروانِ تجارت پر حملے کا ارادہ ہی نہیں فرمایا تھا، یہ ایک غلط افواہ تھی جو مکے میں مشہور ہوگئی تھی اور یہ کہ آپ ﷺ اور تمام مسلمانوں کا مدینہ منورہ سے نکلنا فی الواقع کفار قریش کے مقابلے کے لیے تھا۔ اگر مولانا کا یہ بیان مطابق واقعہ مان لیا جائے تو یہ فرمان الٰہی کیونکر صحیح ہو سکے گا کہ ''دونوں میں سے ایک کا وعدہ ہے'' اس کے برخلاف جمہور کے نقطۂ نظر کے مطابق اس آیت کا محل و مصداق متعین کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔

رہ گیا مولانا کا یہ اشکال کہ جب کاروانِ تجارت صحیح سلامت بچ کر نکل گیا تھا۔ اس وقت ''دونوں میں سے ایک کے وعدے'' کا کیا محل ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں دراصل اس وقت کی یاد دلائی گئی ہے، جب مسلمانوں کو صرف یہ بتایا گیا تھا کہ قریش ایک جمعیت کے ساتھ مکے سے نکل پڑے ہیں، لیکن انھیں یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ کاروانِ تجارت بچ کر نکل گیا ہے۔ چونکہ مسلمان جنگ کی تیاری اور جنگی ارادے سے نہیں نکلے تھے، اس لیے ان کی پریشانی اور گھبراہٹ فطری تھی، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی اور دل دہی کے لیے ﴿**إحدى الطائفتين**﴾ کا وعدہ فرمایا کہ گھبراؤ نہیں کاروانِ تجارت اور دشمنوں پر فتح میں سے تمھیں ایک چیز ضرور ہاتھ آئے گی۔

ہمارا یہ دعویٰ کہ مسلمانوں کو اس وقت تک کاروانِ تجارت کے صحیح سالم نکل جانے کا علم نہ ہوا تھا، اس کی دلیل خود آیت مذکورہ کے ٹکڑے ﴿**وتودون أن غير ذات الشوكة تكون لكم**﴾ ''تم چاہتے ہو کہ بغیر خرخشے والا گروہ تم کو مل جائے'' میں موجود ہے۔ کیونکہ قافلہ نکل جانے کی شکل میں، اس کے ہاتھ آ جانے کی خواہش ایک بے معنی بات ہوتی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ آیت مذکورہ جمہور کی تائید میں ہے اور اس میں مخاطب کے دائرہ معلومات کو ملحوظ رکھ کر خطاب کیا گیا ہے۔

۳۔ مولانا شبلی سلسلۂ زیر بحث میں مزید لکھتے ہیں:

> مسلمانوں کی ایک جماعت ایسی تھی جو چاہتی تھی کہ کاروانِ تجارت پر حملہ کیا جائے۔ خدا نے ان لوگوں پر ناراضی ظاہر کی اور فرمایا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وتودون أن غير ذات الشوكة تكون لكم، ويريدالله أن يحق الحق بكلماته ويقطع دابرالكافرين﴾ ایک طرف وہ لوگ ہیں جو قافلۂ تجارت پر حملہ کرنا چاہتے ہیں، دوسری طرف خدا ہے، جو چاہتا ہے کہ دین کو قائم کردے اور جڑ کاٹ دے اب سوال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان دو میں سے کس کے ساتھ ہیں؟ عام روایتوں کے مطابق اس سوال کا کیا جواب ہوگا، میں اس تصور سے کانپ اٹھتا ہوں۔ (۱/۳۴۷)

مولانا شبلی کے اشکال کا جواب یہ ہے کہ ابتدا میں بے شک آنحضرت ﷺ کاروانِ تجارت پر حملے کی غرض سے نکلے تھے، لیکن جب بدر کے قریب پہنچ کر آپ کو لشکر قریش کی آمد کا علم ہوا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ﴿إحدى الطائفتين﴾ کا وعدہ فرمایا گیا تو آپ کا رجحان کاروانِ تجارت کے بجائے قریش سے جنگ ہی کی جانب ہوگیا تھا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت میں صراحتاً مذکور ہے کہ صحابہ کرامؓ سے مشورے اور حضرت سعدؓ بن معاذ کی تقریر کے بعد آنحضرت ﷺ نے مسرت کا اظہار کیا "فسر رسول الله ﷺ بقول سعدو نشطه ذلك" اور یہ ارشاد فرمایا:

"سيروا على بركة الله وأبشروا، فإن الله قد وعدني إحدى الطائفتين والله لكأني الآن أنظر إلى مصارع القوم"[1] (اللہ کی برکت کے ساتھ چل پڑو اور بشارت حاصل کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے۔ واللہ گویا کہ میں ابھی اسی وقت قریش کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں)

اس روایت کا آخری فقرہ کاروانِ تجارت کے بجائے جنگ کی طرف آپ ﷺ کی رجحان طبع کو صاف طور پر ظاہر کررہا ہے۔ اس کے علاوہ صحیح مسلم (باب غزوۂ بدر) اور سنن ابی داؤد (باب في الأسير ينال منه ويضرب) میں مذکور حضرت انسؓ کی روایت میں بھی ایسے اشارے موجود ہیں، جن سے جنگ کی طرف آپ ﷺ کے میلان کا پتہ چلتا ہے، صحیح مسلم

[1] اس روایت کی تخریج ابن اسحٰق نے اپنی کتاب سیرۃ میں سند صحیح کے ساتھ کی ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اس حدیث کا متعلقہ اقتباس ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

قال: فندب رسول الله ﷺ الناس فانطلقوا حتى نزلوا بدرا، ووردت عليهم روايا قريش وفيهم غلام أسود لبنى الحجاج، فأخذوه، فكان أصحاب رسول الله ﷺ يسألونه عن أبى سفيان وأصحابه، فيقول: مالى علم بأبى سفيان، ولكن هذا أبوجهل، وعتبة، وشيبة، وأمية بن خلف، فإذا قال ذلك ضربوه، فقال: نعم أنا أخبركم، هذا أبوسفيان فاذا تركوه، فسألوه، فقال: مالى بأبى سفيان علم، ولكن هذا أبوجهل وعتبة وشيبة، وأمية بن خلف فى الناس، فإذا قال هذا أيضاضربوه و رسول الله ﷺ قائم يصلى فلما رأى ذلك انصرف، قال: والذى نفسى بيده لتضربوه إذا صدقكم، وتتركوه إذا كذبكم۔

(حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو بلایا تو وہ چلے، تا آنکہ بدر پہنچ گئے۔ وہاں ان کو قریش کے آب برداری کے کچھ اونٹ ملے، جن کے ساتھ بنوالحجاج کا ایک سیاہ فام غلام بھی تھا، مسلمانوں نے اسے پکڑ لیا، اس سے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے بارے مین پتہ کرنے لگے۔ وہ کہتا مجھے ابوسفیان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں البتہ ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور امیہ بن خلف یہ موجود ہیں۔ جب یہ کہتا تو مسلمان اسے مارنے لگتے۔ اس پر وہ کہتا ہاں میں تم لوگوں کو ابوسفیان کے بارے میں بتاتا ہوں پھر جب لوگ اسے چھوڑ دیتے اور دوبارہ پوچھتے تو پھر وہ کہتا مجھے ابوسفیان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں، البتہ ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امیہ بن خلف دوسرے بہت سے لوگوں کے ساتھ موجود ہیں، اس پر وہ لوگ اسے پھر مارتے۔ رسول اللہ ﷺ اس دوران نماز میں تھے۔ آپ نے یہ صورت دیکھی تو نماز سے فارغ ہو گئے اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، یقیناً جب وہ سچ بولتا ہے تو تم لوگ اس کو مارتے ہو اور جب وہ جھوٹ بولتا ہے تو چھوڑ دیتے ہو)

حضرت انسؓ کی یہ روایت آیت کریمہ ﴿وتودون أن غير ذات الشوكة تكون لكم﴾ کی تفسیر بھی کر رہی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتا رہی ہے کہ جس وقت صحابہ کرام کی ایک جماعت لشکر قریش کی آمد کی خبر سن کر ناگواری محسوس کر رہی تھی اور غلام سے لشکر کے بجائے کاروانِ تجارت کی خبر سننا چاہتی تھی، اس وقت آپ ﷺ اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے کہ اب کاروانِ تجارت کے بجائے لشکر قریش سے ہی مدبھیڑ ہونی ہے خلاصہ یہ ہے کہ مولانا شبلی کا محولہ بالا اشکال قطعاً بے بنیاد ہے۔ انھوں نے عام روایات کا حوالہ دیا ہے، لیکن مجھے ایک روایت بھی ایسی نہیں ملی، جس میں کاروانِ تجارت کی طرف آپ ﷺ کے میلان اور جنگ سے ناگواری کا ذکر آیا ہو۔

۴۔ مولانا کا ایک اور استدلال ملاحظہ ہو، آیت کریمہ ﴿وإن فريقاً من المؤمنين لكارهون، يجادلونك في الحق بعد ماتبين كأنما يساقون الى الموت﴾ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

اگر صرف قافلۂ تجارت پر حملہ کرنا مقصود ہوتا تو یہ خوف، یہ اضطراب، یہ پہلو تہی کس بنا پر تھی۔ اس سے پہلے بارہا قافلۂ قریش پر حملہ کرنے کے لیے تھوڑے تھوڑے آدمی بھیج دیے گئے تھے اور کبھی ان کو ضرر نہیں پہنچا تھا۔ اس دفعہ اس قافلے کا اتنا ڈر ہے کہ تین سو چیدہ اور منتخب فوج ہے اور پھر لوگ ڈر کے مارے سہمے جاتے ہیں۔ یہ قطعی دلیل ہی میں کہ مدینے میں یہ خبر آ گئی تھی قریش کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے جمعیت عظیم لے کر مدینے پر آرہے ہیں۔ (۱/۳۴۸)

جواباً عرض ہے کہ اس استدلال کی بنیاد یہ مفروضہ ہے کہ مسلمانوں کے ایک فریق کی جنگ سے ناگواری اور مجادلے کے واقعات عین مدینے سے نکلنے کے وقت پیش آئے۔ لیکن یہ مفروضہ غلط ہے، چنانچہ اس کی تفصیل گذشتہ صفحات میں گذر چکی۔ اس کے برخلاف جمہور کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ کراہیت قتال اور مجادلے کے واقعات مدینے سے نکلنے کے بعد اثنائے راہ میں اس وقت پیش آئے، جب کہ مسلمانوں کو اچانک یہ معلوم ہوا کہ قریش جمعیت عظیم کے ساتھ لڑنے کے لیے نکل پڑے ہیں ایسی صورت میں بعض لوگوں کا خوف، اضطراب اور جنگ سے پہلو تہی کرنا غیر فطری نہ تھا۔

(۵) مولانا نے سورۂ نساء کی ایک آیت سے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ایک تفسیر کی بنیاد پر بھی یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو مدینہ منورہ ہی میں معلوم ہو گیا تھا کہ قافلے پر حملہ کرنا نہیں، بلکہ لڑنا اور جان دینا ہے۔ اس کی تفصیل مولانا کے الفاظ میں ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں۔

> قرآن مجید میں ایک اور آیت اسی بدر کے واقعے کے متعلق نازل ہوئی ہے اور اس وقت جب آپ مدینے ہی میں تشریف رکھتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری، تفسیر سورہ نساء میں تصریحاً مذکور ہے، آیت یہ ہے ﴿ لایستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاهدون فی سبیل الله باموالهم وأنفسهم، فضل الله المجاهدین بأموالهم وأنفسهم علی القاعدین درجة﴾ (بجز معذوروں کے، وہ لوگ جو بیٹھ رہے اور وہ لوگ جو خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرتے ہیں، برابر نہیں ہو سکتے۔ خدا نے مجاہدین کو جو مال اور جان سے جہاد کرتے ہیں، درجے میں فضیلت دی ہے)
>
> صحیح بخاری میں اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قول نقل کیا ہے کہ یعنی وہ لوگ جو بدر میں شریک نہیں ہوئے اور وہ جو شریک ہوئے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ صحیح بخاری میں یہ بھی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو پہلے ﴿غیر اولی الضرر﴾ کا جملہ نہ تھا۔ یہ آیت سن کر حضرت عبداللہ بن ام مکتوم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے اندھے پن کا عذر کیا، اس پر وہیں یہ جملہ نازل ہوا ﴿غیر أولی الضرر﴾ یعنی معذوروں کے سوا۔ یہ صاف اس بات کی دلیل ہے کہ مدینے ہی میں معلوم ہو گیا تھا کہ قافلے پر حملہ کرنا نہیں بلکہ لڑنا اور جان دینا ہے۔

(۳۴۸/۱-۳۴۹)

راقم عرض کرتا ہے کہ سورۂ نساء کی متذکرہ بالا آیت سے مولانا شبلی کا استدلال اس مفروضے پر مبنی ہے کہ آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ ہجرت کے بعد قریش کی جاسوسی اور خبر رسانی نیز ان کے تجارتی قافلوں سے تعرض کے لیے جو چھوٹی بڑی فوجی ٹکڑیاں بھیجا کرتے تھے، یا بذات خود اس مقصد کے لیے نکلتے تھے، ان پر جہاد فی سبیل اللہ کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا بلکہ جہاد فی سبیل اللہ سے مراد صرف دفاعی جنگیں ہیں حالانکہ یہ بداہتاً غلط ہے۔ کیونکہ کفار قریش محاربین اسلام میں سے تھے، نیز ہجرت کے بعد بھی مسلمانوں کو چین سے رہنے دینا نہیں چاہتے تھے۔ اس لیے انھیں جانی و مالی ہر طرح کا نقصان پہنچانا نہ صرف جائز بلکہ ضروری تھا۔ لہٰذا غزوۂ بدر سے پہلے کے تمام سرایا اور غزوۂ بدر کے موقع پر قافلۂ ابوسفیان سے تعرض کے لیے خود آنحضرت ﷺ کا نکلنا العیاذ باللہ قزاقی اور لوٹ مار کے قبیل سے نہ تھا (جیسا کہ مستشرقین اور معاندین اسلام سمجھتے ہیں) بلکہ مکمل طور سے "جهاد فی سبیل الله باموالهم و أنفسهم" کا مصداق تھا۔ لہٰذا سورۂ نساء کی مذکورہ بالا آیت کو حضرت ابن عباسؓ کی رائے کے مطابق اگر غزوۂ بدر سے متعلق مانا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کی دعوت کے بعد جو لوگ کاروانِ تجارت سے تعرض کے لیے نکلے، ان کا درجہ نہ نکلنے والوں کے درجے سے بڑھ کر ہے۔ البتہ معذورین اس سے مستثنیٰ ہیں، یعنی انھیں ان کی حسن نیت کا ثواب نکلے بغیر ہی مل گیا۔ اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے کہ متعدد روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے کاروانِ تجارت سے تعرض ہی کی دعوت دی تھی۔ مثلاً ابن اسحٰق کی روایت میں جو سند صحیح سے مروی ہے، یہ الفاظ آئے ہیں۔

لما سمع رسول الله ﷺ بأبي سفيان مقبلاً من الشام ندب المسلمين إليهم وقال: هذه عير قريش فيها أموالهم فأخرجوا إليها، لعل الله ينفلكموها، فانتدب الناس، فخف بعضهم وثقل بعضهم. (سيرة ابن هشام)

اسی طرح طبرانی کی روایت میں جو حضرت ابوایوب انصاریؓ سے مروی ہے، اس واقعے کی تعبیر یوں کی گئی ہے:

قال رسول الله ﷺ ونحن بالمدينة، إني أخبرت عن عير أبي سفيان أنها مقبلة، فهل لكم أن نخرج قبل هذا العير، لعل الله يغنمناها، قلنا نعم فخرج وخرجنا معه (مجمع الزوائد، ۶/۷۳-۷۴)

اگر ان روایات کے ساتھ سورۂ نساء کی زیر بحث آیت سے متعلق حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر "لا يستوي القاعدون من المؤمنين عن بدر والخارجون إلى بدر" کو جوڑ دیا جائے تو دو باتیں متعین ہو جاتی ہیں، ایک تو یہ کہ قریش کے کاروانِ تجارت سے تعرض کے لیے آپ ﷺ کا نکلنا اور دوسروں کو اس کی دعوت دینا یقینی طور پر "جہاد فی سبیل اللہ" تھا۔ دوسرے یہ کہ غزوۂ بدر کے وقوع سے پہلے اور آیت مذکورہ کے نزول کے بعد حضرت ابن ام مکتومؓ کا اپنے اندھے پن کا عذر پیش کرنا، درحقیقت اسی بات کا عذر تھا کہ وہ کاروانِ تجارت پر حملے کے لیے آپ ﷺ کے ساتھ جا نہیں پا رہے ہیں۔ لیکن اس کی حسرت دل میں رکھتے ہیں کہ کاش معذور نہ ہوتے تو ضرور ساتھ جاتے۔ اس کا قرینہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت جو بخاری میں مختصراً مذکور ہے، امام ترمذی کے یہاں مفصلاً آئی ہے اور اس میں حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر کے ساتھ حضرت ابن ام مکتوم کا واقعہ بھی شامل ہے۔ ترمذی کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عن ابن عباسؓ أنه قال: لايستوي القاعدون من

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المؤمنين غير اولى الضرر عن بدر ، والخارجون إلى بدر، لما نزلت غزوة بدر قال عبدالله بن جحش وابن ام مكتوم إنا أعميان يا رسول الله، فهل لنا رخصة، فنزلت ﴿لايستوى القاعدون من المؤمنين غير اولى الضررط وفضل الله المجاهدين عن القاعدين درجة﴾ (جامع ترمذی، ابواب تفسیر القرآن)

(۶) مولانا نے سورۂ انفال کی ایک اور آیت کو اپنے موقف کے اثبات میں پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

کفار قریش جو مکے سے لڑنے کے لیے بدر میں آئے، ان کی نسبت قرآن مجید میں ہے ﴿ولا تكونوا كالذين خرجوا من ديارهم بطراً ورياء الناس ويصدون عن سبيل الله﴾ ''اور ان لوگوں کی طرح نہ بنو جو اپنے گھروں سے مغرورانہ نمائش اور خدا کی راہ سے روکتے ہوئے نکلے'' اگر قریش صرف قافلۂ تجارت کے بچانے کے لیے نکلتے تو خدا یہ کیوں کہتا کہ وہ اظہار شان اور دکھاوے کے لیے خدا کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہوئے نکلے؟ اس میں اظہار شان اور دکھاوے کی کیا بات تھی؟ اور خدا کی راہ سے لوگوں کو روکنا کیا تھا؟ البتہ چونکہ درحقیقت وہ مدینے پر حملہ کرنے لیے نکلے تھے، جس سے مقصود اپنے زور اور قوت کا اعلان و نمائش اور اسلام کی ترقی کا انسداد تھا، اس لیے خدا نے اس کو غرور و نمائش اور صد عن سبیل اللہ کہا۔ (۱/۳۴۹-۳۵۰)

راقم عرض کرتا ہے کہ مولانا کا یہ استدلال انتہائی تعجب خیز ہے۔ اس لیے کہ انھوں نے اپنی اسی تصنیف میں نہایت صراحت و وضاحت کے ساتھ خود ہی یہ لکھ دیا ہے کہ قریش کا یہ کاروانِ تجارت محض تجارتی مقاصد نہیں رکھتا تھا، بلکہ درحقیقت یہ مصارف جنگ کا بندوبست

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ اس کے ساتھ ہی موصوف نے خاص طور پر مسلمانوں کے لیے اس وقت کے حالات کی سنگینی کا بھی بہت اچھا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ چنانچہ خود ہی لکھتے ہیں :

> قریش نے ہجرت کے ساتھ ہی مدینے پر حملے کی تیاریاں شروع کر دی تھیں، عبداللہ بن اُبی کو انھوں نے خط لکھ بھیجا کہ یا محمد (ﷺ) کو قتل کر دو، یا ہم آ کر ان کے ساتھ تمہارا بھی فیصلہ کر دیتے ہیں۔
> قریش کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں مدینے کی طرف گشت لگاتی رہتی تھیں۔
> کرز فہری مدینے کی چراگاہوں تک آ کر غارت گری کر گیا تھا۔
> حملے کے لیے سب سے بڑی ضروری چیز مصارف جنگ کا بندوبست تھا۔ اس لیے اب کے موسم میں قریش کا جو کاروانِ تجارت شام کو روانہ ہوا، اس سر و سامان سے روانہ ہوا کہ مکے کی تمام آبادی نے، جس کے پاس جو رقم تھی، کل کی کل دے دی۔
> نہ صرف مرد بلکہ عورتیں جو کاروبار تجارت میں بہت کم حصہ لیتی ہیں، ان کا بھی ایک ایک فرد اس میں شریک تھا۔ (۱/۳۱۵-۳۱۶)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مولانا کو اس بات کا بذات خود اعتراف ہے کہ قریش کا یہ تجارتی قافلہ درحقیقت جنگی مقاصد رکھتا تھا اور اس کے ذریعے وہ ان مسلمانوں کے استیصال کے درپے تھے، جو پہلے ہی سے خانماں برباد اور غریب الوطن تھے اور ان کا جرم بھی محض یہ تھا کہ وہ ایک اللہ کے نام لیوا اور اس کے نبی برحق کے پیرو ہیں ﴿**وما نقموا منهم إلا أن يؤمنوا بالله العزيز الحميد**﴾ تو اب اس امر کے تسلیم کر لینے میں کیا تامل ہے کہ ان کافروں کا بظاہر کاروانِ تجارت کی حفاظت کے لیے نکلنا درحقیقت ﴿**يصدون عن سبيل الله**﴾ کا ہی ایک پہلو تھا، نیز یہ کہ ان کے اس تمام عمل کے پس پشت کوئی اعلیٰ انسانی و اخلاقی محرک کارفرما نہ تھا بلکہ اس کا تمام تر باعث و منشا فخر و غرور اور نمود و نمائش کا جذبہ ہی تھا۔

قریش کے فخر و تعلّی اور نشہ غرور میں چور ہونے کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ جب اثنائے راہ میں انھیں یہ اطلاع دی گئی کہ کاروانِ تجارت بچ کر نکل گیا ہے اس لیے مناسب ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اب لوٹ چلو، تو وہ لوٹے نہیں بلکہ مغرورانہ باتیں کہیں۔ چنانچہ ابن اسحٰق کی حضرت ابن عباسؓ سے بہ سند صحیح مروی روایت میں مذکور ہے۔

لما رأى ابوسفيان أنه أحرز عيره أرسل إلى قريش أنكم إنما خرجتم لتمنعوا عيركم ورجالكم وأموالكم، فقد صانها الله فارجعوا، فقال ابوجهل بن هشام: والله لانرجع حتى نرد بدراً ..... فنقيم عليه ثلاثاً، وننحر الجزر، ونطعم الطعام، ونسقى الخمور، وتعزف علينا القيان، وتسمع بنا العرب، فلا يزالون يها بوننا أبدا فامضوا۔ (جامع البيان، للطبرى، ۱۰/۱۷، سيرة ابن هشام ۱/۶۱۸)

(جب ابوسفیان نے دیکھا کہ اس نے اپنا قافلہ بچالیا ہے، تو قریش کے پاس کہلا بھیجا کہ تم لوگ اسی لیے تو نکلے ہو کہ اپنے قافلے، اپنے لوگوں اور اپنے اموال کی حفاظت کرو، تو اب لوٹ چلو کہ اللہ نے انہے بچا دیا، اس کے جواب میں ابوجہل بن ہشام نے کہا کہ واللہ ہم اس وقت تک نہیں لوٹیں گے جب تک بدر پہنچ نہ جائیں.....اور پھر وہاں تین دن ٹھہریں، اونٹنیاں ذبح کریں، کھانا کھلائیں، شرابیں پلائیں، گانے والیوں کے نغمہ وسرود سے محظوظ ہوں اور عربوں میں ہمارا شہرہ ہو جائے، تاکہ وہ ہمیشہ ہم سے ڈرتے رہیں۔ اس لیے بڑھے چلو)

طبری، حافظ ابن کثیر اور دوسرے مفسرین کی تصریح کے مطابق آیت زیر بحث میں کفار قریش کے اسی طرز عمل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ یہی رائے حضرت عروہؓ اور قتادہؒ کی بھی ہے۔ (تفسیر طبری ۱۰/۱۶-۱۷)

راقم عرض کرتا ہے کہ مولانا شبلی نے غزوۂ بدر سے متعلق اپنے موقف کے اثبات میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن پاک کی جن آیات کو بطور استدلال پیش کیا تھا، ان کا تجزیہ تمام ہوا، اس تجزیے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ جن نصوص کو وہ اپنے مدعا کے اثبات کے لیے قطعی سمجھتے ہیں، ان میں قطعیت کی شان ہرگز نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا ان کا یہ دعویٰ محض دعویٰ ہے کہ نصوصِ قرآنیہ ان کے نقطۂ نظر کی مؤید ہیں۔ حق یہ ہے کہ یہاں بھی وہ تفرد کے ساتھ ساتھ ضعف استدلال کا شکار ہیں۔

غزوۂ بدر کے سلسلے میں مولانا کے موقف کی کمزوری اور ان کے ضعف استدلال کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ واقعات کی تعبیر کے سلسلے میں انھوں نے صریح وصحیح روایات سے مکمل طور پر صرف نظر کر لیا ہے اور محض قیاس کی بنیاد پر واقعے کی ایک شکل فرض کر لی ہے، جس کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ احادیث وسیر کے ذخیرے سے وہ کمزور سے کمزور ایک روایت بھی ایسی نہیں پیش کر سکے، جس میں صاف اور صریح لفظوں میں یہ تذکرہ ہو کہ آنحضرت ﷺ مدینے سے قافلۂ ابوسفیان پر حملے کے ارادے سے نہیں نکلے تھے، بلکہ قریش کے مدینے پر حملہ آور ہونے کے سبب ان کے دفاع کے لیے آپ ﷺ کو مجبوراً نکلنا پڑا تھا۔

یہ بھی سوچنے اور غور کرنے کی بات ہے کہ جب عہد نبوی کے چھوٹے چھوٹے سرایا اور غزوات کی جزئیات وتفصیلات کتب سیرت میں موجود محفوظ ہیں تو غزوۂ بدر جیسے عظیم الشان غزوے کے باعث ومنشا کے متعلق تمام ارباب سیر کو بشمول محدثین ذہول کیونکر ہو سکتا ہے؟ اور کیا کوئی صاحب عقل وہوش انسان یہ باور کر سکتا ہے کہ خود صحابہ کرام اور تابعین عظام بھی واقعے کی اصل صورت کو بھول گئے اور پھر ان مقدس ہستیوں نے اپنی طرف سے ایک صورتِ واقعہ تراش لی، جو احادیث وسیرت کی تمام کتابوں میں محفوظ ہو گئی۔ پھر ستم بالائے ستم یہ کہ ہزار بارہ سو سال تک کسی کو توفیق نہ ہوئی کہ اس غلطی کی تصحیح کر دیتا؟ "إن هذا إلا شئ عجاب" لیکن مولانا شبلی کا نقطۂ نظر متقاضی ہے کہ ان تمام ناممکن الوقوع اور بعید از قیاس امور کو تسلیم کر لیا جائے۔ اس لیے اب ہم سلسلۂ زیر بحث میں مولانا کی تحریر کردہ دیگر جزئیات کا الگ الگ جواب تحریر کرنا غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ البتہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان روایات صحیحہ کے اقتباسات نقل کر دیے جائیں جن سے مسلک جمہور کی تائید ہوتی ہے اور مصنف سیرۃ النبی کے نقطۂ نظر کی غلطی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت ہوتی ہے۔

(۱) عن عبدالرحمن بن عبدالله بن كعب بن مالك قال: سمعت كعب بن مالك يقول: لم أتخلف عن رسول الله فى غزوة غزاها، إلا فى غزوة تبوك، غير أنى تخلفت عن غزوة بدر، ولم يعاتب الله أحدا تخلف عنها، إنما خرج رسول الله ﷺ يريد عير قريش حتى جمع الله بينه وبين عدوهم على غير ميعاد۔ (صحيح بخارى، باب غزوة بدر)

(عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت ہے کہ میں نے حضرت کعب بن مالکؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے غزوات میں سے کسی غزوے میں پیچھے نہیں رہا، بجز غزوۂ تبوک کے، ہاں یہ ہے کہ میں غزوۂ بدر میں شامل نہ سکا، لیکن اس غزوے میں پیچھے رہ جانے والے کسی شخص پر اللہ تعالیٰ نے عتاب نہیں فرمایا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ صرف قافلۂ قریش سے تعرض کے لیے نکلے تھے، تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی طے شدہ پروگرام کے مسلمانوں کی ان کے دشمنوں سے مڈبھیڑ کرادی)

یہ روایت اپنے مدلول و منطوق میں بالکل صریح ہے اور کسی قسم کی تاویل کا احتمال بھی نہیں رکھتی۔

www.KitaboSunnat.com

(۲) عبدالله بن مسعود حدث عن سعد بن معاذ فلما كان يوم بدر، استنفر أبوجهل الناس، فقال أدركوا عيركم۔ (صحيح بخارى، باب ذكر النبى ﷺ من يقتل ببدر)

(حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت سعدؓ بن معاذ سے نقل کرتے ہیں کہ..... پھر جب جنگ بدر کا موقع آیا، تو ابوجہل نے لوگوں کو نکلنے کی دعوت دی، چنانچہ کہا کہ لوگو اپنے قافلے کو بچاؤ)

اس روایت میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ ابوجہل کفار مکہ کو کاروانِ تجارت کی حفاظت ہی کے لیے نکال کر لایا تھا، یعنی اس کا اور اس کے ساتھیوں کا مدینے پر حملے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔

(۳) عن أنس أن رسول الله ﷺ شاور حين بلغه اقبال أبى سفيان قال فندب رسول الله ﷺ الناس، فانطلقوا حتى نزلوا بدراً۔ (صحيح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب غزوة بدر)

(حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مشورہ فرمایا، جب آپؐ کو ابوسفیان کے آنے کی اطلاع ملی... حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ پھر رسول اللہؐ نے لوگوں کو بلایا، چنانچہ لوگ چلے یہاں تک کہ بدر میں جا پہنچے)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ ابوسفیان کا کاروانِ تجارت ہی غزوۂ بدر کا اصل سبب بنا، اور یہ کہ مسلمان قافلۂ ابوسفیان کی تلاش میں ہی بدر تک گئے تھے۔

(۴) عن أنس أن رسول ﷺ ندب فانطلقوا إلى بدر، فاذا هم بروايا قريش، فيها عبدأسود لبنى الحجاج فأخذه أصحاب رسول الله ﷺ، فجعلوا يسألونه أين ابوسفيان والنبى ﷺ يصلى وهو يسمع ذلك، فلما انصرف قال والذى نفسى بيده إنكم لتضربونه إذا صدقكم، وتدعونه اذا كذبكم هذه عيرقريش قدأقبلت لتمنع أباسفيان..... (ابوداؤد، كتاب الجهاد، باب فى الأسير ينال منه ويضرب)

(حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو بلایا تو وہ بدر تک گئے۔ وہاں انھیں قریش کے آب برداری کے کچھ اونٹ مل گئے، جن کے ساتھ بنوحجاج کا ایک سیاہ فام غلام بھی تھا۔ صحابہ کرام نے اسے پکڑ لیا اور اس سے پوچھنے لگے کہ ابوسفیان کہاں ہے؟..... اس وقت آپ ﷺ نماز میں تھے اور یہ سب سن رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، جب وہ سچ بولتا ہے تو تم اسے مارتے ہو اور جب جھوٹ بولتا ہے تو چھوڑ دیتے ہو۔ یہ ہے لشکر قریش جو ابوسفیان کی حفاظت کے لیے پہنچ چکا ہے)

اس روایت کے مطابق خود آپ ﷺ کے قول مبارک سے ثابت ہے کہ کفار قریش قافلۂ ابوسفیان کی حفاظت کے لیے آئے تھے۔

(۵) عن أنس بن مالك قال: بعث رسول الله ﷺ بسيسة عينا ينظر ماصنعت عير أبى سفيان، فجاء وما فى البيت أحد غيرى وغير رسول

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللّٰہ ﷺ ..... قال فحدثه الحديث قال فخرج رسول اللّٰه ﷺ فتكلم، فقال إن لنا طَلِبة، فمن كان ظهره حاضرا فليركب معنا، فجعل رجال يستأذنونه فی ظهرانهم فی علو المدينة فقال: لا، الا من كان ظهره حاضراً.

(صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب ثبوت الجنة للشهيد)

(حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بُسَیسہ کو جاسوس بنا کر بھیجا، تاکہ وہ قافلۂ ابوسفیان کا پتہ لگائیں۔ جب بسیسہ واپس آئے تو اس وقت گھر میں میرے اور رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی موجود نہ تھا..... پھر بسیسہ نے ساری بات بتائی: راوی کہتے ہیں پھر رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے اور لوگوں سے گفتگو کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہمیں کچھ کام ہے، تو جس کسی کی سواری موجود ہو وہ ہمارے ساتھ چلے۔ پھر بعض لوگ آپ ﷺ سے اجازت مانگنے لگے کہ ان کی سواریاں مدینے کے بالائی حصے میں ہیں، لیتے آئیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، بس وہ جس کی سواری موجود ہے)

اس روایت میں بھی صراحتاً مذکور ہے کہ آپ ﷺ قافلۂ ابوسفیان کی فکر میں تھے اور اسی سے تعرض کے لیے نکلے تھے اور یہ بھی کہ آپ ﷺ نے یہ سفر نہایت عجلت میں فرمایا تھا، نیز یہ کہ یہ نفیر عام نہ تھی بلکہ موقع پر جو صحابہ موجود تھے انھیں لے کر آپ فوراً چل پڑے تھے۔

یہ تمام روایتیں مسند اور صحیح ہیں نیز اپنے مفہوم میں بالکل واضح بھی ہیں۔ اس لیے کوئی ایسا نقطۂ نظر جو ان سے متعارض ہو، ہرگز قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ البتہ یہاں ایک شبہے کا ازالہ ضروری ہے اور وہ یہ کہ حضرت علیؓ سے مروی ایک روایت ہے جسے امام احمد بن حنبلؒ نے مسند میں، ابن ابی شیبہ نے مصنف میں، طبری نے تاریخ میں اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں نقل فرمایا ہے، اس میں قافلۂ ابوسفیان کا ذکر نہیں ہے صرف مشرکین کی آمد کا ذکر ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

عن علی قال لما قدمنا المدينة أصبنا من ثمارها، فاجتو يناها، وأصابنا بها وعك، وكان النبی ﷺ يتخبر عن بدر، فلما بلغنا أن المشركين قد أقبلوا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سار رسول اللہ ﷺ إلی بدر، وبدر بئر فسبقنا المشرکین إلیها..... الخ

تو کیا یہ روایت جمہور کے خلاف نہیں ہے؟ جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں اولاً اس لیے کہ راوی نے اس روایت میں اختصار سے کام لیتے ہوئے جزئیات وتفصیلات حذف کردی ہیں اور روایات کے سلسلے میں یہ صورت نہایت عام ہے۔ چنانچہ اسی لیے یہ ضابطہ مقرر کیا گیا ہے کہ عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں ہے۔ دوسرے اس لیے کہ "فلما بلغنا أن المشرکین قد أقبلوا" سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ مشرکین کی آمد کی اطلاع مدینے میں مل گئی تھی؟ یہاں "فی المدینة" کے الفاظ تو ہیں نہیں۔ اس لیے یہی سمجھا جائے گا کہ اس سے بدر کے قریب پہنچ کر اطلاع ملنا مراد ہے، جیسا کہ دوسری صحیح روایات میں اس کی تصریح موجود ہے اور اگر بالفرض اس روایت سے یہی ثابت ہوتا ہو کہ مدینے میں ہی مشرکین مکہ کی آمد کی خبر مل گئی تھی، تو دوسری روایات صریحہ وصحیحہ سے تعارض کی بنا پر اسے مرجوح سمجھا جائے گا۔ یا اس کے اس خاص جزء کو راوی کے وہم پر محمول کیا جائے گا۔

حرم نبویؐ میں کنیزیں :

عام ارباب سیرت کا اس پر اتفاق ہے کہ ازواج مطہراتؓ کے علاوہ آپ ﷺ کے حرم میں کنیزیں بھی تھیں۔ پھر ان کی تعداد میں اختلاف ہے، کسی نے چار بتائی ہیں، کسی نے دو وغیرہ۔ لیکن اس امر پر سب متفق ہیں کہ حضرت ماریہ قبطیہؓ کنیز کی حیثیت سے آپ کے حرم میں شامل تھیں۔

مولانا شبلی یہاں بھی جمہور سے الگ رائے رکھتے ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق حرم نبوی میں کنیزیں مطلقاً نہ تھیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کے نام عزیز مصر (مقوقس) کے خط اور تحائف کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> بہ ایں ہمہ عزیز مصر اسلام نہیں لایا۔ دو لڑکیاں جو بھیجی تھیں، ان میں ایک ماریہ قبطیہ تھیں جو حرم نبوی میں داخل ہوئیں۔ دوسری سیرین

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھیں جو حضرت حسانؓ کے ملک میں آئیں۔ خچر کا نام دُلدل تھا۔ جس کا ذکر اکثر حدیث کی کتابوں میں آتا ہے۔ جنگ حنین میں آپ ﷺ اسی پر سوار تھے۔ طبری نے لکھا ہے کہ ماریہ اور سیرین حقیقی بہنیں تھیں اور حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ جن کو آنحضرت ﷺ نے مقوقس کے پاس خط دیکر بھیجا تھا، ان کی تعلیم سے دونوں خاتونیں خدمتِ نبوی میں پہنچنے سے پہلے اسلام قبول کر چکی تھیں۔ اس واقعے کو اس حیثیت سے دیکھنا چاہیے کہ یہ خاتونیں لونڈیاں نہ تھیں اور اسلام قبول کر چکی تھیں۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے ماریہؓ سے نکاح کیا ہوگا، نہ کہ لونڈی کی حیثیت سے وہ آپ کے حرم میں آئیں۔ (سیرۃ النبی ۱/۴۷۲)

جیسا کہ عرض کیا گیا مولانا شبلی یہاں بھی متفرد ہیں کیونکہ حضرت ماریہؓ کو علمائے محققین نے عام طور پر ازواجِ مطہرات میں شامل نہیں کیا ہے[1] اور مولانا کا ضعف استدلال اس سے ظاہر ہے کہ انھوں نے اپنے دعوے پر سرے سے کوئی دلیل ہی پیش نہیں کی۔ صرف ایک احتمال ظاہر کر دیا ہے کہ ''نکاح کیا ہوگا'' ظاہر ہے کہ اس طرح کے بیانات سے کوئی چیز ثابت نہیں ہوتی۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ صحیح روایتیں ان کے نقطۂ نظر کے خلاف ہیں۔ چنانچہ سنن نسائی کی روایت ہے:

أخبرني ابراهيم بن يونس بن محمد حرمي هو لقبه قال ثنا أبي قال حدثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن انس أن رسول الله ﷺ كانت له أمة يطاها، فلم تزل به عائشة وحفصة، حتى حرمها على نفسه فأنزل الله عزوجل ﴿ياأيها النبي لم تحرم ماأحل

[1] حاکم نے ''المستدرک'' میں مصعب الزبیری کا قول تزویج ماریہؓ سے متعلق نقل کیا ہے، لیکن حضرت انسؓ اور امام زہریؒ وغیرہ کی روایات کی مخالفت کی بنا پر یہ قول مرجوح، اور نا قابلِ التفات ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الله لك﴾ إلى آخر الآية (سنن نسائی، كتاب عشرة النساء، باب الغيرة ۲/۹۷)

(حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک کنیز تھیں، جن سے آپ وطی فرماتے تھے۔ تو حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ برابر لگی رہیں، تا آنکہ آپ ﷺ نے ان کنیز کو اپنے آپ پر حرام کرلیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿يا أيها النبي لم تحرم ما أحل الله لك﴾ الخ)

اس روایت سے صراحتاً ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کی ملک یمین میں بعض کنیزیں بھی تھیں، جن سے آپ استمتاع فرمایا کرتے تھے اب رہا یہ سوال کہ اوپر کی روایت میں جن کنیز کا ذکر آیا ہے، وہ کون تھیں؟ تو بعض دوسری روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضرت ماریہؓ قبطیہ تھیں۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ہیثم بن کلیب کی مسند کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

عن ابن عمر، عن عمر قال قال: النبي ﷺ لحفصة، "لاتخبری أحداً، وإن أم إبراهيم على حرام" فقالت: أتحرم ما أحل الله لك؟ قال: فوالله لاأقربها، قال: فلم يقربها، حتى أخبرت عائشة قال: فانزل الله تعالى ﴿قدفرض الله لكم تحلة أيمانكم﴾ وهذا اسناد صحيح، ولم يخرجه أحد من أصحاب الكتب الستة، وقد اختاره الحافظ الضياء المقدسی فی كتابه. (تفسيرابن كثير، تفسير سورة التحريم)

(حضرت ابن عمرؓ اپنے والد حضرت عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حفصہؓ سے فرمایا: کسی سے مت کہنا، امّ ابراہیم مجھ پر حرام ہیں۔ حضرت حفصہؓ نے کہا: جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کیا ہے، اسے آپ حرام قرار دیتے ہیں؟

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے فرمایا واللہ میں ام ابراہیمؓ کو اپنے سے قریب نہیں کروں گا۔ چنانچہ آپ نے انھیں قریب نہیں فرمایا، تاکہ آنکہ حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ کو یہ بات بتلادی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿قدفرض الله لكم تحلة أيمانكم﴾ اس روایت کی سند صحیح ہے۔ صحاح ستہ کے مصنفین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔ البتہ حافظ ضیاء الدین المقدسی نے اپنی کتاب "المستخرج" میں اس کا انتخاب کیا ہے)

مذکورہ بالا دونوں روایتیں مولانا شبلی کے نقطۂ نظر کی تردید کے لیے کافی ہیں البتہ یہاں ایک اور امر کی طرف متوجہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مولانا نے سلسلۂ زیر بحث میں آنحضرت ﷺ کے نام عزیز مصر کا عربی خط بھی نقل کیا ہے، جس میں ایک جملہ یہ بھی ہے "وقد اكرمت رسولك وبعثته إليك بجاريتين، لهما مكان من القبط عظيم" موصوف نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی اور دو لڑکیاں بھیجتا ہوں جن کی قبطیوں میں (مصر کی قوم) بہت عزت کی جاتی ہے" اس ضمن میں مولانا نے ایک حاشیہ بھی لکھا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

ہم نے جاریہ کا ترجمہ لڑکی کیا ہے۔ عربی میں جاریہ لڑکی کو بھی کہتے ہیں اور لونڈی کو بھی۔ ارباب سیرت ماریہ قبطیہؓ کو لونڈی کہتے ہیں لیکن مقوقس نے جو لفظ ان کی نسبت لکھا ہے، یعنی کہ "مصریوں میں بڑی عزت ہے" یہ لونڈیوں کی شان میں استعمال نہیں کیے جاسکتے۔

راقم عرض کرتا ہے کہ گذشتہ صفحات میں منقول سنن نسائی کی روایت میں "أمة" کا لفظ آیا ہے، جس کے معنی "لونڈی" متعین ہیں۔ اس لیے کہ عبارت زیر بحث میں بھی "جارية" کا ترجمہ "لونڈی" ہی کیا جائے گا اور "لهما مكان من القبط عظيم" سے مولانا کا استدلال اس لیے درست نہیں ہے کہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ معمولی لونڈیاں نہیں ہیں، بلکہ اپنے یہاں بڑی قدر و قیمت والی سمجھی جاتی ہیں۔ مزید یہ کہ اگر مولانا کے خیال کے مطابق وہ بڑی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عزت والی تھیں" یعنی لونڈیاں نہیں بلکہ آزاد عورتیں تھیں تو کیا آزاد خواتین بالخصوص جب کہ وہ معزز بھی ہوں، ہدیہ وتحفہ میں پیش کی جاتی ہیں؟ اگر نہیں تو پھر "لهما مكان من القبط عظيم" کا وہی مفہوم درست ہوگا جو اوپر تحریر کیا گیا یعنی قیمتی اور باوقعت۔ اخیر میں عرض ہے کہ تمام تفردات کا استیعاب واحاطہ مقصود نہیں اس لیے صرف تین مثالوں پر اکتفا کی جاتی ہے۔ ان مثالوں سے مولانا کے تفردات نیز ضعف استدلال کی نوعیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ہشتم

متفرقات :

اس عنوان کے تحت مولانا شبلی کی سیرۃ النبی سے متعلق بعض متفرق امور کا تذکرہ مقصود ہے۔ ان میں بعض امور وہ ہیں جو شعوری غلطی کے دائرے میں آتے ہیں۔ بعض کا منشا اخذ نتائج میں عجلت پسندی کو قرار دیا جا سکتا ہے اور بعض کو سہو و نسیان پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے لیکن ان سب میں قدر مشترک یہ ہے کہ زیر بحث کتاب کی تحقیقی حیثیت پر ان سے حرف آتا ہے اور اس کی استنادی قوت میں کمی آ جاتی ہے۔

واقعات خیبر کے ضمن میں مولانا تحریر فرماتے ہیں:

> ناعم کے بعد اور قلعے بہ آسانی فتح ہوتے گئے، لیکن قلعہ قموص مرحب کا تخت گاہ تھا۔ اس مہم پر آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھیجا لیکن دونوں ناکام واپس آئے۔ طبری میں روایت ہے کہ جب خیبری قلعے سے نکلے تو حضرت عمرؓ کے پانو نہ جم سکے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ فوج نے نامردی کی لیکن فوج نے ان کی نسبت خود ہی یہی شکایت کی۔

اس روایت کو طبری نے جس سلسلۂ سند سے نقل کیا ہے،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے راوی عوف ہیں۔ ان کو بہت سے لوگوں نے ثقہ کہا ہے بندار جب ان کی روایت بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ "وہ رافضی اور شیطان تھا" یہ لفظ بہت سخت ہے، لیکن انکی شیعیت سب کو تسلیم ہے اور گو شیعہ ہونا بے اعتباری کی دلیل نہیں، لیکن یہ ظاہر ہے کہ جس روایت میں حضرت عمرؓ کے بھاگنے کا واقعہ بیان کیا جائے، شیعہ کی زبان سے اس کا رتبہ کیا رہ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اوپر کے راوی عبداللہ بن بریدہ ہیں جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں لیکن محدثین کو اس بات میں شبہہ ہے کہ ان کی جو روایتیں باپ کے سلسلے سے منقول ہیں، صحیح بھی ہیں یا نہیں؟

تاہم اس قدر ضرور ہے کہ اس مہم پر پہلے اور بڑے بڑے صحابہ بھیجے گئے تھے، لیکن فتح کا فخر کسی اور کی قسمت میں تھا۔ (۴۸۶/۱)

راقم عرض کرتا ہے کہ طبری کی مذکورہ بالا روایت پر مولانا کا نقد وایراد بالکل درست ہے اور کوئی ایسی روایت جس میں کسی شیعہ کی زبانی حضرت عمرؓ کے بھاگنے اور نامردی دکھانے کا واقعہ بیان کیا جائے، یقیناً قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ لیکن اس روایت کو غیر معتبر قرار دینے کے لیے محض عوف کی شیعیت کا تذکرہ ہی کافی تھا۔ اس کی ضرورت نہ تھی کہ "عبداللہ بن بریدۃ، عن أبیہ" کی سند کو بھی معرض بحث میں لایا جاتا۔

دوبارہ وضاحت کی جاتی ہے کہ جہاں تک طبری کی روایت اور اس کے مضمون کا تعلق ہے، وہ قطعاً ناقابلِ اعتبار اور بے بنیاد ہے۔

لیکن مولانا شبلی نے "عبداللہ بن بریدۃ عن أبیہ" کی سند کی صحت پر محدثین کے حوالے سے جس انداز میں مطلقاً شبہے کا اظہار کیا ہے، یہ صورت حال کی صحیح ترجمانی نہیں ہے کیونکہ ان کے بیان سے مترشح ہوتا ہے کہ تمام تر یا بیشتر محدثین اس سند کو قابل استناد تصور نہیں کرتے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ عام محدثین کا رجحان اس سند کی صحت ہی کی جانب ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" یعنی صحیح بخاری میں بھی اس سند سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایتیں مذکور ہیں (ملاحظہ ہو کتاب المغازی: باب بعث علی بن أبی طالب اور باب کم غزا النبی ﷺ) اسی طرح صحیح مسلم بھی سند مذکور کی روایتیں موجود ہیں (مثلاً کتاب الجهاد والسیر: باب عدد غزوات النبی ﷺ) اس موقع پر یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ امام دارقطنی نے اپنی کتاب "الاستدراکات والتتبع" میں سند مذکور پر کسی قسم کا کلام کرنے کے بجائے امام مسلم پر یہ اعتراض کیا ہے کہ "حسین بن واقد عن عبداللہ بن بریدة عن أبیه" کی سند جب امام مسلم کے نزدیک صحیح ہے تو انھوں نے اس سلسلے سے منقول دوسری روایات کی تخریج بھی کیوں نہیں کی؟ لکھتے ہیں:

> وأخرج مسلم حديثا واحدا عن الحسين بن واقد عن ابن بريدة عن أبيه عن النبی ﷺ "تسع عشرة غزوة" وحده، وعنده نسخه يلزمه اخراجها. (بين الإمامين مسلم والدارقطنی، ص۴۴۷)

ایک بات یہ بھی ہے کہ سند مذکور کی صحت وعدم صحت کا دارومدار اس پر ہے کہ عبداللہ کا سماع اپنے والد حضرت بریدہؓ سے ثابت ہے یا نہیں؟ سو ابراہیم الحربی نے عبداللہ بن بریدہؓ اور ان کے بھائی سلیمان بن بریدہؓ دونوں کے بارے میں رائے دی ہے کہ "لم يسمعا من أبيهما" (ان دونوں نے اپنے والد سے نہیں سنا) لیکن جب امام احمد بن حنبل سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انھوں نے کوئی قطعی فیصلہ کرنے کے بجائے عدم علم کا اظہار فرمایا، (قال ما أدری، عامة ما يروی عن بريدة عنه) لیکن اس باب میں قول فیصل یہ ہے کہ عبداللہ کا سماع ان کے والد سے ثابت ہے اس کی دلیل فتح خیبر سے متعلق مسند احمد کی وہ روایت ہے جس میں عبداللہ نے "حدثنی أبی بريدة" کہہ کر اپنے والد سے اپنے سماع کی تصریح کر دی ہے۔ اس روایت کی سند حسب ذیل ہے:

> حدثنا عبدالله، حدثنی أبی، ثنا زيد بن الحباب، حدثنی الحسين بن واقد، حدثنی عبدالله بن بريدة، حدثنی أبی بريدة قال حاصرنا خيبر الخ (مسند احمد ۵/۳۵۳)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے علاوہ مسند احمد کی ایک اور روایت میں انھوں نے "سمعت أبی یقول" (میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا) کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ اس روایت کی سند اور متن کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:

حدثنا عبدالله، حدثنی أبی، ثنا زید بن حباب، حدثنی حسین بن واقد، حدثنی عبدالله بن بریدة قال: سمعت أبی بریدة یقول: کان رسول الله ﷺ یخطبنا، فجاء ه الحسن والحسین علیهما قمیصان أحمران، یمشیان و یعثران ... الخ [1] (۳۵۴/۵)

مزید برآں ایک اور روایت میں انھوں نے اپنے والد کے ساتھ حضرت معاویہؓ کی مجلس میں حاضری کا بھی ذکر کیا ہے۔ یہ روایت بھی مسند احمد کی ہے اس کے الفاظ یوں ہیں:

حدثنا عبدالله، حدثنی أبی، ثنا زید بن الحباب، حدثنی حسین ثنا عبدالله بن بریدة قال: دخلت أنا وأبی علی معاویة، فأجلسنا علی الفراش [2] ثم أتینا بالشراب، فشرب معاویة، ثم ناول أبی، ثم قال ماشربته منذ حرمه رسول الله ﷺ الخ (۳۴۷/۵)

مذکورہ بالا روایات کی بنیاد پر کہا جاسکتا ہے کہ عبداللہ کا اپنے والد سے سماع، نیز ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور ان کی معیت میں ممتاز اور سربرآوردہ شخصیات کی مجالس میں شرکت کرنا قطعیت کے ساتھ ثابت ہے، اس لیے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ "عبدالله بن بریدة عن أبیه" کی سند بیشتر محدثین کے نزدیک معتبر ہے۔

---

[1] اس روایت کی تخریج ابوداؤد (کتاب الصلوة، باب الامام یقطع الخطبة لامر یحدث) ترمذی (کتاب المناقب، باب حمله ووضعه الحسن والحسین) نسائی (کتاب الصلوة، باب نزول الامام عن المنبر) اور ابن ماجہ (کتاب اللباس، باب مایقول الرجل اذا لبس ثوباجدیداً) نے بھی کی ہے۔ [2] مسند احمد کے مطبوعہ نسخے میں "الفرش" ہے، لیکن صحیح "الفراش" ہے، چنانچہ حافظ ذہبی نے "سیر اعلام النبلاء" (۵۲/۵) میں مسند احمد کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے اور وہاں "الفراش" ہی مذکور ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''فاطمہؓ زہرا کی شادی'' کے عنوان کے تحت مولانا لکھتے ہیں:

> ابن سعد نے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو خدا کا حکم ہوگا پھر حضرت عمرؓ نے جرأت کی۔ ان کو بھی آپ نے کچھ جواب نہیں دیا، بلکہ وہی الفاظ فرمائے لیکن بظاہر یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں ابن سعد کی اکثر روایتیں حضرت فاطمہؓ کے حال میں روایت کی ہیں۔ لیکن اس کو نظر انداز کر دیا ہے۔ (۳۶۶/۱)

راقم عرض کرتا ہے کہ مولانا شبلی نے ابن سعد کی روایت کی عدم صحت کے لیے جس چیز کو قرینے یا دلیل کے طور پر پیش کیا ہے، اس میں قرینہ و دلیل بننے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ حافظ ابن حجر کا ''الاصابۃ'' میں کسی روایت کو نظر انداز کر دینا اس کے عدم صحت کی دلیل نہیں ہے۔ اس لیے کہ انھوں نے مقدمۂ ''اصابۃ'' میں یا اپنی کسی دوسری تصنیف میں ایسی کوئی صراحت نہیں کی ہے کہ میں جس روایت کو ''اصابۃ'' میں نظر انداز کر دوں، وہ میرے نزدیک غیر صحیح اور نا قابل اعتماد ہے، نہ ان کے بعد کے علماء و محققین میں کسی سے یہ قول منقول ہے۔

دوسری طرف مولانا کے مذکورہ بالا بیان سے بہ ظاہر ایسا مترشح ہوتا ہے جن روایات کو حافظ ابن حجر نے ''الاصابۃ'' میں داخل کر لیا ہے، وہ ان کے اور عام علماء کے نزدیک سب کی سب صحیح اور قابل اعتماد ہیں، حالانکہ اس کا بھی کوئی قائل نہیں ہے۔ [1] بلکہ کتاب مذکور کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ موصوف نے ایسا کوئی التزام نہیں کیا ہے۔ چنانچہ اس کتاب میں ہر طرح کی روایتیں موجود ہیں۔

---

[1] البتہ ''فتح الباری'' اور ''التلخیص الحبیر'' میں حافظ ابن حجر کا کسی روایت کے ذکر کے بعد اس پر سکوت اختیار کرنا، اس کے صحیح یا حسن ہونے کی علامت ہے، تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، قواعد فی علوم الحدیث'' مصنفہ مولانا ظفر احمد عثمانی ۸۹-۹۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا ابن سعد کی محولہ بالا روایت سے متعلق بحث و گفتگو کا صحیح طریقہ یہ ہوگا کہ خود اصل روایت دیکھی جائے کہ وہ کس درجے کی ہے؟ سو طبقات ابن سعد کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ابن سعد نے زواج فاطمہؓ سے متعلق دو روایتیں ذکر کی ہیں۔ پہلی روایت اگرچہ مرسل ہے لیکن سند کے لحاظ سے درجۂ حسن کی ہے۔ اس کی سند اور متن کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:

أخبرنا مسلم بن ابراهيم، حدثنا المنذر بن ثعلبة، عن علباء بن أحمر اليشكرى أن أبابكر خطب فاطمة إلى النبى ﷺ، فقال: ياأبابكر انتظر بها القضاء. الخ (۸/ ۱۹)

حافظ ابن حجر نے "التقریب" میں علباء بن احمر کو زہری و قتادہ کی طرح طبقۂ رابعہ میں رکھا ہے، یعنی ان تابعین میں جو کبار تابعین سے روایت کرتے ہیں۔

دوسری روایت حجر بن عنبس کی ہے، جو مخضرمین میں ہیں۔ یہ روایت بھی درجۂ حسن کی ہے حجر بن عنبس کا سماع آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے، لیکن یہ ثابت ہے کہ وہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے اس لیے اس بات کا قوی امکان موجود ہے کہ انھوں نے مذکورہ روایت کا مضمون خود حضرت علیؓ یا کسی اور دوسرے صحابی سے سنا ہو۔ روایت مذکورہ کی سند اور متن کی ابتدائی عبارت درج ذیل ہے۔

أخبرنا الفضل بن دكين، حدثنا موسى بن قيس الحضرمى قال: سمعتُ حجر بن عنبس قال وقد كان أكل الدم فى الجاهيلة، وشهد مع على الجمل وصفين، قال: خطب أبوبكر وعمر فاطمة إلى رسول الله ﷺ، فقال النبى ﷺ: هى لك ياعلى... الخ (۸/ ۹)

واضح رہے کہ حجر بن عنبس کی یہ روایت ابن سعد کے علاوہ طبرانی کے یہاں بھی موجود ہے اور علامہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اس کے رجال کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (رواہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الطبرانی ورجاله ثقات ۹ / ۲۰۴)

حاصل کلام یہ ہے کہ زواج فاطمہؓ زہرا سے متعلق ابن سعد کی محولہ بالا روایت نا قابل التفات اور بالکلیہ نظر انداز کر دیے جانے کے قابل نہیں ہیں۔

یہ روایت اگر چہ مرسل ہیں، لیکن الگ الگ طریق سے مروی ہیں اور مرسل روایت جب کئی طریق سے مروی ہو تو بہ اتفاق قابل استناد ہوتی ہے۔

اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مولانا شبلی نے حضرت فاطمہؓ زہرا سے متعلق ابن سعد کی بعض دیگر مرسل بلکہ ضعیف روایات کو بھی قبول کر لیا ہے۔ مثلاً لکھتے ہیں:

> بہر حال جب حضرت علیؓ نے درخواست کی تو آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کی مرضی دریافت کی، وہ چپ رہیں۔ یہ ایک طرح کا اظہار رضا تھا۔ (۳۶۶/۱)

یہ مضمون ابن سعد نے عطاء بن ابی رباح سے مرسلاً نقل کیا ہے (طبقات ۲/۸)

اسی طرح حضرت حارثہ بن نعمان انصاریؓ کی جانب سے حضرت فاطمہؓ کے لیے مکان کے انتظام سے متعلق جو روایت سیرۃ النبی میں مذکور ہے، اس کا ماخذ بھی طبقات ابن سعد ہے، لیکن یہ واقدی کی روایت ہے (طبقات ۲۲/۸)

☆☆☆☆☆☆

قتل کعب بن اشرف کے ذیل میں مولانا لکھتے ہیں:

> ارباب روایت نے لکھا ہے کہ حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں یہ بھی عرض کیا تھا کہ "ہم کو کچھ کہنے کی اجازت دی جائے۔
>
> ارباب سیر نے اس کے معنی یہ لگائے ہیں کہ انھوں نے جھوٹ باتیں کہنے کی اجازت مانگی اور آنحضرت ﷺ نے اجازت دے دی کیونکہ "الحربُ خدعة" یعنی لڑائی میں دھوکا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینا جائز ہے، لیکن بخاری کی روایت میں صرف یہ لفظ ہے "فأذن لی أن اقول" اس سے غلط گوئی کی اجازت کہاں نکلتی ہے؟

اس بیان سے متعلق چند امور قابل ذکر ہیں :

اول یہ کہ مولانا نے یہاں "ارباب روایت" کا مبہم لفظ استعمال کیا ہے، اس سے یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ روایت کس درجے کی ہے اور کن محدثین نے اس کی تخریج کی ہے؟ سو وضاحت کی جاتی ہے کہ یہ روایت صحیح بخاری[1]، صحیح مسلم[2] اور سنن ابوداود[3] کی ہے۔ لہٰذا سند ومتن کے لحاظ سے اس کا استناد واعتبار مسلم ہے۔

دوم یہ کہ موصوف نے جس استنباط کو ارباب سیر کی جانب منسوب کر کے اس کی حیثیت گھٹانے کی کوشش کی ہے، وہ درحقیقت سرگروہ محدثین امام بخاری کا استنباط ہے، چنانچہ انھوں نے اس حدیث پر "الکذب فی الحرب" کا ترجمۃ الباب قائم کیا ہے۔ البتہ فقہاو محدثین کے درمیان اس باب میں اختلاف رہا ہے کہ جنگ میں جس جھوٹ کی اجازت دی گئی ہے، اس سے صریح جھوٹ مراد ہے یا ایسا کلام جو تعریض وتوریہ اور کنایہ پر مشتمل ہو؟ شافعیہ کا رجحان اس جانب ہے کہ کذب صریح کی بھی اجازت ہے، لیکن تعریض وکنایہ زیادہ بہتر ہے چنانچہ حافظ ابن حجر امام نووی کی عبارت نقل کرتے ہیں: "الظاهر اباحة حقيقة الكذب فی الأمور الثلاثة[4] لكن التعريض أولى" (یعنی تین مواقع میں جن میں ایک حالت جنگ بھی ہے حقیقت کذب کی اجازت حدیث سے مستفاد ہوتی ہے۔ البتہ تعریض زیادہ بہتر ہے) اسی طرح مالکیہ میں قاضی ابوبکر ابن العربی فرماتے ہیں: الكذب فی الحرب من المستثنى الجائز بالنص (یعنی جھوٹ حرام ہے، البتہ حالت جنگ اس سے مستثنیٰ ہے اور

---

[1] کتاب الرهن: باب رهن السلاح، کتاب الجهاد: باب الكذب فی الحرب، باب الفتك باهل الحرب، کتاب المغازی: باب قتل كعب بن الاشرف۔ [2] کتاب الجهاد والسير: باب قتل كعب بن الاشرف۔ [3] کتاب الجهاد: باب فی العدو يوٴتی علی غرة

[4] امور ثلاثہ سے ترمذی کی اس روایت کی جانب اشارہ مقصود ہے، جو حضرت اسماءؓ بنت یزید سے مرفوعاً مروی ہے "لايحل الكذب إلا فی ثلاث: تحدث الرجل إمرأته ليرضيها، والكذب فی الحرب، وفی الاصلاح بين الناس"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا جواز نص سے ثابت ہے) البتہ احناف کذب صریح کی اجازت کسی حال میں نہیں دیتے، ان کے نزدیک حالت جنگ یا بعض دیگر مواقع پر بھی تعریض وتوریہ کی ہی اجازت دی گئی ہے، مگر یہ کہ اضطرار کی صورت پیدا ہو جائے۔[1]

سوم یہ کہ مولانا نے "فائذن لی أن أقول" کا لفظی ترجمہ تو لکھ دیا (ہم کو کچھ کہنے کی اجازت دی جائے) لیکن روایت کے سیاق وسباق میں اس کا مفہوم متعین کرنے سے گریز کیا ہے۔ ان کے انداز بیان سے ایسا مترشح ہوتا ہے کہ وہ اس جملے کو اپنے لفظی معنوں ہی پر محمول کرتے ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہاں اگر صرف کچھ کہنا مراد ہے تو اس کے لیے آپ ﷺ سے اجازت طلب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بولنا، کلام کرنا، گفتگو کرنا شرعاً ممنوع تو نہ تھا کہ اس کے لیے اجازت کی ضرورت ہو۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ یہاں گفتگو سے ایسی گفتگو مراد ہے جس کی اجازت عام حالات میں نہیں ہے یعنی مغالطہ آمیز گفتگو۔ چنانچہ حافظ ابن حجر حدیث مذکور کی شرح میں لکھتے ہیں:

قوله: فائذن لی أن أقول شيئا، قال قل) كأنه استأذنه أن يفتعل شيئا، يحتال به، ومن ثم بوّب عليه المصنف: الكذب فی الحرب (فتح الباری ۸/۳۴۳)

("فائذن لی أن أقول شيئا، قال قل" کا بظاہر مفہوم یہ ہے کہ حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے آپ ﷺ سے حیلہ سازی کی اجازت مانگی، اسی لیے امام بخاری نے اس حدیث پر "الكذب فی الحرب" کا باب قائم فرمایا ہے)

اسی طرح حافظ ابن القیم زاد المعاد میں تحریر فرماتے ہیں:

وأذن لهم رسول الله ﷺ أن يقولو ماشاؤا من كلام يخدعونه به (۳/۱۹۱)

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتح الباری (کتاب الجهاد، باب الكذب فی الحرب ۶/۵۰۰ اور تکملہ فتح الملہم از مولانا تقی عثمانی) کتاب السیر، باب جواز الخدع فی الحرب ۳/۳۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کو اجازت مرحمت فرمائی کہ کعب بن اشرف کو دھوکا دینے کے لیے جو چاہیں کہیں)

اسی طرح امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

(قوله ائذن لی فلأقل) معناه ائذن لی أن اقول عنی وعنک مارأیته من التعریض وغیره، ففیه دلیل علی جواز التعریض، وهو أن یأتی بکلام باطنه صحیح، ویفهم منه المخاطب غیر ذلک، فهذا جائز فی الحرب وغیرها، مالم یضع به حقا شرعیاً. (۱۱۰/۲)

("ائذن لی فلأقل" کا مطلب یہ ہے کہ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اپنی طرف سے اور آپ ﷺ کی طرف سے تعریض وغیرہ کی قبیل سے جو مصلحت سمجھوں کہوں لہٰذا اس حدیث میں تعریض کے جواز کی دلیل موجود ہے اور تعریض کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی گفتگو کی جائے، جن کا باطنی مفہوم درست ہو، لیکن مخاطب کچھ اور سمجھے۔ جنگ وغیرہ میں ایسی گفتگو جائز ہے، بشرطیکہ اس کے ذریعے کسی حق شرعی کا ضیاع نہ ہو رہا ہو)

اسی طرح محمد بن خلیفه الأبی اپنی شرح مسلم "إکمال إکمال المعلم" میں لکھتے ہیں:

(قوله ائذن لی فلأقل، قال قل) فیه التعریض للضرورة، وأن المواخذة بالنیة والقصد. (۴۴۸/۶)

("ائذن لی فلأقل، قال قل" سے بہ وقت ضرورت تعریض کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ کہ مواخذۂ اخروی کا دارومدار نیت اور قصد پر ہے)

☆☆☆☆☆

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیرۃ النبی میں متعدد مقامات ایسے ہیں جہاں کسی واقعے کی حکایت میں مولانا شبلی سے بعض جزوی غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔ پھر اس کی مختلف شکلیں ہیں، چنانچہ کہیں کسی عبارت کا مفہوم تحریر واقعہ کے وقت پلٹ گیا ہے، اس لیے بیان کچھ کا کچھ ہوگیا ہے۔ کہیں اعداد میں تغیر وتبدل ہوگیا ہے اور کہیں اصل واقعے پر کچھ اضافہ ہوگیا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ تمام غلطیاں شعوری ہوں، بلکہ جیسا کہ ابتدا ہی میں وضاحت کی جا چکی ہے، سہو ونسیان، سبقت قلم اور طبعی عجلت پسندی کو بھی ان کا باعث ومحرک قرار دیا جا سکتا ہے تاہم یہاں ان کی نشان دہی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے آئندہ صفحات میں اس سلسلے کی بعض مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(الف) غزوۂ احد کے بیان میں لکھتے ہیں:

> آنحضرت ﷺ نے مستورات اور بچوں کو حضرت یمانؓ اور حضرت ثابتؓ کی حفاظت میں مدینے کے پاس قلعوں میں بھیج دیا تھا، ان لوگوں کو شکست کی خبر معلوم ہوئی تو سب کو چھوڑ کر اُحد کی طرف بڑھے،..... ابن ہشام میں یہ واقعہ بہ تفصیل مذکور ہے۔ (۳۸۲/۱)

اس بیان میں مولانا کا یہ فرمانا کہ آنحضرت ﷺ نے مستورات اور بچوں کو حضرت یمانؓ اور حضرت ثابتؓ کی حفاظت میں چھوڑ دیا تھا، درست نہیں ہے۔ ان دونوں حضرات کو آپ ﷺ نے بڑھاپے اور ضعیفی کی بنا پر جنگ سے معذور سمجھ کر مدینے میں چھوڑ دیا تھا۔ اسی طرح مولانا کا یہ بیان بھی مطابق واقعہ نہیں کہ یہ دونوں حضرات مسلمانوں کی شکست کی خبر سن کر اُحد کی طرف بڑھے تھے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ دونوں شوقِ شہادت میں احد کی طرف گئے تھے، اور وہاں ان دونوں کو شہادت نصیب ہوئی۔ اس کی تصدیق کے لیے ابن ہشام کی اصل عبارت ملاحظہ ہو، جو خود مولانا شبلی کا بھی ماخذ ہے:

> قال ابن اسحق: وحدثني عاصم بن عمر بن قتادة عن محمود بن لبيد، قال: لما خرج رسول الله ﷺ إلى أحد، رفع حسين بن جابر، وهو اليمان ابوحذيفة بن اليمان وثابت بن وقش في الآطام مع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

النساء والصبيان، فقال احدهما لصاحبه، وهما شيخان كبيران: ما أبا لك ماتنتظر؟ فوالله لابقى لواحد منا من عمره إلا ظمؤ حمار، إنما نحن هامة اليوم أوغدٍ، أفلا نأخذ أسيافنا، ثم نلحق برسول الله ﷺ، لعل الله يرزقنا شهادة مع رسول الله ﷺ؟ فأخذا أسيافهما ثم خرجا، حتى دخلا فى الناس، ولم يعلم بهما. (ابن هشام ۲/۸۷)

(ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ نے حضرت محمودؓ بن لبید کے حوالے سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب احد کی طرف تشریف لے گئے تو حسین بن جابر کو، جنھیں یمان بھی کہتے ہیں اور جو حضرت حذیفہؓ بن یمان کے والد ہیں، اور نیز حضرت ثابت بن وقش کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ قلعوں میں بھیج دیا۔ تو ان دونوں میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا اور دونوں ہی بہت زیادہ بوڑھے ہو چکے تھے، اللہ تم پر رحم کرے، تمھیں اب کیا انتظار ہے، واللہ ہم دونوں کی مدت حیات اب چند روز سے زیادہ نہیں۔ آج گئے یا کل گئے تو کیوں نہ ہم تلواریں لیں اور رسول اللہ ﷺ سے جا ملیں؟ شاید اللہ تعالیٰ ہمیں دولت شہادت نصیب فرمائے۔ چنانچہ دونوں نے اپنی تلواریں لیں اور نکل گئے تا آنکہ ہجوم میں گھس گئے اور مسلمانوں کو ان کی موجودگی کا علم نہ ہو سکا)

حافظ ابن حجرؒ نے بھی ابن اسحٰق کی اس روایت کو تلخیص کے ساتھ فتح الباری میں نقل فرمایا ہے۔ (كتاب المغازى: باب اذهمت طائفتان الخ)

(ب) آنحضرت ﷺ کی رضاعت کے بیان میں لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ آپ حضرت حلیمہؓ کے یہاں گئے برس تک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے؟ ابن اسحٰق نے وثوق کے ساتھ ۶ ربرس لکھا ہے۔

(۱۷۴/۱)

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ تلاش کے باوجود سیرۃ ابن ہشام میں یہ تصریح کہیں نظر نہ آئی۔ البتہ ''وفاۃ آمنہ'' کے عنوان کے تحت یہ عبارت مذکور ہے:

قال ابن اسحاق: وكان رسول الله ﷺ مع أمه آمنة بنت وهب، وجده عبدالمطلب بن هاشم، في كلاءة الله وحفظه ينبته الله نباتا حسنا لما يريد به من كرامته، فلما بلغ رسول الله ﷺ ست سنين، توفيت أمه آمنة بنت وهب. (ابن هشام ۱/۱۶۸)

(ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ آمنہ بنت وہب اور اپنے دادا عبدالمطلب بن ہاشم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حفاظت ونگہبانی میں رہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی آئندہ قدر ومنزلت کے پیش نظر آپ کی بہترین نشوونما فرمائی۔ پھر جب آپ ﷺ چھ برس کے ہوئے تو آپ ﷺ کی والدہ آمنہ بنت وہب کی وفات ہوگئی)

لیکن اس سے مولانا کے بیان کی تائید نہیں ہوتی، بلکہ موصوف کے بیان کے برعکس ابن اسحٰق کی اس عبارت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ ۶ ربرس کی عمر سے پہلے ہی حضرت حلیمہؓ کے یہاں سے واپس آگئے، پھر آپ کی طفولیت کا کچھ وقت (جو سال دو سال بھی ہوسکتا ہے) آپ ﷺ کی والدہ کے سایۂ شفقت میں گذرا۔ تا آنکہ جب آپ ﷺ ۶ سال کے ہوئے تو والدہ کی وفات ہوئی۔

(ج) قتل کعب بن اشرف کے ذیل میں لکھتے ہیں:

فتنہ انگیزی کا زیادہ اندیشہ ہوا تو آپ ﷺ نے بعض صحابہ سے شکایت کی اور آپ ﷺ کی مرضی سے حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشورۂ رؤسائے اوس جا کر اس کو ربیع الاول ۲ھ میں قتل کر دیا۔

(۱/۴۰۷)

راقم عرض کرتا ہے کہ مولانا شبلی نے اپنے اس بیان میں یہ تاثر دینا چاہا ہے کہ کعب بن اشرف کا قتل رؤسائے اوس کے مشورے سے ہوا تھا البتہ اس میں آپ ﷺ کی رضامندی بھی شامل تھی۔ مولانا نے اس سلسلے میں طبقات ابن سعد کے جزء مغازی کا حوالہ دیا ہے، لیکن اس موقع پر ابن سعد کی عبارت سے مولانا کے بیان کی تصدیق نہیں ہوتی بلکہ ان کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کعب بن اشرف کی خباثتوں سے تنگ آ کر جب آنحضرت ﷺ یہ اعلان فرمایا کہ ابن اشرف کو اس کے کیفر کردار تک پہنچانے والا کون ہے؟ تو حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے آگے بڑھ کر یہ ذمہ داری اپنے سر لی اور کہا کہ میں اسے قتل کروں گا۔ اس پر آپ ﷺ نے ابن اشرف کے قتل کی اجازت دی اور ساتھ ہی حضرت محمدؓ بن مسلمہ کو یہ حکم دیا کہ ابن اشرف کے معاملے میں حضرت سعدؓ بن معاذ سے مشورہ کریں۔ پھر حضرت محمدؓ بن مسلمہ بعض روسائے اوس کے ہمراہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم ابن اشرف کو قتل کریں گے، لیکن ہمیں (تعریض وکنایہ جیسی) کچھ گفتگو کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ ابن سعد کی عبارت درج ذیل ہے:

وقال أيضا من لي بابن الأشرف فقد آذاني؟ فقال محمد بن مسلمة: أنا يارسول الله وأنا أقتله، فقال: افعل وشاور في أمره، واجتمع محمد بن مسلمة ونفر من الأوس، منهم عبّاد بن بشر، وأبونائلة سلكان بن سلامة، والحارث بن أوس بن معاذ، وأبوعبس بن جبر، فقالوا: يارسول الله ﷺ نحن نقتله، فائذن لنا فلنقل۔ (۲/۳۲)

(د) غزوۂ حنین کے بیان میں مسند احمد بن حنبل کے حوالے سے لکھتے ہیں:

رسد اور سامان جنگ کے لیے قرض کی ضرورت پیش آئی۔ عبداللہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن ربیعہ نے جو ابوجہل کے بے مات بھائی تھے، نہایت دولت مند تھے، ان سے تیس ہزار درہم قرض لیے۔ (۵۳۳/۱)

راقم عرض کرتا ہے کہ اصل روایت میں تیس یا چالیس ہزار کے اعداد آئے ہیں:

"أن النبی ﷺ استسلف منه حین غزا حنیناً ثلاثین أو أربعین ألفاً" (مسند أحمد ۳۶/۴)

اسی ضمن میں حاشیے میں لکھتے ہیں:

اصابہ میں امام بخاری سے بھی یہ روایت نقل کی ہے، لیکن اس میں دس ہزار کی تعداد ہے۔ (۵۳۳)

راقم عرض پرداز ہے کہ اصابۃ میں بھی دس ہزار کے بجائے ''زائد از دس ہزار کے اعداد آئے ہیں:

أن رسول الله ﷺ استسلفه مالا ببضعة عشر ألفا.

(الإصابة ۲/ ۳۰۵)

(۵) محاصرۂ طائف کے ذیل میں لکھتے ہیں:

بیس دن تک محاصرہ رہا، لیکن شہر فتح نہ سکا۔ (۵۴۲/۱)

راقم عرض کرتا ہے کہ محاصرۂ طائف کی مدت کے سلسلے میں ارباب سیرت کے یہاں مختلف اعداد وارد ہوئے ہیں، لیکن عجیب اتفاق ہے کہ بیس کا عدد کسی سے بھی منقول نہیں۔ اس کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ ہو:

ابن اسحٰق لکھتے ہیں: فحاصرهم بضعا وعشرين ليلة (بیس سے کچھ زائد دنوں تک محاصرہ رہا (ابن ہشام ۴۸۲/۲)

ابن ہشام کا بیان ہے: ويقال سبع عشرة ليلة (بعض لوگ کہتے ہیں سترہ دن محاصرہ رہا) (ایضاً)

ابن سعد کا بیان ہے: فحاصرهم ثمانية عشر يوما. (اٹھارہ دن محاصرہ رہا) (طبقات ۱۵۸/۲)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقدی نے تین اقوال نقل کیے ہیں :

۱۔ فقال قائل ثمانية عشر يوما (بعض لوگ کہتے ہیں اٹھارہ دن محاصرہ رہا)

۲۔ وقال قائل تسعة عشر يوما (بعض کہتے ہیں انیس دن)

۳۔ وقال قائل خمسة عشر يوما (بعض کہتے ہیں پندرہ دن)

(کتاب المغازی ۳/۹۲۷)

(و) ''مسجد نبوی اور ازواج مطہرات کے حجروں کی تعمیر'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کے ہمسایہ میں جو انصار رہتے تھے، ان میں حضرت سعدؓ بن عبادہ، حضرت سعدؓ بن معاذ، حضرت عمارہؓ بن حزم اور حضرت ابوایوبؓ رئیس اور دولت مند تھے۔ یہ لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں دودھ بھیج دیا کرتے تھے اور اسی پر آپ ﷺ بسر فرماتے تھے۔ (۲۸۲/۱)

مولانا کا یہ بیان طبقات ابن سعد سے ماخوذ ہے، لیکن ابن سعد کی اصل روایت میں ''دودھ'' کے بجائے ''ہدیہ'' کا ذکر آیا ہے۔

عن أم سلمة قالت: كانت الأنصار اللذين يكثرون إلطاف رسول الله ﷺ سعد بن عبادة و سعد بن معاذ، وعمارة بن حزم، وأبوايوب وذلك لقرب جوارهم من رسول الله ﷺ، وكان لايمر يوم إلا ولبعضهم هدية تدور مع النبي ﷺ حيث دار.

(۱۶۳/۸)

(ز) غزوۂ خندق کے ذیل میں لکھتے ہیں :

نوفل بھاگتے ہوئے خندق میں گرا، صحابہؓ نے تیر مارنے شروع کیے۔ اس نے کہا مسلمانو! میں شریفانہ موت چاہتا ہوں۔ (۴۲۸/۱)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا کا یہ بیان تاریخ خمیس سے ماخوذ ہے، لیکن خمیس کی اصل روایت میں تیر کے بجائے پتھروں اور ''مسلمانو!'' کے بجائے ''عربو!'' کا ذکر ہے۔ تاریخ خمیس کی عبارت ملاحظہ ہو:

وفی روضة الأحباب، اقتحم الخندق نوفل حين الفرار فسقط فيه، فرماه المسلمون بالحجارة، فصرخ يامعشر العرب فقتلة أحسن من هذه. (۱/۴۸۷)

(ح) قتل کعب بن اشرف کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

ایک روایت میں ہے کہ مکہ میں چالیس آدمی لے کر گیا، وہاں ابوسفیان سے ملا اور اس کو بدر کے انتقام پر برانگیختہ کیا اور ابوسفیان سب کو لے کر حرم میں آیا۔ سب نے حرم کا پردہ تھام کر معاہدہ کیا کہ بدر کا انتقام لیں گے۔ (۱/۴۰۷)

مولانا نے اس بیان کے لیے تاریخ خمیس کا حوالہ دیا ہے، لیکن راقم کو کعب بن اشرف کے قتل کے سیاق میں، اس مضمون کی کوئی روایت تاریخ خمیس میں نہیں ملی۔ البتہ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں مغازی ابن عائذ کے حوالے سے کلبی کی ایک روایت نقل کی ہے، جس میں مختصراً یہ مضمون مذکور ہے۔ لکھتے ہیں:

أخرج ابن عائذ من طريق الكلبي أن كعب بن الأشرف قدم على مشركي قريش، فحالفهم عند أستار الكعبة على قتال المسلمين. (۸/۳۴۰)

مولانا کو حوالے میں غالباً یہاں سہو واقع ہو گیا ہے۔ ☆

(ط) فتح مکہ کے واقعات کے ذیل میں ''خطبہ کے اصولی مطالب'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

رحمت عالم ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور ''خوف انگیز'' لہجہ میں پوچھا، تم کو کچھ معلوم ہے؟ میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟

(۱/۵۲۰)

☆ برادرم ڈاکٹر رضی الاسلام ندوی نے توجہ دلائی کہ متذکرہ بالا روایت تاریخ خمیس جلد اول (مکتبۃ الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۸۳ھ) میں غزوۂ بنی نضیر کے سیاق میں موجود ہے۔

مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا کا یہ بیان ابن اسحٰق کی روایت پر مبنی ہے، لیکن اصل روایت میں "خوف انگیز" لہجہ کا ذکر نہیں۔ مولانا نے غالباً زور بیان کے لیے اپنی جانب سے یہ اضافہ کر دیا ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ثم قال یا معشر قریش، ما ترون أنی فاعل فیکم؟

(۲/۴۱۲)

مذکورہ بالا فروگذاشتیں اگرچہ معمولی نوعیت کی ہیں، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ تحقیقی و علمی حزم و احتیاط کے خلاف ہیں۔ اسی لیے یہاں ان کا ذکر مناسب سمجھا گیا۔

☆☆☆☆☆☆

عامۃ المسلمین کا اس امر پر اتفاق ہے اور روایات صحیحہ سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے مختلف ادوار میں نیز مختلف غزوات و سرایا اور سفر و حضر میں بار بار معجزات اور دلائل نبوت کا ظہور و صدور رہا ہے، چنانچہ اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر امام بخاری اور امام مسلم نے صحیحین میں معجزاتِ اور دلائل نبوت کی روایات خاص طور پر یکجا کی ہیں اس کے علاوہ دیگر محدثین کرام نے "دلائل النبوۃ" سے متعلق مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، جن میں ابونعیم اصفہانی اور امام بیہقی کی "دلائل النبوۃ" کو خاص شہرت حاصل ہے۔[1] لیکن مولانا شبلی کی "سیرۃ النبی" ان کے ذکر سے بالعموم خالی ہے، اس سلسلے میں یہ جواب شافی نہیں ہے کہ مولانا کا ارادہ معجزات سے متعلق ایک مستقل جلد تصنیف کرنے کا تھا لیکن موت نے مہلت نہ دی کہ وہ اپنے ارادے کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتے۔ کیونکہ انھوں نے سیرۃ النبی کا جو خاکہ مرتب کیا تھا، اس میں ایک جلد مستشرقین کے رد و ابطال کے لیے بھی خاص کی تھی، تاہم اس کتاب کی موجودہ ڈیڑھ جلدوں میں بھی کہیں متن میں اور کہیں حاشیے پر وہ جابجا مستشرقین کے اعتراضات و ہفوات کا جواب دیتے چلے گئے ہیں۔ چنانچہ کم از کم ایسے

---

[1] ڈاکٹر عبد المعطی قلعجی نے مقدمہ دلائل النبوۃ للبیہقی میں اس موضوع سے متعلق ۲۳ کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ ۱/۹۰-۹۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۷ مقامات راقم کی نظر میں ہیں۔[1] اس کے برخلاف معجزات و دلائل نبوت کا ذکر ضمناً یا جمعاً بھی بجز ایک جگہ کے کہیں نہیں آسکا ہے۔ بلکہ بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں مولانا نے کوئی روایت اپنی تمام جزئیات کے ساتھ داخل کتاب کی ہے، لیکن معجزے سے متعلق بیان کو حذف کر گئے ہیں۔ اس کی بعض مثالیں آئندہ صفحات میں ملاحظہ ہوں۔

(۱) ہجرت کے بیان میں سراقہ بن جعشم کے واقعے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا اور آگے بڑھا۔ اب کی گھوڑے کے پانو گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ گھوڑے سے اتر پڑا اور پھر فال دیکھی اب بھی وہی جواب تھا۔ (۱/۲۷۴)

یہاں مولانا نے گھٹنوں تک پانو زمین میں دھنس جانے کے بعد پانو باہر نکالنے اور پھر زمین سے دھنویں کے مانند غبار کے اٹھنے کا ذکر قلم انداز کر دیا ہے۔ حالانکہ صحیح بخاری کی روایت میں ان دونوں کا ذکر بھی موجود ہے۔

> حتى إذا سمعت قراءة رسول الله ﷺ، وهو لايلتفت وأبوبكر يكثر الالتفات، ساخت يدا فرسي في الأرض حتى بلغتا الركبتين، فخررت عنها، ثم زجرتها، فنهضت، فلم تكد تخرج يديها، فلما استوت قائمة، إذا لأثر يديها غبار ساطع مثل الدخان. (باب هجرة النبي ﷺ وأصحابه إلى المدينة)
>
> (یہاں تک کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کے پڑھنے کی آواز سنی اس وقت آپ ﷺ متوجہ نہیں ہو رہے تھے، لیکن حضرت ابوبکرؓ بار بار مڑ مڑ کر دیکھتے تھے تو میرے گھوڑے کے دونوں اگلے

---

[1] اس سلسلے میں سیرۃ النبی جلد اول کے یہ صفحات ملاحظہ ہوں: ۱۲۶، ۱۲۹، ۱۳۵، ۱۴۹، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۷، ۱۷۷، ۱۷۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۳، ۱۹۴، ۲۳۹، ۲۵۱، ۳۰۴، ۳۲۷، ۴۱۹، ۴۳۳، ۴۳۹، ۴۴۱، ۴۹۰، ۵۵۹، ۵۶۴، ۶۰۰، ایضاً جلد دوم ۸۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانو گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے، پس میں اس سے گر پڑا، پھر میں نے اسے ڈانٹا تو وہ کھڑا ہوا اور بہ مشکل اپنے دونوں پانو باہر نکال سکا، جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو اس کے پانو کے نیچے سے دھنویں کے مانند غبار بلند ہوا)

یہاں مولانا سے ایک فروگذاشت یہ بھی ہوگئی ہے کہ انھوں نے ''گھوڑے سے اتر پڑا'' کے الفاظ لکھ دیئے ہیں، حالانکہ اصل روایت میں ''فخررت عنھا'' آیا ہے جس کے معنی ہیں ''میں گھوڑے سے گر پڑا''۔

مزید برآں مولانا نے اس حقیقت کو بھی قلم انداز کر دیا ہے کہ سراقہ اور اسکے گھوڑے کے ساتھ جو خلاف عادت واقعات پیش آئے، ان کا سبب اور باعث سراقہ کے حق میں آنحضرت ﷺ کی بددعا تھی۔ حالانکہ اس کی تصریح بھی اسی باب کی اگلی روایت میں موجود ہے۔

عن أبي اسحاق قال سمعت البراء، قال: لما اقبل النبي ﷺ إلى المدينة تبعه سراقة بن مالك بن جعشم، فدعا عليه النبي ﷺ فساخت به فرسه، قال ادع الله لي ولا أضرك، فدعا له.

(ابو اسحٰق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت براءؓ سے سنا، انھوں نے بیان کیا کہ جب نبی ﷺ مدینے کے لیے چلے تو سراقہ بن مالک بن جعشم نے آپ ﷺ کا تعاقب کیا، اس وقت نبی ﷺ نے اس کے حق میں بددعا فرمائی، چنانچہ اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ نے کہا کہ آپ میرے لیے اللہ سے دعا کر دیجیے، میں آپ کو کوئی ضرر نہ پہنچاؤں گا۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا کر دی۔)

(۲) غزوۂ خیبر کے سیاق میں حضرت علیؓ کے آشوب چشم اور آنحضرت ﷺ کے لعاب دہن لگانے اور دعا فرمانے کا ذکر تو مولانا نے کیا ہے، لیکن اس کے نتیجے میں حضرت علیؓ کو جو شفا نصیب ہوئی اس کو حذف کر دیا ہے۔ حالانکہ بخاری، حاکم، طبرانی اور بیہقی وغیرہ کی روایات میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا ذکر موجود ہے۔ مثال کے طور پر بخاری میں حضرت سہل بن سعدؓ کی روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

فبصق رسول الله في عينيه، ودعا له، فبرأ حتى كأن لم يكن به وجع. (باب غزوة خيبر)

(رسول اللہ ﷺ نے ان کی دونوں آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور ان کے حق میں دعا فرمائی، تو اس طرح شفایاب ہو گئے، گویا انھیں کوئی تکلیف ہی نہ تھی)

(۳) اسی طرح غزوۂ خندق کے سیاق میں صحیح بخاری میں مروی حضرت جابرؓ کی روایت کا ابتدائی ٹکڑا تو مولانا نے سیرۃ النبی میں شامل کر لیا ہے، جس میں آپ ﷺ کے دست مبارک سے ایک بھاری چٹان کے تودۂ خاک ہو جانے کا ذکر ہے، لیکن اسی روایت کا وہ ٹکڑا حذف کر دیا ہے، جس میں حضرت جابرؓ کے تھوڑے سے کھانے میں (جو تین چار لوگوں کی خوراک کے بقدر تھا) دست نبوی ﷺ کی برکت سے جماعت انصار و مہاجرین کے شکم سیر ہو جانے اور پھر بھی کھانے کے باقی بچ رہنے کا بیان ہے۔

فلم يزل يكسر الخبز ويغرف حتى شبعوا وبقي بقية، فقال: كلي وأهدي

(پھر آپ ﷺ برابر روٹی توڑتے اور (گوشت میں سے) کاٹتے رہے یہاں تک کہ سب لوگ سیر ہو گئے اور پھر بھی کچھ بچ رہا تو آپ ﷺ نے (حضرت جابرؓ کی اہلیہ سے) کہا کہ تم خود بھی کھاؤ اور دوسروں کو ہدیہ بھی کرو)

علاوہ بریں حدیث و سیرت کے مجموعوں میں ایسی صحیح و مستند روایات بکثرت ہیں، جو واقعات سیرت سے ربط و تعلق کی بنا پر سیرۃ النبی میں جگہ پانے کی مستحق تھیں۔ لیکن کسی معجزے، کرامت یا خلاف عادت واقعے پر مشتمل ہونے کی بنا پر مولانا شبلی نے انھیں قلم انداز کر دیا ہے۔ ذیل میں اس کی بھی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) معجزۂ شق قمر کی روایت صحیح بخاری "باب انشقاق القمر" میں حضرت انس بن مالک، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں، لیکن مولانا شبلی نے ان کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔

(۲) غزوۂ خندق کے سیاق میں خندق کھودتے ہوئے جو غیر معمولی واقعات پیش آئے۔ یعنی آنحضرت ﷺ کی چشم مبارک کے سامنے محلات شام، قصر مدائن، اور ابواب صنعاء کا جلوہ گر ہو جانا اور مفاتیح شام، مفاتیح فارس اور مفاتیح یمن کے حصول کی بشارت وغیرہ کا بیان، ان سب کو مصنف نے حذف کر دیا ہے حالانکہ ان امور کا تذکرہ حضرت براء بن عازب کی روایت میں موجود ہے، جس کی تخریج امام احمد اور امام نسائی نے کی ہے اور جسے حافظ ابن حجر نے سند کے لحاظ سے حسن قرار دیا ہے۔

ووقع عند أحمد والنسائی... باسناد حسن من حدیث البراء بن عازب قال.. الخ (فتح الباری ۸/۳۹۹)

(۳) حضرت سعدؓ بن معاذ کی وفات کے واقعے کا ذکر مولانا نے موت کے ایک عام حادثے کے طور پر کیا ہے حالانکہ ان کی وفات ان کی ایک دعا کے نتیجے میں ہوئی تھی جس کا ذکر صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔ مولانا نے اس سلسلے کی دوسری جزئیات تو قلم بند فرمائی ہیں، لیکن ان کی دعائے مرگ اور قبولیت دعا کے ٹکڑے کو حذف کر دیا ہے، صحیح بخاری سے اس موقع کی عبارت نقل کی جاتی ہے:

قال هشام : فاخبرنی أبی عن عائشةؓ، أن سعدا قال: اللّٰهم إنک تعلم أنه لیس أحد أحب إلیّ أن أجاهدهم فیک من قوم کذّبوا رسولک ﷺ و أخرجوه، اللّٰهم فإنی أظن أنک قد وضعت الحرب بیننا وبینهم، فإن کان بقی من حرب قریش شیئ، فأبقنی له حتی أجاهدهم فیک، وإن کنت وضعت الحرب فافجرها و اجعل موتی فیها، فانفجرت من

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لبته. (باب مرجع النبی ﷺ من الأحزاب الخ)

(ہشام کہتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد (عروہ) نے حضرت عائشہؓ کے حوالے سے بیان کیا کہ حضرت سعدؓ نے کہا کہ اے اللہ آپ کو معلوم ہے کہ مجھے سب سے زیادہ یہی پسند ہے کہ میں آپ کی رضا کے لیے ان لوگوں سے جہاد کروں جنھوں نے آپ کے رسول اللہ ﷺ کو جھٹلایا اور انھیں بے گھر کیا، اے اللہ! میرا گمان ہے کہ اب آپ نے ہمارے اور ان کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے، تو اگر قریش سے کوئی جنگ باقی ہے تو مجھے زندہ رکھیے تاکہ میں ان لوگوں سے آپ کی رضا کے لیے جہاد کروں اور اگر جنگ ختم ہو چکی ہے تو میرا یہ زخم ابھار دیجیے اور اسی کو میری موت کا ذریعہ بنا دیجیے۔ (اس دعا کے بعد) ان کا زخم سینے کے پاس سے کھل گیا)

(۴) صحیح بخاری (باب قتل ابی رافع) میں ابو رافع کے قتل کا واقعہ مفصلاً مذکور ہے۔ اس میں حضرت عبداللہ بن عتیک نے سیڑھی سے گر کر اپنی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ جانے اور پھر آپ ﷺ کے دست مبارک پھیرنے کی برکت سے مکمل طور پر شفایاب ہو جانے کا ذکر بھی کیا ہے۔

حتی انتهیت إلی درجة له، فوضعت رجلي، وأنا أری أنی قدانتهیت إلی الأرض، فوقعت فی لیلة مقمرة، فانکسرت ساقي، فعصبتها بعمامة ..... فانتهیت إلی النبی ﷺ فقال: لی ابسط رجلك، فبسطت رجلي، فمسحها، فکأنما لم أشتکها قط.

(یہاں تک کہ میں اس کی سیڑھی کے پاس پہنچا اور یہ سمجھ کر کہ میں زمین تک پہنچ چکا ہوں، اپنا پیر رکھ دیا، وہ چاندنی رات تھی، بس میں گر پڑا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی، اور اسے میں نے ایک پگڑی سے باندھ لیا... پھر میں خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا اپنا پانو پھیلاؤ۔ میں نے پھیلا دیا، تو آپ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیر دیا، پھر تو وہ ایسا ٹھیک ہو گیا، گویا اس میں کبھی کوئی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی)

مولانا شبلی نے قتل ابو رافع کا ذکر بالکل سرسری طور پر اور وہ بھی ابن سعد کے حوالے سے کیا ہے اور بخاری کی مذکورہ بالا مفصل روایت کو قلم انداز کر دیا ہے انھیں بخاری کی اس روایت نیز اس معجزے کا تذکرہ کرنا چاہیے تھا۔

(۵) امام بخاری نے غزوۂ خیبر کے سیاق میں ایک روایت نقل کی ہے:

يزيد بن ابي عبيد قال: رأيت أثر ضربة في ساق سلمة، فقلت ياأبا مسلم ماهذه الضربة، فقال: هذه ضربة أصابتها يوم خيبر فقال الناس أصيب سلمة، فأتيت النبي ﷺ، فنفث فيه ثلاث نفثات، فما اشتكيتها حتى الساعة. (باب غزوة خيبر)

(یزید بن ابو عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہؓ (بن الاکوع) کی پنڈلی میں کسی ضرب کا نشان دیکھا، تو میں نے پوچھا کہ اے ابو مسلم یہ ضرب کا نشان کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ مجھے یہ ضرب جنگ خیبر میں لگی تھی، لوگوں میں چرچا ہوا کہ سلمہ کو ضرب آ گئی۔ پھر میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس پر تین بار دم کر دیا، اس کے بعد سے اب تک مجھے اس میں کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔)

مولانا نے اس روایت کو بھی بالکلیہ قلم انداز کر دیا ہے۔

(۶) متعدد روایات صحیحہ میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو غزوۂ احد کی شکست اور اس میں مسلمانوں کی ایک جماعت کی شہادت کا علم ایک خواب ذریعے پہلے ہی ہو گیا تھا۔ چنانچہ بیشتر ارباب سیرت نے غزوۂ احد کے سیاق میں اس خواب کا تذکرہ خصوصیت کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ کیا ہے۔ لیکن مولانا شبلی نے اس پورے بیان کو قلم انداز کر دیا ہے۔ ان روایات کے مآخذ ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

(۱) صحیح بخاری: کتاب المناقب: باب علامات النبوة فی الاسلام، کتاب المغازی: باب من قتل من المسلمین یوم أحد، کتاب التعبیر: باب اذا رأی بقرا تنحر، (باب) اذا رأی أخرج الشئ من کورة الخ

(۲) صحیح مسلم: کتاب الرؤیا

(۳) سنن ابن ماجه: کتاب تعبیر الرؤیا: باب تعبیر الرؤیا

(۴) مسند أحمد بن حنبل: ۱/ ۲۷۱، ۳/ ۳۵۱

(۵) سنن دارمی: کتاب الرؤیا: باب فی القمیص والبیر واللبن والعسل الخ

www.KitaboSunnat.com

(۶) دلائل النبوة للبیهقی: باب ذکر ما أری رسول الله ﷺ فی منامه الخ

اخیر میں عرض ہے کہ اگر اس سلسلے کی تمام روایات اور تمام واقعات کا استیعاب کیا جائے تو ان کی تعداد درجنوں تک جا پہنچے گی۔ اس لیے یہاں صرف انھی مثالوں پر اکتفا کی جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆

حافظ ابن حجر عسقلانی عالم اسلام کے مایۂ ناز محدثین میں ہیں۔ خود مولانا شبلی نے سیرۃ النبی میں ہی لکھا ہے کہ ''ان کے کمال فن حدیث پر زمانے کا اتفاق ہے'' (۱/۲۴۱) لیکن بعض مقامات پر مولانا کے قلم سے حافظ موصوف کی شان میں نامناسب الفاظ نکل گئے ہیں۔ مثلاً کہیں کہیں انھیں ''رواۃ پرست'' یا ''روایت پرست'' لکھ دیا ہے۔ (۱/۱۸۱-۴۴۴) اور کہیں ان کے بارے میں یہ کہہ دیا ہے کہ وہ ''کم زور روایتوں کے سہارا اور پشت پناہ ہیں'' اس سلسلے میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے ان پر بجا طور پر نقد کیا ہے، لکھتے ہیں:

> علامہ صلیب پرستوں کے اعتراض سے اس درجہ مرعوب ہوئے کہ جوش تحقیق اور جذبۂ تنقید میں حافظ ابن حجر کو بھی رواۃ پرست کہہ گئے، یعنی عیاذ اللہ حافظ ابن حجر بھی صلیب پرستوں کی طرح رواۃ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرستی کے شرک میں مبتلا ہیں، اگرچہ وہ "کفر دون کفر" و "ظلم دون ظلم" کا مصداق ہو، لیکن مطلق شرک میں اشتراک ہے۔ اہل علم کے لیے یہ تو جائز ہے کہ کسی محدث کے قول کو ترجیح دیں، لیکن کسی محدث کی شان میں تنقیص آمیز الفاظ کا استعمال جائز نہیں، ادب حق جل شانہ کی عظیم نعمت ہے۔ (سیرۃ المصطفیٰ ۱/۹۲-۹۳)

مولانا نے یہی طرز واقدی کے سلسلے میں بھی اپنایا ہے، یعنی جانبجا ان کے لیے سخت اور نامناسب الفاظ استعمال کیے ہیں۔ حالانکہ وہ سیرت اور مغازی کے امام اور جلیل القدر عالم تھے۔ علامہ ابن تیمیہ الصارم المسلول میں تحریر فرماتے ہیں:

مع مافی الواقدی من الضعف ... لایختلف اثنان أن الواقدی أعلم الناس بتفاصیل أمور المغازی وأخبرهم بأحوالها وقدکان الشافعی وأحمد وغیرهما یستفیدون علم ذلک من کتبه.

(الصارم المسلول ص ۹۷)

(باوجود اس کے کہ واقدی میں ضعف ہے دنیا میں کوئی دو شخص بھی اس بارے میں اختلاف نہیں رکھتے کہ واقدی سب سے زیادہ مغازی کے جاننے والے ہیں اور مغازی کے احوال وتفاصیل کی معرفت میں سب سے زیادہ باخبر ہیں اور امام شافعی اور امام احمد اور دیگر اہل علم واقدی کی کتابوں سے استفادہ کرتے تھے)

لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا مولانا شبلی نے نہ صرف یہ کہ ان کے لیے نامناسب الفاظ استعمال کیے ہیں بلکہ بعض مقامات پر ان کی نیت پر بھی حملہ کر دیا ہے۔ مثال کے طور حضرت زینبؓ کے نکاح سے متعلق واقدی کی ایک روایت پر ان کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

مؤرخ طبری نے یہ روایت واقدی کے ذریعے نقل کی ہے جو مشہور کذاب اور دروغ گو ہے اور جس کا مقصد اس قسم کی بے ہودہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایات سے یہ تھا کہ عباسیوں کی عیش پرستی کے لیے سند ہات آئے۔ (۴۴۴/۱)

لطف یہ ہے کہ روایت مذکورہ واقدی کے علاوہ دوسری سندوں سے بھی مروی ہے۔ یہاں تک کہ امام احمد بن حنبل نے بھی مسند میں اس کی تخریج کی ہے، تو کیا امام موصوف کے بارے میں بھی (العیاذ باللہ) عباسیوں کی عیش پرستی کی سند بننے کی بات کہی جا سکتی ہے؟ اگر نہیں تو مولانا شبلی کے لیے یہی کافی تھا کہ وہ اس روایت کی تضعیف کرتے ہوئے اس کے وجوہ ضعف بیان کر دیتے۔ واقدی پر اس قسم کے سخت حملے کی ضرورت نہ تھی۔

خاتمۂ کلام:

اب تک کے تمام مباحث کا ماحصل یہ ہے کہ مولانا شبلی کی سیرۃ النبی ادب وانشا کا شاہکار اور مولانا کے ذوق ادب، حسن ترتیب اور مؤرخانہ شعور و آگہی کی آئینہ دار ہے۔ عالمانہ طرز تخاطب نے اس کے وزن و وقار اور مستشرقین کے ردّ و ابطال نے اس کی افادیت کو بڑھا دیا ہے۔ یہ کتاب بہت سے جدید اور اہم مباحث و مطالب پر بھی مشتمل ہے۔ بحیثیت مجموعی کہا جا سکتا ہے کہ اپنی گوناگوں خوبیوں کے لحاظ سے انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں لکھی جانے والی عربی اور اردو تصانیف سیرت کے درمیان سیرۃ النبی کا مقام سب سے بلند ہے اور داغ ناتمامی کے باوجود خاص اس عہد کی حد تک اسے آسمان سیرت کے ماہ تمام کا درجہ حاصل ہے۔

لیکن اس کے بارے میں یہ دعویٰ غلط فہمی یا مبالغہ پر مبنی ہے کہ اس کی ترتیب میں محدثانہ صحت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے اور اس کے تمام تر یا بیشتر مندرجات اصول حدیث اور فن اسماء الرجال کی کسوٹی پر کس کر داخل کتاب کیے گئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اپنے مشتملات کے لحاظ سے عربی کی قدیم اور مشہور کتب سیرت کے مقابلے میں از روئے صحت و تنقیح روایات سیرۃ النبی کو کوئی امتیاز حاصل نہیں ہے۔

دوسری طرف متعدد تحقیقی فروگذاشتوں مثلاً جابجا روایات حدیث پر روایات سیرت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ترجیح، متعدد روایات صحیحہ پر تنقید، متعدد مسائل میں جمہور امت سے اختلاف وتفرد، کہیں کہیں بیان میں تضاد، بعض مقامات پر ضعف استدلال اور بعض دیگر جزوی اسقام نے اس کی تحقیقی واستنادی حیثیت کو مجروح بھی کیا ہے۔

اب ہمیں اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ اس بے مثال ادبی وفنی شاہکار میں نوع بہ نوع تحقیقی فروگذاشتوں نے کس طرح جگہ پائی؟ راقم کے خیال میں اس کا بنیادی سبب سیرۃ النبی کا کلامی انداز میں لکھا جانا ہے۔ اس بیان کی توضیح یہ ہے کہ اگر مولانا نے یہ کتاب محض سیرت برائے سیرت کے نقطۂ نظر سے لکھی ہوتی تو اغلب ہے کہ اس میں وہ اپنے قائم کردہ اصولوں کو برقرار رکھنے میں کامیاب ہو جاتے۔ لیکن چونکہ انھوں نے اپنا مطمح نظر مستشرقین کا ردّ وابطال قرار دیا، اس لیے انھیں محدثانہ صحت وتنقیح روایات سے زیادہ اس بات کی فکر دامن گیر رہی کہ وہ ایک ایسی کتاب سیرت تصنیف کریں جس پر یورپین مصنفین کی جانب سے کیے جانے والے اعتراضات کم سے کم واقع ہوں اور جس میں ان ذہنوں کے لیے سامانِ تشفی موجود ہو، جو یورپین تصانیف سیرت کے مطالعے سے طرح طرح کے شکوک وشبہات میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے مغربی مصنفین کے نقطۂ نظر سے سیرت کے قابل اعتراض واقعات کی ایک فہرست تیار کی۔ پھر ان اعتراضات پر غور وخوض کے بعد جواب کے لیے کچھ باتیں طے کر لیں۔

(الف) مستشرقین مسلمانوں کے فن اسماء الرجال اور تنقیح روایات کے فن سے ناواقف ہیں، اس لیے ان کے بہت سے اعتراضات غیر مستند اور غیر معتبر روایات پر مبنی ہیں۔

(ب) کتب سیرت میں مذکور بیشتر روایات فنی صحت کے معیار پر پوری نہیں اترتیں۔

(ج) درایت کی بنیاد پر بھی روایات کو رد کیا جا سکتا ہے۔

ان عمومی اصولوں کے ذریعے مولانا کے لیے بہت سے اعتراضات کے جواب آسان ہو گئے، یعنی کہیں تو انھوں نے یہ کہہ دیا کہ مستشرقین کا فلاں اعتراض فلاں روایت پر مبنی ہے اور وہ روایت از روئے سند قابل استدلال نہیں ہے۔ مثلاً بحیرا راہب کی روایت، قس بن ساعدہ کے خطبے کی روایت، حضرت زینبؓ سے نکاح کی روایت وغیرہ۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کہیں یہ پیرایۂ بیان اختیار کیا کہ درایت کا تقاضا ہے کہ اس واقعے کو ثابت اور صحیح نہ مانا جائے مثلاً کنانہ اور اس کے بھائی کے قتل کا واقعہ، فتح مکہ کے اشتہاریانِ قتل کا واقعہ، مقتولین بنی قریظہ کی بڑی تعداد کا واقعہ وغیرہ۔

پھر مستشرقین کے اعتراضات ہی کے پیش نظر مولانا کو واقعات سیرت میں اہم اور غیر اہم کی تفریق قائم کرنی پڑی۔ تاکہ جن واقعات پر اعتراضات کیے گئے ہیں انھیں اہم قرار دے کر اصول روایت یا درایت کے ذریعے رد کر دیا جائے اور باقی کو عام واقعات کے ذیل میں رکھتے ہوئے سیرت کی عام کتابوں سے نقل کر لیا جائے۔ اسی بنا پر کتب حدیث کے بجائے کتب سیرت کی بہت سی روایات سیرۃ النبی میں جگہ پا گئیں جن میں مستند روایات کے پہلو بہ پہلو بہت سی کم مستند یا ضعیف روایات بھی شامل ہیں۔ اسی طرح مستشرقین کے اعتراضات سے بچنے ہی کی خاطر مولانا کو اپنی کتاب سے روایات معجزات کو حذف کرنا پڑا، نیز بہت سے واقعات سیرت میں تاویل و توجیہہ یا تفرد کی راہ بھی اختیار کرنی پڑی۔ مثلاً حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی، جنگ بدر میں مسلمانوں کا جنگی اقدام، ان کا قافلۂ قریش سے تعرض، حرم نبوی میں کنیزوں کی موجودگی وغیرہ۔ اسی طرح روایات صحیحہ پر تنقید یا ان پر روایات سیرت کی ترجیح کا محرک و باعث بھی کسی نہ کسی اشکال و اعتراض کا دفعیہ یا ازالہ رہا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولانا شبلی اپنی نیت میں نہایت مخلص اور امت مسلمہ کے بڑے خیر خواہوں میں تھے چنانچہ انھوں نے اپنی غیر معمولی انشا پردازانہ صلاحیت، نادرہ کار اسلوب، عالمانہ انداز بیان اور نہایت وسیع علم اور مطالعے کے ذریعے ایک ایسی کتاب سیرت تصنیف کر دی، جس میں مستشرقین کے زہر کا پورا پورا تریاق موجود تھا اور جس نے اس عہد کی نوجوان مغربی تعلیم یافتہ نسل کو ذہنی ارتداد سے بچانے میں پوری پوری کامیابی بھی حاصل کی۔ ہمیں یقین ہے کہ بارگاہ رب العزت میں انھیں اپنی حسن نیت اور خلوص بے کراں کے لحاظ سے بے پایاں اجر و ثواب سے نوازا گیا ہوگا اور یہ کتاب ان کے رفع درجات کا ذریعہ بنی ہوگی۔ ہم ان کے حق میں دعا گو اور دعا جو بھی ہیں۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ ایک مجتہد کی طرح ان سے اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب میں جابجا علمی فروگذاشتیں اور غلطیاں بھی واقع ہوگئی ہیں۔ ان کے بہت سے بیانات اصلیت سے دور جا پڑے ہیں۔ انھوں نے جابجا مسلمات سے اختلاف وانحراف بھی کیا ہے۔ بہت سی جگہ ان پر تاویل وتوجیہہ اور معذرت کا انداز بھی غالب آگیا ہے اور ان سب کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ وہ عہد جس میں یہ کتاب لکھی گئی یورپین اقوام کی سیاسی وتہذیبی بالادستی کا تھا، دوسری طرف مسلمان سیاسی، تہذیبی اور اقتصادی لحاظ سے عالمی سطح پر زبوں حالی کا شکار تھے۔ اس لیے بحیثیت مجموعی وہ عالمی پیمانے پر اجتماعی احساس کمتری میں مبتلا ہوگئے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مغربی مفکرین ومصنفین کے حوالے سے اس کے عہد کے مسلمان جب کوئی بات سنتے تو وہ فوراً اسے صحیح اور درست تسلیم کر لیتے تھے۔ اب جب اہل مغرب نے مثلاً یہ کہا کہ اولاد کی قربانی، تعداد ازدواج، کنیزوں سے تمتع، جنگی پیش قدمی، تجارتی قافلوں کی تاراجی، معاشرے میں غلاموں کی موجودگی وغیرہ وغیرہ امور ایک پیغمبر کی سیرت کے شایان شان نہیں ہیں تو ذہنی مرعوبیت کی بنا پر ان کی حقیقت ومصلحت پر غور کیے، بغیر ان اعتراضات کو صحیح تسلیم کر لیا گیا اور غور صرف اس پر کیا گیا کہ تاویل وتوجیہہ، معذرت یا انکار روایات وواقعات کے ذریعے کہاں جواب کا کیا پیرایہ اختیار کیا جائے۔ مولانا شبلی بھی اپنے عہد کے جبر اور تقاضوں سے مجبور تھے، اس لیے وہ بھی اسی انداز پر سوچتے رہے۔ اسی لیے ان سے بھی اس باب میں فروگذاشتیں ہوئیں (عفا اللہ عنہ وأسکنہ بحبوحۃ جنانہ) حالانکہ صحیح طریقہ کار اس وقت بھی یہی تھا اور اب بھی یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات ستودہ صفات، اسوۂ حسنہ اور سیرت طیبہ کو اصل اور معیار بنایا جائے اور زندگی کے جس موڑ پر جو کچھ آپ ﷺ سے ثابت ہے، اسی کو عالم انسانیت کے لیے سب سے زیادہ موزوں، سب سے زیادہ درست اور سب سے زیادہ مناسب قرار دیا جائے۔

ہر قوم راست راہے، دینے وقبلہ گاہے
من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلاہے (امیر خسرو)

اب جب کہ ہم مغرب کی مرعوبیت کے اس عہد سے باہر نکل چکے ہیں تو ہمیں اپنے اسلاف کے کاموں اور کارناموں کا جائزہ لینا چاہیے اور انکی قرار واقعی خوبیوں کا اعتراف کرتے ہوئے ان کی فروگذاشتوں کا بھی تعین کرنا چاہیے اس سلسلے میں سب سے زیادہ ضروری امر یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ بے جا افراط وتفریط سے بچا جائے یعنی نہ تو شخصیتوں کے بت بنائے جائیں اور نہ انھیں پامال کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ ہم پر علم وفن کے ساتھ ساتھ خود ہمارے اسلاف کا بھی قرض ہے، جسے ادا کیے بغیر ہم اپنے عہد کے تقاضوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ ٹھہرے ہوئے پانی میں بو آ جاتی ہے۔ کاروانِ علم کو بھی رواں دواں رہنا چاہیے ؎

پیہم موجِ امکانی میں
اگلا پانو نئے پانی میں (باقی)

راقم نے سلسلۂ زیر بحث میں جو کچھ لکھا ہے، وہ اسی جذبے اور داعیے کے تحت لکھا ہے۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ (۱)

استدراکات

اس ضمیمے کی ترتیب یہ ہے کہ اس میں اولاً اہل علم حضرات کے استدرکات نقل کیے جائیں گے۔ پھر ان سے متعلق اپنی معروضات پیش کی جائیں گی۔

مولانا برہان الدین سنبھلی صاحب :

متفرقات کے عنوان کے تحت پہلا جو نقد ہے، اس میں واقعات خیبر کے ضمن میں طبری کی ایک روایت پر مولانا شبلی کی یہ تنقید ذکر کی ہے:

اس روایت کو طبری نے جس سلسلۂ سند سے نقل کیا ہے، اس کے راوی عوف ہیں۔ ان کو بہت سے لوگوں نے ثقہ کہا ہے، لیکن بندار جب روایت بیان کرتے تھے تو کہتے تھے کہ وہ رافضی اور شیطان تھا۔ یہ لفظ بہت سخت ہے، لیکن ان کی شیعیت سب کو تسلیم ہے... یہ ظاہر ہے کہ جس روایت میں حضرت عمرؓ کے بھاگنے کا واقعہ بیان کیا جائے، شیعہ کی زبان سے اس کا کیا رتبہ ہو جاتا ہے؟... الخ (ترجمان ص ۳۶)

اس پر تنقید نگار (مولانا صدیقی) نے ایک لمبی بحث کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، جس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ واقعہ صحیح ہے۔ حالانکہ علامہ شبلی نے جس روایت اور جس بنا پر اس واقعے کو محل نظر ثابت کیا ہے، صدیقی صاحب کے اس طویل بیان سے بھی ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ علامہ شبلی نے واقعۂ خیبر میں حضرات صحابہ بالخصوص حضرت عمرؓ کی بزدلی کا انکار کیا ہے اور میدان کارزار چھوڑنے کی نفی کی ہے، نہ کہ خیبر میں کامیابی نہ ہونے کی۔ دونوں باتوں میں فرق واضح ہے۔

صدیقی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے، اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنگ کے پہلے مراحل میں خیبر فتح نہیں ہوا اور فتح کی مہمیں کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکیں۔ لیکن ان سے مہم جوؤں کی بزدلی یا میدان سے فرار کا اثبات نہیں ہوتا۔ یہی وہ بات ہے جس کے بارے میں علامہ شبلی نے لکھا ہے اور بالکل صحیح لکھا ہے کہ جس روایت میں حضرت عمرؓ کے بھاگنے کا واقعہ بیان کیا جائے، شیعہ کی زبان سے اس کا کیا رتبہ رہ جاتا ہے؟

علامہ نے ناکام واپس آنے کی تردید نہیں، بلکہ اصطلاحی فرار کی (جو کبیرہ گناہوں میں سے ہے) اور حضرت عمرؓ وغیرہ کی طرف بزدلی کے انتساب کی نفی کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ صحابۂ کرام سے حسن ظن رکھنے والا اور ان کا مرتبہ شناس ہر شخص یہی کرے گا۔

غالباً اس فرق کی طرف تنقید نگار کی نظر نہیں گئی، ورنہ اسے نشانۂ تنقید نہ بناتے (کیونکہ بحمد اللہ وہ بھی بلاشبہ اہل سنت میں سے ہیں) اور پھر مجموعی طور پر کسی سند کا قابل اعتبار ہونا، حتیٰ کہ اس سند سے کسی حدیث کا صحیحین میں منقول ہو جانا بھی، اس بات کو مستلزم نہیں کہ اس سند سے ہر منقول روایت لائق حجت ہو۔ فن

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث جاننے والوں پر یہ مخفی نہیں)

تنقید نگار کی اس موقع پر بحث سے دوسری بات جو ثابت ہوتی ہے وہ یہ کہ علامہ شبلی نے اس روایت پر جو تنقید کی ہے، وہ اس سند وراوی کی وجہ سے کی ہے، حالانکہ یہ راوی اور یہ سند مسند احمد میں آئی ہے، حالانکہ یہ نقد ایسا نہیں ہے، جس سے علامہ کی بات کو رد کیا جا سکے۔

ظ = ظفر احمد

راقم عرض کرتا ہے کہ حضرت استاذ نے سطور بالا میں جو کچھ تحریر فرمایا اصلاً اور اصولاً سب درست ہے، بلکہ مذکورہ تمام باتیں مسلمات کا درجہ رکھتی ہیں۔ البتہ غالباً یہ میرے بیان کا نقص تھا کہ میری مراد واضح نہ ہو سکی۔ میں نے علامہ شبلی کی عبارت نقل کر کے جو کچھ لکھا تھا، اس سے میرا مقصد یہ نہ تھا کہ عوف کی روایت جس میں حضرت عمرؓ کے فرار کا مضمون آیا ہے، اسے درست یا صحیح ثابت کرنے کی کوشش کروں۔ علامہ شبلی اور حضرت استاذ کی طرح میں بھی اسے شیعہ راوی کی زبانی منقول ہونے کی وجہ سے غلط اور بے بنیاد تصور کرتا ہوں۔

درحقیقت میں اپنی گفتگو کے ذریعے دو الگ الگ باتوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا تھا۔ ایک یہ کہ عوف کی روایت بالا کی تغلیط وتضعیف کے لیے محض اتنا ہی کہہ دینا کافی تھا کہ اس میں حضرت عمرؓ کے فرار کا مضمون ایک شیعہ راوی کی زبانی منقول ہے، علاحدہ سے اس کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ ''حسین بن واقد، عن ابن بریدۃ، عن أبیہ'' کی سند ہی کو عمومی طور پر کمزور اور ضعیف ثابت کر دیا جائے، کیونکہ محدثین عام طور پر اس سند کو معتبر اور مستند تصور کرتے ہیں۔ لیکن حضرت استاذ کو میری اس گفتگو سے یہ خیال ہوا کہ شاید میں اس طرح عوف کی روایت کو درست اور صحیح ثابت کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے۔

تاہم اپنی مراد واضح کرنے کے لیے اب میں نے اپنی عبارت تبدیل کر دی ہے۔ کیونکہ اس کا قوی امکان ہے کہ میرے سابق بیان کے نقص اور تعبیر کی نارسائی کی بنا پر حضرت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استاذ کو وہ اشکال پیش آیا ہو، جس کا اظہار انھوں نے سطور بالا میں فرمایا ہے۔

دوسری بات جس کی طرف توجہ دلانا چاہتا تھا، وہ یہ تھی کہ میں نے سلسلۂ زیر بحث میں علامہ شبلی کے بیان کے آخری جملے:

> تاہم اس قدر ضرور ہے کہ اس مہم پر پہلے اور بڑے بڑے صحابہ بھیجے گئے تھے، لیکن فتح کا فخر کسی اور کی قسمت میں تھا۔

سے یہ نتیجہ نکالا کہ غالباً علامہ شبلی اجمالاً تو اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس مہم پر پہلے اور بڑے بڑے صحابہ بھیجے گئے تھے، لیکن وہ خاص حضرات شیخینؓ کے اس مہم پر بھیجے جانے اور پھر ناکام واپس آنے کے قائل نہیں ہیں۔ اس لیے میں نے مسند احمد کی روایت نقل کر کے یہ بتانا چاہا تھا کہ بعض صحیح روایات میں حضرات شیخینؓ کے اس مہم پر بھیجے جانے اور پھر ناکام واپس آنے کی تصریح موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ اس گفتگو سے بھی ہرگز میرا یہ مقصد نہ تھا کہ عوف کی روایت بالا کو صحیح ثابت کروں، یا نعوذ باللہ حضرات شیخینؓ کے لیے فرار یا بزدلی کا اثبات کروں۔

لیکن اب نظر ثانی کے وقت اس پوری بحث کو کتاب سے خارج کر دیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ ساری گفتگو میری اپنی غلط فہمی پر مبنی تھی۔ توضیح اس کی یہ ہے کہ اب جب میں نے علامہ شبلی کے بیان کو دوبارہ پڑھا تو پایا کہ مسند احمد کی روایت کے حوالے سے میں جس چیز کو ثابت کرنا چاہتا تھا، علامہ شبلی اپنے بیان کے آغاز ہی میں اس کا ذکر کر چکے ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

> اس مہم پر آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھیجا، لیکن دونوں ناکام واپس آئے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ میں نے اس سلسلے میں پہلے جو کچھ لکھا تھا، وہ عبث اور تحصیل حاصل تھا۔ اسی بنا پر اب میں نے اپنی غلطی کی اصلاح کرتے ہوئے اس پوری گفتگو کو کتاب سے خارج کر دیا ہے۔

مولانا زین العابدین اعظمی صاحب : (۱)

ایک حدیث میں ''شبرم'' (جمال گوٹہ جیسی ایک دوا) کا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاصہ بتایا گیا ہے "حارٌ جارٌ" کہ بہت گرم دوا ہے، فاسد مادوں کے ساتھ صحیح اخلاط کو بھی کھینچ کر گرا دیتی ہے۔ ہمارے نزدیک مولانا صدیقی کا یہ تبصرہ اسی طرح کی دوا ہے۔ یعنی جراحی کا یہ عمل سیرۃ النبی کی غیر مستند باتوں کے آپریشن کے ساتھ ساتھ مستند اور صحیح واقعات کو بھی لاشعوری طور سے کاٹ کر فاسد بنا دیتا ہے۔ جیسے سیرۃ النبی سے غزوۂ موتہ کا عنوان دے کر پروفیسر صاحب نے اس کے بارے میں لکھا ہے :

اس غزوے کے سلسلے میں مولانا نے بیشتر ابن سعد پر اعتماد کیا ہے اور ان کا ماخذ واقدی ہیں۔

پھر جزئی واقعات کی فہرست دے کر ابن سعد اور واقدی کا بالترتیب حوالہ دیتے گئے ہیں۔ وہ جزئی واقعات یہ ہیں :

(الف) شاہ بصریٰ یا قیصر روم کے نام آنحضرت ﷺ کا خط لکھنا۔

(ب) غزوۂ موتہ میں بالترتیب تین بزرگوں کو امیر مقرر کرنا۔

(ج) ان تینوں کا باری باری غزوے میں شہید ہو جانا۔

(د) شکست خوردہ فوج کا مدینہ واپس آنے پر فراریوں کا طعنہ سننا۔

واقدی کی کتاب المغازی اور ابن سعد میں یہ واقعات مذکور ہیں۔

لیکن صرف ان دو اصحاب سیر ہی پر علامہ شبلی نے اعتماد کیا یہ کہاں سے معلوم ہوا؟ جب کہ (الف) صحیح مسلم ۲/۹۹ میں (ب اور ج) بخاری باب غزوہ موتہ ص ۶۱۱ میں (د) ابوداؤد کتاب الجہاد ص ۳۵۵ میں بھی مذکور ہے۔

ظ :

راقم مولانا اعظمی مدظلہ العالی کے استدراک مذکور کے تعلق سے عرض پرداز ہے کہ اگر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ''مواد و مشتملات'' کے باب میں ہر جگہ اولاً سیرۃ النبی کی پوری عبارت نقل کرتا، پھر اس سے متعلق اپنی معروضات پیش کرتا، تو بلا مبالغہ تقریباً نصف سیرۃ النبی اقتباسات کی شکل میں نقل کرنی پڑتی۔ اس طرح کتاب کی ضخامت بہت بڑھ جاتی۔ اس لیے میں نے یہ طریق کار اختیار کیا ہے کہ اولاً اصل عنوان نقل کیا ہے۔ پھر سیرۃ النبی کی عبارت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اشاروں کی شکل میں نقل کیے ہیں۔ پھر درمیان میں جا بجا نقطے (...) بھی لگائے ہیں تاکہ اشارہ ہو جائے کہ سلسلۂ زیر بحث میں سیرۃ النبی کی درمیانی عبارتیں بھی دیکھ لی جائیں۔ اس کے بعد ان سے متعلق اپنی معروضات پیش کی ہیں۔

ترجمان الاسلام میں اشاعت اول کے وقت غزوۂ موتہ کے سلسلے میں بھی میں نے ایسا ہی کیا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے (غزوۂ موتہ ۱/۵۰۵-۵۰۷) لکھا تھا، جس سے میری مراد یہ تھی کہ یہاں سیرۃ النبی کا پورا بیان ص ۵۰۵ سے ۵۰۷ تک پیش نظر رکھا جائے۔ اس کے بعد سیرۃ النبی کی عبارتوں کے ٹکڑے نقطے (...) لگا کر لکھے تھے، جس سے مراد یہ تھی کہ یہاں سیرۃ النبی کی پوری عبارت سامنے رکھی جائے۔ اس ضمن میں غزوۂ موتہ سے متعلق میں نے اپنی رائے یہ لکھی تھی کہ مولانا شبلی نے اس غزوے کے سلسلے میں بیشتر ابن سعد پر اعتماد کیا ہے اور ابن سعد کا ماخذ واقدی ہیں۔

ہمارے مخدوم و محترم مولانا اعظمی نے ان امور کی طرف توجہ نہیں دی اور انھیں یہ غلط فہمی ہوگئی کہ شاید میں ان جزئی واقعات کی صحت و استناد کا منکر ہوں، جن کا ذکر مولانا اعظمی نے (الف تا د) کے تحت فرمایا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

درحقیقت میرا پہلے بھی خیال تھا اور اب بھی یہی خیال ہے کہ علامہ شبلی نے غزوۂ موتہ کا بیان جس انداز اور جس ترتیب سے کیا ہے اور اس سلسلے میں جو جزئیات و تفصیلات قلم بند فرمائی ہیں، ان کا بیشتر حصہ (نہ کہ تمام تر) ابن سعد سے ماخوذ ہے اور خود ابن سعد کا ماخذ واقدی ہیں۔ اب میں یہاں ثبوت کے طور پر غزوۂ مذکورہ سے متعلق سیرۃ النبی، ابن سعد اور واقدی کے اقتباسات نقل کرتا ہوں، تاکہ صورت حال پوری طرح سامنے آجائے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(الف) غزوۂ موتہ جمادی الاولیٰ ۸ھ

موتہ شام میں ایک مقام کا نام ہے، جو بلقاء سے اس طرف ہے۔... آنحضرت ﷺ نے شاہِ بصریٰ یا قیصر روم کے نام ایک خط لکھا تھا۔ عرب اور شام کے سرحدی علاقوں میں، جو عرب رؤسا حکمراں تھے، ان میں ایک شرحبیل بن عمرو بھی تھا۔... یہ خط حارث بن عمیر لے کر گئے تھے۔ شرحبیل نے ان کو قتل کر دیا۔ اس کے قصاص کے لیے آنحضرت ﷺ نے تین ہزار فوج تیار کر کے شام کی طرف روانہ کی۔ زیدؓ بن حارثہ کو جو آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے سپہ سالاری ملی اور ارشاد ہوا کہ اگر ان کو دولت شہادت نصیب ہو تو جعفر طیارؓ اور وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہؓ بن رواحہ فوج کے سردار ہوں۔ (سیرۃ النبی ۱/۵۰۵)

ثم سرية مؤتة، وهي بأدنى البلقاء، والبلقاء دون دمشق، في جمادى الأولى سنة ثمان من مهاجر رسول صلى الله عليه وسلم.

قالوا بعث رسول الله ﷺ الحارث بن عمير الأزدي ... إلى ملك بصرى بكتاب، فلما نزل مؤتة عرض له شرحبيل بن عمرو الغسّاني، فقتله ولم يقتل لرسول الله ﷺ رسول غيره، فاشتد ذلك عليه، وندب الناس، فاسرعوا ... وهم ثلاثة آلاف، فقال رسول الله ﷺ أميرالناس زيد بن حارثة، فإن قتل فجعفر بن أبي طالب، فإن قتل فعبدالله بن رواحة. (الطبقات لابن سعد ۲/۱۲۸)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثم غزوة زيد بن حارثة إلى مؤتة، سنة ثمان۔

(المغازی للواقدی ۱/۶)

حدثنا الواقدی ... قال بعث رسول الله ﷺ الحارث بن عمير ... إلى ملك بصری بكتاب، فلما نزل مؤتة عرض شرحبيل بن عمرو الغسّانی ... فأمر به فأوثق رباطاً، ثم قدمه، فضرب عنقه صبراً، ولم يقتل لرسول الله ﷺ رسول غيره۔ ... فاشتد عليه، وندب الناس ... فأسرع الناس وخرجوا ... فقال رسول الله ﷺ: زيد بن حارثة أمير الناس، فإن قتل زيد بن حارثة فجعفر بن أبی طالب، فإن أصيب جعفر فعبدالله بن رواحة۔ ... والمسلمون ثلاثة آلاف۔ (المغازی للواقدی ۲/۷۵۵-۷۵۶)

(ب)

ارشاد ہوا کہ پہلے ان کو دعوت اسلام دی جائے، اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو جنگ کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی حکم ہوا کہ اظہار ہمدردی کے لیے اس مقام پر جانا، جہاں حارث بن عمیر نے ادائے فرض میں جاں دی ہے۔ ثنیۃ الوداع تک آنحضرت ﷺ خود فوج کی مشایعت کے لیے تشریف لے گئے۔ صحابہ نے پکار کر دعا کی کہ خدا سلامت اور کامیاب لائے۔ (سیرۃ النبی ۱/۵۰۶)

وأوصاهم رسول الله ﷺ، أن يأتوا مقتل الحارث ابن عمير وأن يدعوا من هناك إلى الاسلام، فان أجابوا وإلا استعانوا عليهم بالله وقاتلوهم، وخرج

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشيعاً لهم حتى بلغ ثنية الوداع، فوقف و ودعهم، فلما ساروا من معسكرهم، نادى المسلمون دفع الله عنكم وردّكم صالحين غانمين۔

(الطبقات لابن سعد ۲/۱۲۸)

فلمّا ساروا من معسكرهم نادى المسلمون، دفع الله عنكم، وردّكم صالحين غانمين۔ ... عن زيد بن أرقم أن رسول الله ﷺ قال : أوصيكم بتقوى الله ... واذا لقيت عدوّك من المشركين فادعهم إلى إحدى ثلاث ... فإن أبوا فاستعن بالله وقاتلهم۔ ... ومضى المسلمون من المدينة، فسمع العدو بمسيرهم عليهم قبل أن ينتهوا إلى مقتل الحارث بن عمير۔ (المغازى للواقدى ۲/۷۵۶-۷۶۰)

(ج)

فوج مدینے سے روانہ ہوئی تو جاسوسوں نے شرحبیل کو خبر دی، جس نے مقابلے کے لیے کم وبیش ایک لاکھ فوج تیار کی۔ ادھر خود قیصر روم (ہرقل) قبائل عرب کی بے شمار فوج لے کر مآب میں خیمہ زن ہوا، جو بلقاء کے اضلاع میں ہے۔ حضرت زید نے یہ حالات سن کر چاہا کہ ان واقعات سے دربار رسالت کو اطلاع دی جائے اور حکم کا انتظار کیا جائے، لیکن حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے کہا ہمارا اصل مقصد فتح نہیں بلکہ دولت شہادت ہے۔ (سیرۃ النبی ۱/۵۰۶-۵۰۷)

فلمّا فصلوا من المدينة سمع العدو بمسيرهم، فجمعوا لهم وقام فيهم شرحبيل بن عمرو، فجمع أكثر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من مأة ألف. ... وبلغ الناس أن هرقل قدنزل مآب من أرض البلقاء في مأة ألف من بهراء، ووائل، و بكر، ولخم، وجذام، فأقاموا .. وقالوا نكتب إلى رسول الله ﷺ، فنخبره الخبر، فشجعهم عبدالله بن رواحة على المضي. (الطبقات لابن سعد ۲/ ۱۲۸-۱۲۹)

فلمّا فصل المسلمون من المدينةسمع العدو بمسيرهم فجمعوا الجموع. وقام فيهم ... شرحبيل بالناس,... فبلغ الناس أن هرقل قدنزل مآب من أرض البلقاء في بهراء، ووائل، وبكر، ولخم، وجذام في مأة ألف. ... فلما بلغ ذلك المسلمين أقاموا ... وقالوا نكتب إلي رسول الله ﷺ، فنخبرهم الخبر... فبينا الناس على ذلك من أمرهم جاء هم ابن رواحة فشجعهم. (المغازی للواقدی ۲/ ۷۵۹-۷۶۰)

مذکورہ بالا اقتباسات کی روشنی میں یہ بات صاف ظاہر ہو جاتی ہے کہ غزوۂ موتہ کے سلسلے میں مولانا نے اکثر و بیشتر ابن سعد کو پیش نظر رکھا ہے اور خود ابن سعد کا ماخذ واقدی ہیں۔ اس صورت حال میں اعتراض کا پہلو یہ ہے کہ مولانا شبلی واقدی کو بالکلیہ نا قابل التفات تصور کرتے ہیں جہاں تک ابن سعد کا تعلق ہے وہ ان کے نزدیک صرف ان صورتوں میں معتبر ہیں، جبکہ ان کا ماخذ واقدی نہ ہوں۔ لہٰذا یہاں مولانا نے جو طریق کار اختیار کیا وہ خود ان کے اپنے قائم کردہ اصولوں کے خلاف ہے۔

رہ گئی یہ بات کہ خود واقدی کی بیان کردہ بعض جزئیات صحیح روایتوں سے بھی ثابت ہیں، جیسا کہ مولانا زین العابدین اعظمی صاحب نے اس کی طرف توجہ دلائی ہے، تو یہ الگ الگ بحث ہے۔ ہمارا اعتراض صرف یہ ہے کہ مولانا کو خود اپنے اصول کے مطابق سیاق غزوۂ موتہ کے سلسلے میں ابن سعد اور واقدی پر اعتماد کرنے کے بجائے کتب حدیث اور روایات صحیحہ سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استفادہ کرنا چاہیے تھا۔ مولانا کے لیے ایسا کرنا اس لیے بھی ضروری تھا کہ ان کی بیان کردہ بہت سی جزئیات صرف ابن سعد اور واقدی ہی کے یہاں موجود ہیں۔ کتب حدیث اور دیگر روایات صحیحہ میں ان کا سراغ نہیں ملتا۔

یہاں اس بات کی وضاحت بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ سطور بالا میں سیرۃ النبی کے پیش کردہ اقتباسات میں سے آخری اقتباس کا مضمون ابن اسحاق کے یہاں بھی موجود ہے۔ (ابن ہشام ۲/۳۷۵) لیکن خود ابن اسحاق کی روایت عروہ بن زبیر سے مرسلاً مروی ہے۔ لہٰذا مولانا کے اصول کے مطابق یہ بھی کام کی نہیں۔

ان توضیحات کے بعد آخر میں عرض کیا جاتا ہے کہ میں نے مزید احتیاط کے خیال سے نظر ثانی کے وقت ان تمام جزئی واقعات کو جن کی طرف مولانا اعظمی نے اشارہ فرمایا ہے، کم مستند یا غیر مستند کی فہرست سے خارج کر دیا ہے، تاکہ مولانا اعظمی کی طرح دوسروں کو اس سلسلے میں کوئی غلط فہمی نہ ہو۔

مولانا زین العابدین اعظمی صاحب : (۲)

اسی طرح مولانا ظفر احمد صاحب نے سیرۃ النبی سے فتح مکہ کے تفصیلی حالات نقل کر کے یہ اعتراض کیا ہے:

یہ سب ابن اسحاق کا قول ہے، جس کی سند مذکور نہیں۔

مولانا نے یہ تاثر دینا چاہا ہے کہ سند کے انقطاع سے یہ واقعات غیر مستند ہو جاتے ہیں، اس لیے علامہ شبلی کو یہ واقعات سیرۃ النبی میں نقل نہیں کرنا چاہیے تھا۔

اس پر راقم یہ عرض کرتا ہے کہ اس سند کے منقطع ہونے کے باوجود محدثین کے نزدیک یہ واقعات مستند ہیں۔ جیسا کہ امام طحاوی نے اپنی مشہور کتاب شرح معانی الآثار کے باب فتح مکۃ عنوۃ ص ۱۸۵-۱۹۰ تک ذکر کیا ہے اور اس منقطع الاسناد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت کی تائید ایک دوسری منقطع روایت سے کرنے کے بعد ایک سند متصل بھی ذکر کی ہے، جس میں ابن اسحاق نہیں آتے۔

اسی طرح یہ قول بھی ابن اسحٰق کا نہیں، بلکہ طحاوی میں ہے : ابن اسحٰق نے کہا مجھ سے محمد بن مسلم ابن شہاب زہری اور دوسرے شخص نے بھی بیان کیا۔ پھر یہ تمام واقعات ذکر کیے۔

لہٰذا جب محققین اس واقعے کو مستند مانتے ہیں تو علامہ شبلی کی نقل پر اعتراض کرنا صحیح نہیں ہوا۔ واللہ اعلم۔

ظ:

راقم اولاً مولانا اعظمی مدظلہ العالی کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ انھوں نے اس غلطی کی اصلاح کی کہ میں نے فتح مکہ سے متعلق سیرۃ النبی کے جن بیانات کے بارے میں کہا تھا کہ "یہ ابن اسحٰق کا قول ہے، جس کی سند مذکور نہیں" وہ بیانات درحقیقت ابن اسحاق نے امام زہری اور بعض دیگر علما سے نقل کیے ہیں۔ جیسا کہ امام طحاوی کی شرح معانی الآثار سے ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح وہ اس اہم اطلاع کے لیے بھی مستحق شکر ہیں کہ امام طحاوی کے یہاں فتح مکہ سے متعلق حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے موصولاً بھی ایک روایت منقول ہے اور اس کی سند بھی صحیح ہے۔

یقیناً مولانا موصوف نے اپنے استدراک میں ان دونوں امور کا ذکر کر کے مجھ ہیچ مداں کے علم میں اضافہ اور مجھ پر کرم فرمایا ہے۔ (جزاھم اللہ تعالیٰ) چنانچہ میں نے ان سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی متعلقہ عبارتوں میں ترمیم، حذف اور اضافے کر لیے ہیں۔

لیکن اظہار تشکر کے ساتھ اس بات کی وضاحت بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ مولانا اعظمی مدظلہ کا یہ خیال درست نہیں کہ میں نے سلسلۂ زیر بحث میں سیرۃ النبی کی جن روایات کو نقل کر کے، ان کا مرسل یا منقطع وغیرہ ہونا بیان کیا ہے، میں علی الاطلاق ان سب کو غیر مستند سمجھتا ہوں۔ کیونکہ میں نے سیرۃ النبی کے مواد و مشتملات کے تجزیے کے باب میں بالقصد دو لفظ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعمال کیے ہیں ایک ''کم مستند'' اور دوسرے ''غیر مستند''۔

''کم مستند'' سے میری مراد وہ روایات ہیں جو ارسال وانقطاع وغیرہ کی بنا پر صحت و استناد کے اعلا درجے پر تو نہیں۔ تاہم انھیں فی الجملہ اعتبار واستناد حاصل ہے۔ فتح مکہ سے متعلق مذکورہ منقطع روایات کا بھی یہی حال ہے۔

یہاں اگر یہ سوال کیا جائے کہ جب یہ روایات فی الجملہ معتبر ہیں تو انھیں مقام اعتراض میں ذکر کرنے کیا ضرورت ہے؟ سو اس کا جواب یہ ہے کہ علامہ شبلی نے مقدمۂ سیرت میں یہ تاثر دیا ہے کہ عام کتب سیرت میں صحیح رواتیوں کا التزام نہیں کیا گیا ہے۔ اس کے برخلاف ان کی سیرۃ النبی اس باب میں ممتاز ومنفرد ہے۔ یہی خیال ان کے ناواقف عقیدت مندوں کا بھی ہے۔

لہٰذا سیرۃ النبی کی روایات کے مفصل تجزیے کے ذریعے ہم نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ اس باب میں سیرۃ النبی اور دوسری کتب سیرت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ چنانچہ سیرۃ النبی میں بھی ہر طرح کی روایات مذکور ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ منقطع ومرسل روایات خود محدثین کے نزدیک بھی حجت واستناد کے طور پر ہر جگہ پیش نہیں کی جاسکتیں۔ چنانچہ سلسلۂ زیر بحث میں خود امام طحاوی نے سوال وجواب کے پیرایے میں امام زہری اور عکرمہ کی منقطع روایات کی کمزوری کا اعتراف کیا ہے اور پھر اسی کمزوری کی تلافی کے لیے حضرت ابن عباسؓ کی موصول روایت نقل فرمائی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

> فإن قلتم إن حديثي الزهري وعكرمة الذين ذكرنا منقطعان. قيل لكم وقدروى عن ابن عباس رضي الله عنهما حديث يدل على مارويناه، حدثنا فهد بن سليمان ... الخ. فهذا حديث متصل الاسناد صحيح. (شرح معانی الآثار ص ۱۸۹)

اگر امام زہری وعکرمہ کی منقطع روایات موقع استدلال میں پیش کرنے کے لیے کافی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتیں تو امام طحاوی کو حضرت ابن عباسؓ کی موصول روایت کے نقل کی ضرورت پیش نہ آتی۔ واللہ اعلم۔

مولانا سعود عالم قاسمی : (۱)

عتبہ بن ربیعہ اور نبی کریم ﷺ کا جو مکالمہ مولانا شبلی نے نقل کیا ہے، اس کے بارے میں فاضل تنقید نگار نے لکھا ہے کہ :

مولانا شبلی نے پورا مکالمہ کسی حوالہ کے بغیر لکھا ہے۔ ابن اسحاق سے یہ مضمون کئی سندوں سے مروی ہے، لیکن ہر سند میں کوئی نہ کوئی وجہ ضعف موجود ہے۔

راقم کا عاجزانہ خیال یہ ہے کہ ابن اسحاق کے علاوہ مسند عبد حمید، مسند ابویعلی اور بغوی کی معالم التنزیل وغیرہ میں بھی یہ مکالمہ دوسری سندوں سے مذکور ہے۔

حدیث کا اصول یہ بھی ہے کہ ضعیف روایت تعدد طرق کے باعث درجۂ حسن تک پہونچ جاتی ہے۔ یہ اصول مرویات سیرت پر بھی منطبق ہوتا ہے۔

ظ:

راقم عرض کرتا ہے کہ مولانا قاسمی کا استدراک بالکل درست ہے۔ ان کے توجہ دلانے کے بعد میں نے مزید تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ بعض صحیح روایات میں بھی اس مکالمے کا ذکر موجود ہے۔ اس لیے نظر ثانی کے وقت یہ تنقید اصل کتاب سے خارج کر دی گئی ہے۔ مولانا قاسمی اس اصلاح کے لیے شکریے کا مستحق ہیں۔

مولانا سعود عالم قاسمی : (۲)

اسی طرح فاضل تنقید نگار نے حضرت زیدؓ بن ثابت کا آنحضرت ﷺ کے حکم سے عبرانی زبان سیکھنا اور حضرت اُم سلمہؓ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نکاح سے متعلق مولانا شبلی کے بیان پر یہ تبصرہ کیا ہے کہ:

ان میں سے کسی کا حوالہ مذکور نہیں۔ طبری نے ۴ھ کے واقعات کے تحت واقدی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

مگر حضرت زیدؓ بن ثابت کا مذکورہ واقعہ صحیح بخاری کتاب الاحکام میں موجود ہے اور حضرت اُم سلمہؓ کا نکاح الاصابۃ، الاستیعاب اور اسد الغابۃ میں موجود ہے۔

ظ:

راقم عرض کرتا ہے کہ بلاشبہ یہ دونوں واقعات ثابت اور صحیح ہیں اور میں قطعاً اس کا منکر نہیں، لیکن یہ واقعات ۴ھ ہی میں پیش آئے، اس کا ذکر طبری نے واقدی کے حوالے سے کیا ہے اور بظاہر مولانا شبلی نے یہاں طبری کے بیان پر اعتماد کیا ہے۔

صورتِ حال کی مزید وضاحت کے لیے بطور مثال حضرت اُم سلمہؓ کے سال نکاح کو لیجیے۔ حافظ ابن حجر نے ''الاصابۃ'' میں حضرت اُم سلمہؓ کے تذکرے میں اسے ۴ھ کا واقعہ قرار دیا ہے، لیکن اس سلسلے میں انہوں نے کسی روایت کا حوالہ نہیں دیا ہے۔

چونکہ یہ متعین ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ان کا نکاح ان کے سابق شوہر حضرت ابوسلمہؓ کی وفات کے بعد ہوا۔ اس لیے میں نے ''الاصابۃ'' میں حضرت ابوسلمہؓ کے تذکرے سے مراجعت کی۔ وہاں میں نے پایا کہ حافظ موصوف نے ان کے تذکرے میں اولاً ابوبکر بن زنجویہ کا قول نقل کیا ہے کہ ان کی وفات ۴ھ میں غزوۂ احد سے واپسی کے بعد، اس زخم کے ابھر جانے کی وجہ سے ہوئی، جس کا شکار وہ جنگ احد کے دوران ہو گئے تھے۔ پھر اس کی تائید میں ابن سعد کی اس روایت کا حوالہ دیا ہے، جس میں اس سلسلے کی دیگر تفصیلات کے علاوہ، حضرت ابوسلمہؓ کی وفات کا مہینہ اور سال دونوں مذکور ہے۔ آخر میں انھوں نے بتایا ہے کہ یہی جمہور کا قول ہے۔ مثلاً ابن ابی خیثمہ، یعقوب بن سفیان، ابن البرقی اور طبری وغیرہ۔ سب کے آخر میں ابن عبدالبر کا قول نقل کیا ہے کہ وہ اسے جمادی الآخرہ ۳ھ کا واقعہ بتاتے ہیں۔ لیکن حافظ کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزدیک یہ مرجوح اور اول الذکر قول راجح ہے۔ اس سلسلے میں حافظ کی اصل عبارت ملاحظہ ہو:

"قال ابوبكر بن زنجويه توفي ابو سلمة في سنة أربع من الهجرة بعد منصرفه من أحد، انتقض به جرح كان أصابه بأحد، فمات منه، فشهده رسول الله ﷺ. وكذاقال ابن سعد إنه شهد بدرا وأحدا، فجرح بها، ثم بعثه النبي ﷺ على سرية إلى بني أسد في صفر سنة أربع، ثم رجع، فانتقض جرحه، فمات في جمادى الآخرة، وبهذا قال الجمهور كابن أبي خيثمة، و يعقوب بن سفيان، وابن البرقي، و الطبري و الآخرون، وأرخه ابن عبدالبر في جمادى الآخرة سنة ثلاث، والراجح الاول". (الاصابة ۲/۳۲۷)

اب میں نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ خود ابن سعد کا ماخذ کیا ہے۔ سو طبقات ابن سعد میں وہ روایت مل گئی، جس کا حوالہ حافظ ابن حجر نے دیا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس باب میں خود ابن سعد کا ماخذ واقدی ہیں۔ اس طور پر طبری کی طرح ابن سعد کی روایت کا سلسلہ بالآخر واقدی ہی تک جا پہنچا۔ ذیل میں ابن سعد کی روایت ملاحظہ ہو:

"قال أخبرنا محمد بن عمر، قال أخبرنا عمر بن عثمان، قال حدثني عبدالملك بن عبيد، عن عبدالرحمن بن سعيد بن يربوع، عن عمر بن أبي سلمة أن ابلسلمة شهد بدراً و أحداً. وكان الذي جرحه بأحد أبواسامة الجشمي، رماه بمعبلة في عضده، فمكث شهراً يداويه، فبرأ فيمايرى، وقد اندمل الجرح على بغي لايعرفه فبعثه رسول الله ﷺ في المحرم على رأس خمسة وثلاثين شهرا من الهجرة سرية إلى بني أسد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بقطن، فغاب بضع عشرة ليلة، ثم قدم المدينة، فانتقض به الجرح، فاشتكى، ثم مات لثلاث ليال مضين من جمادى الآخرة الخ" (طبقات ۳/۲۴۰)

اس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت زیدؓ بن ثابت اور حضرت ام سلمہؓ سے متعلق علامہ شبلی کے بیانات "مواد و مشتملات" کی بحث میں کیوں ذکر کیے گئے تھے۔ تاہم اب نظر ثانی کے وقت میں نے ان بیانات کو اصل کتاب سے خارج کر دیا ہے تاکہ مولانا سعود عالم قاسمی کی طرح دوسروں کو اس باب میں کوئی اشکال و اشتباہ پیش نہ آئے۔

مولانا عتیق احمد قاسمی (۱)

مولانا شبلی کے قائم کردہ اصول سیرت نگاری کی روشنی میں سیرۃ النبی کے جائزے کا کام اپنی جگہ درست ہے۔ لیکن اس سے اہم کام یہ ہے کہ مولانا شبلی کے اصول سیرت نگاری کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر واضح کیا جائے۔ مولانا شبلی نے روایات سیرت کے اخذ و ترک کے سلسلے میں جن اصولوں کی نشان دہی کی ہے، ان کے درست یا نادرست ہونے پر مفصل گفتگو کی جائے۔ مجھے امید ہے کہ مولانا ظفر احمد صدیقی اس موضوع پر پوری توجہ کریں گے... روایات سیرت میں محدثانہ اصول جرح و نقد کے استعمال پر اطمینان بخش گفتگو کریں گے۔

ظ:

راقم عرض کرتا ہے کہ یہاں کئی الگ الگ مباحث ہیں۔ ایک یہ کہ کوئی مصنف سیرت نگاری کے سلسلے میں اپنے لیے کچھ بلند اصول اور عمدہ شرائط طے کرتا ہے تو آیا اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب بے شبہ اثبات میں ہوگا۔ چنانچہ خود امام بخاری و مسلم نے سیر و مغازی سے متعلق جو روایات صحیحین میں داخل کی ہیں، وہ ان دونوں کے اپنے اپنے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصول وشرائط کے مطابق ہیں۔ یہی کیفیت دیگر اصحاب سنن ومسانید کی ہے۔ لہٰذا اگر علامہ شبلی نے اصولی طور پر یہ طے کرلیا کہ وہ صرف روایات صحیحہ مسندہ کے ذریعے اپنی سیرۃ النبی ترتیب دیں گے، تو اصولاً یہ کوئی قابل اعتراض بات نہ تھی، بشرطیکہ علامہ نے اپنی کتاب میں ان اصولوں کی پاسداری کی ہوتی۔ لیکن جیسا کہ پیش نظر کتاب میں تفصیل کے ساتھ عرض کیا گیا، مصنف علام خود اپنے ہی وضع کردہ اصولوں پر قائم نہ رہ سکے، کیوں نہ رہ سکے؟ اس کے اسباب ووجوہ اس کتاب کے آخری عنوان ''خاتمۂ کلام'' میں ذکر کیے جاچکے ہیں۔ اس لیے یہاں ان کے اعادے کی حاجت نہیں ہے۔

دوسری بحث یہ ہے کہ آیا صرف روایات صحیحہ مسندہ کے ذریعے کوئی کتاب سیرت مرتب کی بھی جاسکتی ہے یا نہیں؟ راقم کا خیال ہے کہ یقیناً مرتب کی جاسکتی ہے، لیکن یہ کتاب نسبتہً مختصر ہوگی اور اس میں سیرت کے تمام ابواب اور تمام عنوانات کا احاطہ واستیعاب نہیں کیا جاسکتا۔ مزید برآں ہر باب کی جزئیات وتفصیلات بھی بہ تمام وکمال نہیں آسکتیں۔

یہیں سے اس سوال کا جواب بھی مل جاتا ہے کہ عام طور پر سیرت نگاروں نے اپنی کتب سیرت میں صرف روایات صحیحہ مسندہ کا التزام کیوں نہیں کیا؟ جیسا کہ عرض کیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سیرت کے ہر باب اور ہر عنوان سے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لیے قبول روایت کے باب میں انھیں اپنی شرائط نرم کرنی پڑتی ہیں۔ پھر ان کے پیش نظر یہ بات بھی رہتی ہے کہ ضعیف، مرسل یا منقطع روایات جب کئی طریق سے مروی ہوں تو ان میں فی الجملہ قوت آجاتی ہے اور نفس مضمون کے ثبوت میں شبہ نہیں رہ جاتا۔ اسی لیے حافظ ابن کثیر، ابن سید الناس اور امام بیہقی جیسے محدثین کئی کئی سیرت نگاروں مثلاً ابن اسحاق، موسیٰ بن عقبہ اور واقدی وغیرہ کے بیانات ایک ساتھ نقل کرتے جاتے ہیں۔ بالعموم ان بیانات کا سلسلہ الگ الگ راویوں پر منتہی ہوتا ہے اور گو کہ یہ روایتیں منقطع یا مرسل ہوتی ہیں، لیکن ان سے ایک دوسرے کی تائید وتقویت ہوجاتی ہے۔

اس بحث کے بعض علمی اور واقعاتی پہلو اور بھی ہیں، انھیں اس کتاب کے ضمیمہ (۲) تتمۂ استدراکات کے تحت مولانا مجیب الغفار صاحب کے مضمون میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا عتیق احمد قاسمی: (۲)

مولانا ظفر احمد صدیقی کے مقالے میں یہ تشنگی محسوس ہوتی ہے کہ انہوں نے ''سیرۃ النبی'' کے قدیم ناقدوں اوران کی تنقیدوں کا اجمالی جائزہ بھی پیش نہیں کیا۔ خصوصاً جن تنقید نگاروں نے سیرۃ النبی کے استناد وعدم استناد پر گفتگو کی ہے، سیرۃ النبی کی روایات وجزئیات کو موضوع نقد وجائزہ بنایا ہے، ان کے تنقیدی کاموں کا کچھ تعارف ہونا ہی چاہیے تھا، تاکہ یہ جانا جاسکے کہ مولانا ظفر احمد صدیقی نے سیرۃ النبی سے متعلق تنقیدی سرمائے میں کس قدر اضافہ کیا ہے؟ ان کے اور قدیم ناقدین کے کام میں کیا بنیادی فرق ہے؟۔

ظ:

راقم عرض کرتا ہے کہ سیرۃ النبی کے قدیم ناقدین کا اجمالی ذکر اس کتاب کے مختلف مباحث کے ضمن میں موجود ہے۔ مزید برآں مولانا برہان الدین سنبھلی مدظلہ العالی کے ''تاثرات'' میں اس کی یک گونہ تفصیل بھی آگئی ہے۔ ویسے یہ ایک مستقل مقالے کا موضوع ہے۔ اس لیے یہاں بہت زیادہ تفصیل مین جانے کی ضرورت بھی نہ تھی۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی راقم کے پیش نظر رہی ہے کہ سیرۃ النبی کے متعلق جو کچھ بھی لکھا جائے، وہ اس کتاب کے آزادانہ مطالعے کا نتیجہ ہو، تاکہ کہی ہوئی باتوں کے غیر ضروری اعادہ وتکرار کی صورت نہ پیدا ہو۔ اس لیے قدیم ناقدوں کی تحریروں کے مفصل مطالعے سے شعوری طور پر احتراز کیا گیا، تاکہ پیش نظر کتاب کی آزادانہ حیثیت برقرار رہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ (۲)

تتمۂ استدراکات

مولانا مجیب الغفار صاحب (شیخ الحدیث جامعہ مظہر العلوم، بنارس) نے اپنے مفصل مضمون میں بعض رفقائے دارالمصنفین کے بیانات سے متعلق بطور استدراک کچھ قابل ذکر باتیں قلم بند فرمائی ہیں، نیز اصول سیرت نگاری اور ''درایت'' سے متعلق بعض اہم اقتباسات نقل کیے ہیں۔ آئندہ صفحات میں بطور تتمۂ استدراکات مناسب ترتیب وتہذیب کے ساتھ انھیں نقل کیا جاتا ہے:

منظور ہے گذارش احوال واقعی

مولانا ظفر احمد صدیقی کی ایک تحریر کا سلسلہ... ''مولانا شبلی بحیثیت سیرت نگار'' کے عنوان سے ''ترجمان الاسلام'' کی متعدد اشاعتوں میں اہل قلم کے سامنے آتا رہا ہے۔ میں نے یہ مضمون بغور پڑھا ہے اور فائدہ اٹھایا ہے۔

...اکابر علمائے اسلام نے اپنی تصنیفات میں خامیوں اور غلطیوں کے امکان کا اظہار فرمایا ہے۔ آج کل ہمارا یہ حال ہو گیا ہے کہ ہم ''ہیچ نمی دانی'' کے باوجود ''ہمہ دانی'' کے مدعی نظر آتے ہیں...

میں نے جو ابھی عرض کیا کہ ہم اپنی اور اپنے بزرگوں کی تصنیفات کو صحیفۂ آسمانی سے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کم درجہ دینے پر راضی نہیں ... ہمارے ایک بزرگ رفیق دارالمصنفین بھی حضرت علامہ شبلی مرحوم کی سیرۃ النبی کو شاید کچھ ایسا ہی سمجھ رہے ہیں۔ معارف شمارہ نومبر ۱۹۹۵ میں لکھتے ہیں:

> پچھلی اشاعت میں سیرت کے زمانہ تصنیف ہی میں اس کے خلاف ہونے والی معاندانہ مہم اور اس کی ناکامی کا ذکر آیا تھا۔ کتاب کی اشاعت کے بعد بھی بعض طبقوں کی جانب سے کچھ اعتراضات ہوئے، جو عموماً بے وزن اور ناقابل التفات تھے۔ اب بھی اس کی مخالفت اور بے جا و سطحی اعتراضات کا سلسلہ جاری ہے، جن میں انہی فرسودہ اور لغو باتوں کا اعادہ بہت زور و شور سے بظاہر محققانہ لیکن حقیقتاً غیر محققانہ اور مبتذل انداز میں کیا جا رہا ہے۔ (ص ۳۲۵)

...حضرت ذرا غور فرمائیں کیا ارشاد فرما رہے ہیں... بصد ادب جناب والا سے ایک مسترشدانہ سوال کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔ سوال یہ ہے کہ آپ کے نزدیک علامہ شبلی اور ان کی سیرۃ النبی کے تئیں حضرت سید صاحب کی کیا حیثیت ہے؟ کیا انھوں نے سیرۃ النبی کی اشاعت کے بعد علامہ شبلی کی تصنیفی غلطیاں نہیں ظاہر کیں؟ کیا انھوں نے ان کے نظریے سے اختلاف نہیں کیا ہے؟ کیا انھوں نے مصنف کے بیان پر نقد و تبصرہ نہیں کیا ہے؟ کیا ان کو بھی آپ مولانا شبلی کے حاسدین اور معاندین میں شمار کریں گے؟ کیا ان کے استدراکات و تعقبات وغیرہ بھی آپ کے نزدیک عموماً بے وزن اور ناقابل التفات نیز فرسودہ، لغو، مبتذل اور غیر محققانہ ہیں؟

آپ کی ذات گرامی کے ساتھ اس حقیر کا یہی حسن ظن ہے کہ جناب والا علمی و تحقیقی میدان میں اپنے اور پرائے کے ساتھ امتیاز برتنے کی تہمت سے پاک ہوں گے تو پھر کیا بات ہے کہ وہی بات دوسرے لوگ کہیں تو معاندانہ مہم ہو جائے اور وہی بات کوئی اپنا کہے تو وہ مخلصانہ ہو جائے۔

کیا ستم ہے ان کی ہر لغزش خرام ناز ہو
ہم جو کچھ بہکیں تو ہم کو لوگ دیوانہ کہیں

...سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سیرۃ النبی جلد سوم کے اندر "ضمیمہ اول استدراک و تصحیح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اغلاط سیرۃ النبی جلد اول" عنوان قائم فرما کر دو سطر کی مندرجہ ذیل عبارت لکھی ہے:

"مصنف کی ناگہانی وفات کے باعث سیرت کے اوراق میں اغلاط و مسامحات رہ گئے تھے، جن کی طرف بعض دوستوں نے متوجہ کیا۔ اس لیے ان پر استدراک کی ضرورت محسوس ہوئی، تاکہ کتاب ہر حیثیت سے صحیح اور قابل قبول ہو"۔

...ذرا ملاحظہ فرمایئے سید صاحب تو اغلاط و مسامحات کی طرف متوجہ کرنے والوں کو دوستوں میں سے سمجھ رہے ہیں اور آپ اسے "معاندانہ مہم" فرما رہے ہیں۔ میں سخت حیرت میں ہوں کہ اس انعکاس تعبیر کی کیا توجیہ کروں؟

...عام انسان خواہ وہ فضل و کمال کے بلند مرتبے پر فائز کیوں نہ ہو خطا و نسیان، تسامحات اور علمی لغزشوں سے نہیں ہو سکتا۔ عصمت صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے۔

العلم للرحمن جلّ جلاله

وسواه فی جهلاته یتغمغمُ

اس لیے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ کسی شخصیت کا کوئی بھی علمی کارنامہ تسامحات، اغلاط اور لغزشوں سے یکسر پاک و صاف قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہیں سے علمی استدراکات اور تعقبات کی گنجائش بلکہ ضرورت کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ چنانچہ صحابۂ کرامؓ کے زمانہ میں ہمیں استدراکات سراغ ملتا ہے۔ (بخاری: کتاب التفسیر ۲/۶۸۷)

عہد صحابہ کے بعد سے مسلمانوں کی علمی تاریخ کے ہر دور میں استدراک کی یہ روایت تسلسل اور استواری کے ساتھ موجود نظر آتی ہے۔ چنانچہ کسی فن کی کوئی اہم کتاب اٹھا لیجئے، اس میں مصنف جہاں ایک طرف اپنے پیش رؤں کے علم و فن سے اکتساب فیض کرتا دکھائی دیتا ہے، وہیں دوسری جانب وہ بعض متقدمین نیز معاصرین کے افکار و نظریات و اقوال و بیانات سے اختلاف بھی کرتا جاتا ہے۔ نیز انھیں نقد و ایراد کا نشانہ بھی بناتا رہتا ہے۔

جہاں یہ بات ہے وہیں یہ امر بھی مستحضر رہنا چاہیے کہ کس متاخر معترض کے تمام استدراکات درست اور حق بجانب ہوں اور اگلوں سے ہر جگہ غلطی ہی کا صدور ہوا ہو، یہ ضروری

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں، لیکن اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ اکتساب واستدراک کا یہ ذوجہتین عمل کسی قوم کی علمی زندگی کی پہچان ہے، بلکہ ایک طرح کا مقیاس العلم ہے، جس سے کسی قوم کے درجۂ علمی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آیا وہ جمود وتعطل کا شکار ہے یا اس میں پیش رفت کی طاقت وقوت باقی ہے؟

اس کے ساتھ ہی اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ استدراکات ہمیشہ بلند پایہ مصنفین اور زندہ جاوید تصانیف پر کیے جاتے ہیں۔ غیر اہم اور گمنام مصنفین کے نصیب میں یہ سعادت نہیں آتی کہ انھیں تنقید واحتساب کا نشانہ بنایا جائے اور ان کی ایک ایک سطر، ایک ایک جملے اور ایک ایک حرف کا بالاستعیاب اور بنظر غائر مطالعہ کیا جائے۔ اس لیے کسی شخصیت یا کسی تصنیف سے محبت رکھنے والوں کو اپنی محبوب شخصیت یا تصنیف کا علمی جائزہ لینے والوں کا مشکور وممنون ہونا چاہیے کہ ایک اہم خدمت جو اصلاً اور اصولاً انھیں انجام دینی تھی، اس کا بار دوسروں نے اٹھالیا۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ معترض کو طنز وتعریض اور استہزا وتمسخر کا پیرایہ نہیں اختیار کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ بھی پیش رو کی حق تلفی اور حق ناشناسی کی علامت ہے۔ اور انسانی ضابطۂ اخلاق اس کی اجازت بھی نہیں دیتا۔

خوشی کی بات ہے کہ مولانا ظفر احمد صدیقی ان اصولوں پر پورے اترے ہیں... مولانا کا کام بلکہ کارنامہ ہوس شہرت کا نہیں، گہرے خلوص کا نتیجہ ہے۔

مولانا اس سلسلے میں جو محنت کی ہے، وہ مستقل ایک تصنیف کے برابر ہے، بلکہ اس سے بھی ہوا۔ ہمارے شیخ حضرت مولانا عبدالفتاح ابوغدہ الحلبی لکھتے ہیں:

> إن تحقيق النصوص كثيرا مايكون أشق من التاليف المستأنف (مقدمة الرفع والتكميل طبع اول ص ٦)
>
> (کسی کتاب کے حوالے اور اس کی نصوص کی تحقیق میں بسا اوقات آدمی کو اتنا تعب ہوتا ہے کہ از سر نو مستقلاً کسی نئی کتاب کی تالیف میں بھی اتنا نہیں ہوتا۔)

ان تمام صعوبتوں کے باوجود سعادت مند اخلاف اپنی سعادت اسی میں سمجھتے ہیں کہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے اسلاف اور محبوب شخصیات کی تصنیف کو منتخب کیا جائے اور اس کی ایک ایک سطر، ایک ایک جملے اور حرف حرف کا بالاستیعاب اور بنظر غائر مطالعہ کیا جائے۔ کتاب کو اس کے اصل ماخذوں سے ملا کر دیکھا جائے اور مقابلہ و مطابقت کی جائے، تاکہ کتاب کے مقام اور اس کی تحقیقی واستنادی حیثیت کے بارے میں نہایت اعتماد اور بصیرت کے ساتھ "وشهد شاهد من أهلها" کی حیثیت سے شہادت دی جا سکے۔

اگر اتفاق سے اس ہفت خواں کے طے کرنے میں اپنے اسلاف اور بزرگوں کی کچھ غلطیاں اور فروگذاشتیں معلوم ہو جائیں، یا یہ سمجھ میں آجائے کہ ان کا قول اور استنباط واستدلال کتاب وسنت یا جمہور امت کے خلاف ہے تو اسے بھی نہ چھپایا جائے۔ بلکہ "الدين النصيحة" کے پیش نظر نہایت ہی امانت ودیانت کے ساتھ ظاہر کر دیا جائے اور یہ کام نئی تصنیف سے بھی زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ اگر اس فریضے کو انجام نہیں دیا گیا تو امت کا ایک طبقہ بڑے ضرر میں مبتلا ہو جائے گا، اس لیے کہ بقول علامہ شبلی :

> جو لوگ ان اکابر کی تقلید کرتے ہیں، ان میں ہزاروں ایسے ہوتے ہیں جن کو خود نیک وبد کی تمیز نہیں ہوتی۔ اس لیے وہ اچھی باتوں کے ساتھ اکابر کی غلطیوں کی بھی تقلید کرنے لگتے ہیں اور سلسلہ در سلسلہ تمام قوم میں اس کا اثر پھیل جاتا ہے۔

مولانا ظفر احمد صدیقی نے "مولانا شبلی بحیثیت سیرت نگار" کے اندر یہی فریضہ انجام دیا ہے اور وہ مبتدع نہیں بلکہ اس امر میں سلف کے متبع اور پس رو ہیں اور گویا انھوں نے علامہ شبلی کی اجازت ہی سے اس دشتِ خار میں قدم رکھا ہے۔

روایاتِ سیرت کی تحقیق وتفتیش میں محدثانہ اصولوں کو بروے کار لانے کی بحث:

فاضل مقالہ نگار نے ایک اہم بحث اٹھائی ہے جو بلاشبہہ اہل علم کی توجہ خاص کی مستحق ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ میں بھی کچھ عرض کر دیا جائے وہ لکھتے ہیں کہ :

> روایات سیرت کی تحقیق وتفتیش کے سلسلے میں محدثانہ اصولوں کو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بروئے کار لانا اور ارسال وانقطاع یا دوسرے وجوہِ ضعف کی بنا پر انھیں غیر مستند قرار دینا کس حد تک مناسب ہے؟ اور کیا اس قسم کی روایات سے مدد لیے بغیر محض روایات صحیحہ مسندہ کے ذریعے کوئی کتاب سیرت مرتب کی جاسکتی ہے؟ اور کیا سیرت پر عربی واردو میں اب تک جو صدہا کتابیں لکھی جاچکی ہیں ان میں سے کوئی صحت واستناد کے اس معیار پر پوری اترتی ہے؟ جس کا مطالبہ مولانا شبلی کی سیرۃ النبی سے کیا جارہا ہے، سو جواباً عرض ہے کہ روایات سیرت اور کتب سیرت کی محدثانہ اصولوں کے مطابق تحقیق وتفتیش اور پھر ان کے استناد کی بحث مولانا شبلی نے ہی اٹھائی ہے اور مقدمۂ سیرۃ النبی میں انہوں نے اس پہلو پر خاص طور سے زور دیا ہے کہ کتب سیرت اور روایات سیرت بالعموم معتبر نہیں ہیں اس لیے خود ان کے قائم کردہ اصولوں کی روشنی میں سیرۃ النبی کا جائزہ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

یہ حقیر عرض کرتا ہے کہ اس اہم علمی مسئلہ پر حضرت مولانا محمد بدر عالم صاحب مدنیؒ نے ترجمان السنہ جلد چہارم میں نہایت ہی سیر حاصل اور محققانہ بحث فرمائی ہے ان کی رائے اس ہیچ مداں کے نزدیک بہت وقیع اور معتدل ہے اس لیے پہلے ان کی گرانقدر رائے ذکر کرتا ہوں اس کے بعد ان کی بحث کا ایک حصہ بھی نقل کروں گا جو باعثِ بصیرت ہے۔ مولانا لکھتے ہیں :

ہمارے نزدیک گو مجموعی دین سند کے ساتھ ہی منقول ہوا ہے مگر جس طرح اس مجموعہ کے اجزاء میں مراتب کا تفاوت تھا اسی طرح اس کی نقل میں بھی مراتب تفاوت کا لحاظ رہا ہے، اور یہ صرف محدثین کا تساہل نہیں، بلکہ ان کی مراتب شناسی کا نتیجہ تھا اور بالکل معقول تھا، وہ خوب جانتے تھے کہ ہر جگہ شدت اختیار کرنے سے سیرت اور فضائل اعمال کا بڑا حصہ ضائع ہوجائے گا اور ہر جگہ تساہل

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے سے احکام وعقائد کا بنیادی حصہ بھی مشتبہ ہو جائے گا۔ اس لیے سیرت کے اس حصہ پر وہی نقد وتبصرہ شروع کر دینا جو احکام وعقائد کی حدیثوں پر محدثین کا معمول رہا ہے، ان کے طریق سے بالکل ناواقفی ہے محدث صابونی، معجزہ کی ایک روایت پر جرح کر کے لکھتے ہیں :هو فی المعجزات حسن (زرقانی ۱/۱۲۷) یعنی معجزات میں وہ روایت اچھی ہے، حافظ ابن کثیر اس سلسلہ کی ایک روایت نقل کر کے لکھتے ہیں:

وهذا سياق حسن، عليه البهاء والنور وسيما الصدق وان كان فى رجاله من هو متكلم فيه (البدايه والنهايه ۲/۳۱۹)

اس واقعہ کی اسناد میں اگر چہ ایسے راوی ہیں جن میں کلام کیا گیا ہے، بایں ہمہ یہاں ایسے قرائن موجود ہیں جن کی وجہ سے اس روایت پر صدق وصفا کا نور چمک رہا ہے۔ (انتہیٰ)

حافظ زرقانی شرح مواہب میں اصول کے طور پر لکھتے ہیں:

لان عادة المحدثين التساهل فى غير الاحكام والعقائد (زرقانی ۱/۱۷۲)

یہ اس لیے کہ محدثین کی عادت ہے کہ عقائد واحکام کے علاوہ دوسری روایتوں میں وہ نرمی برتتے ہیں۔ (انتہیٰ)

حافظ ابن الصلاح اپنی مشہور تصنیف ''مقدمہ'' میں تحریر فرماتے ہیں :

اہل حدیث اور دوسرے اصحاب کے نزدیک بھی اسانید میں نرمی برتنی جائز ہے بلکہ موضوع حدیثوں کے علاوہ ہر قسم کی روایت کرنا درست ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ شریعت کے احکام اور اللہ تعالیٰ کی صفات کے علاوہ ان ضعیف حدیثوں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضعف پر تنبیہ کرنا بھی لازم نہیں، خلاصہ یہ ہے کہ مواعظ اور فضائل اعمال اور ترغیب کی حدیثوں میں جن کا احکام سے تعلق نہ ہو ضعیف حدیثیں روایت کرنی یہ سب درست ہیں۔ (مقدمہ مصری ص ۳۹)

ان کبار علماء کی تصریحات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عام سیرت تو درکنار اعمال کے متعلق فضائل کی حدیثوں میں بھی ضعیف حدیثیں روایت کی جاسکتی ہیں۔ اور یہ کہ حدیث "من کذب علی الخ" کا اس سے کوئی تعلق نہیں، یہاں یہ لکھ ڈالنا کہ معجزات ہوں یا فضائل ضروری ہے کہ آپ کی طرف جس چیز کی بھی نسبت کی جائے وہ شک وشبہہ سے پاک ہو،، یہ بالکل خلاف تحقیق ہے پھر اس کی نسبت امام نووی، ابن جماعہ، عراقی اور بلقینی وغیرہ محدثین کی جانب کرنی یہ ایک علمی سہو ہے اور خلاف واقع ہے، فضائل تو درکنار، حلال وحرام کی تمام حدیثوں کے متعلق بھی یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ آپ کی جانب ان کی نسبت ہر جگہ شک وشبہہ سے پاک ہے یہ صرف معتزلہ کی ایک "خوش کن تعبیر" ہے اور بس۔ علماے شرع کے نزدیک یقین کے ساتھ ظن بھی حجت ہے۔ (۸۹-۹۱)

اب آپ سیرت سے متعلق وہ بحث بھی پڑھ لیں جس کو نقل کرنے کا احقر نے وعدہ کیا ہے وھو ھذا۔

سیرت کے تین حصے:

آپ کی سیرت کے تین حصے سامنے آتے ہیں۔

۱۔ ولادت سے قبل، ۲۔ ولادت کے بعد اور نبوت سے قبل، ۳۔ تیسرا نبوت اور بعثت کے بعد، ظاہر ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت اور اس سے قبل کے حالات یا تو آپؐ کے گھر والے یا خاندان کے دوسرے افراد یا کسی راہب یا کسی ہاتف، جن یا کسی کاہن یا منجم کے ذریعے سے منقول ہوئے ہیں اور یہی ہو بھی سکتا تھا یا عام شہرت پر اس کی بنیاد ہوئی ہے، اور یہ تمام طریقے دنیا میں سیرت کی نقل وترتیب کے لیے کافی سمجھے جاتے ہیں۔ یہاں شہادت وروایت کی دیگر شرائط تو درکنار سب سے پہلی شرط "اسلام" ہی مفقود ہے۔ ان کے لیے کون شخص ہے جو

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت کے اسلامی دور کی شرائط لازم، بلکہ معقول سمجھے، اس کے بعد پھر جب اسلامی دور آیا تو آپ ﷺ کی ہمہ صفت موصوف شخصیت، آفتاب آمد دلیل آفتاب بن کر سب کے سامنے موجود تھی۔ ہر شخص اپنے معیار پر اس کو پرکھ رہا تھا اور بڑی آسانی کے ساتھ منزل مقصود پر پہنچ رہا تھا۔ کس کو ضرورت تھی کہ وہ روزمرہ کے چشم دید واقعات کو نقد و تبصرہ کی میزان میں تولنے بیٹھتا۔ ان حالات میں یہ کون قیاس کر سکتا ہے کہ سیرت کے اس حصہ کے متعلق بھی جو آپ کی نبوت، بلکہ ولادت سے بھی پہلے ہے، کوئی اسناد ہاتھ لگ سکتی ہے؟ اس لیے بہت ممکن تھا کہ دنیا کے دیگر مشاہیر بزرگوں کی طرح اس کو بھی صرف ''عام شہرت'' کی بنا پر مدون کر دیا جاتا اور اگر ایسا کیا جاتا تو جس طرح دنیا کی ان شخصیتوں کے حالات جن پر دنیا کی تاریخ کا مدار ہے آج تک معتبر سمجھے جا رہے ہیں آپؐ کے حالات بھی معتبر سمجھے جاتے، مگر ہمارے محدثین کی سخت گیری نے آپ کی سیرت کے معاملے میں یہاں بھی سند کا مطالبہ سامنے رکھ لیا اور اپنے زمانے سے لے کر آخر تک جن جن افراد سے وہ واقعات منقول ہوئے تھے ان کو دنیا کے گوشہ گوشہ سے لا کر سب کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ اب آپ کو اختیار ہے کہ ان کے اس تشدد پر آپ محدثین کے ذمہ الزامات لگائیں یا ان کی داد دیں۔

آپ کی سیرت کا تیسرا حصہ وہ ہے جو بعثت کے بعد سے متعلق ہے اس کے بھی دو حصے ہیں۔ ایک حصہ عقائد و اعمال کا ہے اور دوسرا آپ کی عام زندگی کا، پھر آپ کی عملی زندگی میں بھی ہم کو دو قسمیں نظر آتی ہیں۔ ایک آپ کی ''خصوصیات'' جیسے صوم وصال وغیرہ اور دوسری اتفاقیہ عادات۔ اسی بنا پر فقہ میں بھی سنن ہدیٰ اور سنن زوائد کے دو عنوان الگ الگ قائم کر دیے گئے ہیں۔ سنن ہدیٰ سے مراد آپ کی وہ شریعت ہے جس کی اتباع کی آپ کی امت بھی مامور ہے اور جو آپ کی اتفاقی عادات تھیں وہ سنن زوائد میں داخل ہیں، آپ کی امت ان کی اتباع کی مکلف نہیں، یہ الگ بات ہے کہ صحابہ میں ایک جماعت ایسی بھی نظر آتی ہے جنھوں نے اپنے جذبات اور شغف اتباع میں آپ کی اتفاقات میں بھی اتباع کی ہے۔ پھر آپ کی شریعت کے اس حصہ پر جب نظر کی جاتی ہے جو سنن ہدیٰ کہلاتا ہے تو اس کے بھی دو پہلو نظر آتے ہیں ایک وہ جو امت سے متعلق ہے مثلاً کسی چیز کا حلال، حرام، واجب اور مستحب ہونا، دوسرا وہ جو بندوں کے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعمال کے ثواب وعقاب سے متعلق ہے، مثلاً کسی عبادت کا ثواب یا کسی گناہ کے عذاب کی مقدار یا جنت و دوزخ کے راحت و آلام کا تذکرہ۔ اگر چہ دین مجموعی لحاظ سے ان دونوں اجزاء کو شامل ہے، لیکن جہاں تک اعمال امت کا تعلق ہے وہ صرف پہلی قسم ہے۔ دین کا یہ حصہ جو عمل یا عقیدہ سے متعلق ہے اس میں بال برابر بھی فرق آنے سے دین ''اور تحریف دین،، یعنی سنت اور بدعت کا فرق پڑ جاتا ہے اس کے برخلاف اگر کوئی شخص بالفرض کسی عبادت کے ثواب یا کسی گناہ کے عذاب میں کچھ نشیب وفراز کر گزرتا ہے تو اگر چہ بلاشبہ وہ ایک بڑی غلطی کا مرتکب ہے لیکن اس سے دین کے عملی حصہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا اس کے بدعواقب کی ذمہ داری تنہا اسی کی ذات تک محدود رہتی ہے۔

اس تفصیل کے بعد جب آپ سلف کے حالات پر نظر ڈالیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ ان تمام اقسام اور ان مین فروق کی رعایت کرتے تھے، جہاں ان کے سامنے کسی عقیدہ کی بحث آگئی بس یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہاں ان کو لفظی ترمیم کرنی بھی برداشت نہ تھی، اور جب کوئی عمل کا باب آیا بس وہیں کب، کیسا اور کتنا کی بحث شروع ہوگئی۔

.....حدیثوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جب کبھی وہ احکام وعقائد کی حدیث روایت کرتے تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا، گلے کی رگیں پھول جاتیں آواز کانپنے لگتی اور اسی پر بس نہیں بلکہ روایت حدیث کے بعد احتیاط کے جتنے کلمات وہ استعمال کر سکتے تھے کر لیتے مثلاً "کماقال" "نحوہ" "مثلہ" سلام کا ایک معمولی سا مسئلہ جب حضرت عمرؓ کے سامنے آپ ﷺ کی نسبت کے ساتھ ذکر کیا گیا تو فوراً انھوں نے تہدید آمیز لہجہ میں اس پر شہادت پیش کرنے کا مطالبہ فرمایا، حتی کہ اس قسم کے واقعات سے محدثین کے ہاں یہ بحث پیدا ہوگئی کہ ''خبر واحد'' سلف میں حجت سمجھی جاتی تھی یا نہیں؟ اس کے برخلاف آپ کی زندگی کے عام واقعات تھے وہ ان پر اسی طرح یقین کر لیتے تھے، جس طرح ہمیشہ ان پر دنیا یقین کرتی چلی آئی ہے۔ اور اسی طرح ان کی روایت کرنے میں بھی عرف وعادت کی مطابق آزاد نظر آتے تھے۔ صحابہ کے اس طرز عمل سے یہ اندازہ ہوتا کہ ہے آپ ﷺ کی زندگی کے ان مختلف حصوں کی روایت کرنے میں ان کے نزدیک بھی سختی ونرمی کا فرق ملحوظ رہتا تھا، انتہی۔ (ترجمان السنہ جلد چہارم ۸۷تا۸۹)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک بہت بڑا فتنہ :

علامہ شبلیؒ نے مقدمۂ سیرت میں حدیثوں کے جانچنے اور پرکھنے کے کچھ اصول جن کو درایت سے تعبیر کیا جاتا ہے "فتح المغیث" کے حوالہ سے نقل کیے ہیں لیکن افسوس کہ ملا علی قاریؒ کی "موضوعاتِ کبیر" سے وہ عبارت نہیں نقل کر سکے جو "فتح المغیث" کی عبارت کو کما حقہ سمجھنے میں معین و مددگار ثابت ہوتی، حالانکہ علامہ نے مقدمہ میں "موضوعات کبیر" کا نام لیا ہے اور اس سے حدیثوں کے نامعتبر ہونے کے چند اصول بھی لکھے ہیں۔ لیکن ان اصولوں کو برتنے اور بروئے کار لانے کا اختیار اور اتھارٹی (Authority) کن کو ہے؟ اور ان کے علم کا معیار کیا ہے؟ اس سلسلہ میں اہم اور اساسی عبارت کو اس سے نقل کرنا بھول گئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علامہ نے قانون اپنے ہاتھ میں لے لیا اور کتنی ایسی صحیح مستند حدیثوں کو بلاقصور دار پر چڑھا دیا جن کی صحیح توجیہ ان کی عقل میں نہیں آسکی۔ حالانکہ قانون ہاتھ میں لینا اور اس میں انٹر فیر (Interfere) کرنا خوش ادائی ہو تو ہو لیکن کوئی دانائی بھی ہے؟ اسے کوئی دانا تسلیم نہیں کر سکتا۔ دنیا جانتی ہے کہ کوئی انگریزی زبان و ادب کا ماہر خواہ کتنا ہی بلند پایہ کیوں نہ ہو انگریزی زبان میں لکھی ہوئی سرجری کی کتابیں پڑھ کر دل کا آپریشن تو درکنار معمولی آپریشن کرنے کا بھی مجاز نہیں ہو سکتا۔ لیکن افسوس کہ علامہ تاریخ میں مہارت کی سند کی بنا پر اپنے نرسنگ ہوم میں بدون فن حدیث میں اتھارٹی اور اسپسلائزیشن کے روایات صحیحہ کا آپریشن کرنے لگے اور اپنے متبعین کو بھی سمجھا گئے کہ "جو واقعہ خلاف قیاس بیان کیا جائے قطعاً سمجھ لینا چاہیے کہ غلط ہے" یعنی اپنی ہی عقل کو عقل کل سمجھ کر ان تمام روایات کا آپریشن کرتے جاؤ، جو عقل، اصول مسلمہ، محسوسات و مشاہدہ وغیرہ کے خلاف معلوم ہوں اور ہرگز ہرگز ماہرین فن حدیث کی طرف رجوع کرنے کی زحمت نہ کرنا حالانکہ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ منہاج السنہ (۱۰/۴) میں لکھ گئے ہیں:

المنقولات فیها کثیر من الصدق وکثیر من الکذب والمرجع فی التمییز بین هذا وبین هذا الی اهل الحدیث کما یرجع الی النحاة فی النحو ویرجع

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الی علماء اللغة فیما هو من اللغة، وکذلک علماء الشعر والطب وغیر ذ لک فلکل علم رجال یعرفون به۔ والعلماء بالحدیث اجل قدرا من هولاء، واعظمهم صدقاواعلا هم منزلة واکثرهم دینا۔ (انتهیٰ)

(الاجوبة الفاضلة للامام اللکنوی ص۱۴۲)

منقولات کے اندر بہت کچھ سچ بھی ہے اور بہت کچھ جھوٹ بھی، ان میں فرق وامتیاز کے لیے اہل حدیث یعنی ماہرین فن حدیث کی طرف رجوع کرنا لازم ہے جس طرح نحوی، لغوی اور شعر وطب وغیرہ علوم کے قضیوں میں ان کے ماہر علماء کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ پس ہر علم وفن کے اندر ماہر علماء موجود ہیں جو مہارت میں انھیں علوم کے ساتھ معروف ومشہور ہیں۔ اور علماے حدیث تو ان سب میں اپنی جلالت قدر، اور علو منزلت، نیز صدق وصفا اور تدین میں بڑھے ہوئے ہیں (تو ان کی طرف رجوع نہ کرنا کب قرین قیاس ہوسکتا ہے۔)

علامہ نے جہاں درایت کا معنی ومفہوم سمجھنے میں غلطی کی ہے وہیں ضعف استدلال بلکہ استدلال بلا دلیل کے شکار ہوگئے ہیں چنانچہ آگ پر پکی ہوئی چیز کے کھانے سے وضو ٹوٹ جانے والی حضرت ابو ہریرہؓ کی مرفوعاً صحیح حدیث (جس کا حکم منسوخ ہو چکا ہے) کے بارے میں لکھتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہ کو ضعیف الروایہ نہیں سمجھتے تھے، لیکن چونکہ ان کے نزدیک یہ روایت درایت کے خلاف تھی، اس لیے انہوں نے تسلیم نہیں کی اور یہ خیال کیا کہ سمجھنے میں غلطی ہوگئی۔

بلاشبہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سننے کے بعد حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے کہا تھا

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ "اگر یہ صحیح ہو تو اس پانی کے پینے سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا جو آگ پر گرم کیا گیا ہو"؟ لیکن باایں ہمہ محدثین اور حدیث پاک کے معتبر شارحین میں سے کسی کا نام بتلایا جا سکتا ہے؟ جس نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہو کہ جب روایت درایت کے خلاف ہو تو اس کو رد کر دینا چاہئے اس لیے کہ حضرت ابن عباسؓ نے ایسا کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ جواب نفی میں ہوگا، اس لیے کہ اہل علم جانتے ہیں کہ "توضؤا مما مست النار" آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرو والی روایت صحیح نہ اصول روایت کے خلاف ہے نہ قوانین درایت کے، اور حضرت ابو ہریرہؓ کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام بھی اس کو نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔

علامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں:

> كما ثبت من حديث ابى هريرة مرفوعاً عند مسلم وابى داؤد والترمذى والنسائى بلفظ (توضؤا مما مسّت النار) وهو عند مسلم من حديث عائشة مرفوعاً وفى الباب عن ابى ايوب وابى طلحة وام حبيبة وزيد بن ثابت وغيرهم "(انتهى)
>
> (نيل الاوطار ۱/۲۵۳)

> حدیث "توضؤا مما مسّت النار" کے الفاظ کے ساتھ صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی کے اندر حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً ثابت ہے اور یہی حدیث مسلم شریف میں حضرت عائشہؓ صدیقہ سے بھی مرفوعاً مروی ہے۔ نیز باب ہذا میں حضرت ابو ایوب، حضرت ابو طلحہؓ، حضرت ام حبیبہؓ اور زیدؓ بن ثابت وغیرہم سے بھی روایتیں موجود ہیں۔

> اب رہا حضرت ابن عباسؓ کا کلام تو ان کا منشا ہرگز یہ نہیں تھا کہ وہ حدیث مرفوع کو اپنی رائے سے رد کریں، یا حدیث کے مقابلہ میں اپنی رائے پیش کریں۔ بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ حضرت

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابو ہریرہؓ کو اس حدیث کا مفہوم سمجھنے میں غلط فہمی تو نہیں ہو رہی ہے؟ لیکن جب حضرت ابو ہریرہؓ نے جواب دیا کہ "یا اخی اذا سمعت حدیثا عن النبی ﷺ فلا تضرب له مثلاً" بھائی سنیے! جب آپ رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث سنا کریں تو پھر اس کے آگے چون و چرا نہ کیا کریں اور عقل و قیاس کو دخل نہ دیں۔ اس کے بعد حضرت ابن عباسؓ بس خاموش ہی ہو گئے اور کوئی معارضہ نہیں کیا۔ اس لیے کہ سمجھ گئے کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ ابو ہریرہ کا استنباط نہیں۔ صحابہ کا یہ مزاج ہی نہیں تھا کہ وہ حدیث رسول ﷺ کے سامنے اپنی رائے پیش کریں وہ تو اپنی رائے کو مٹا چکے تھے اور اپنے نفس کو فنا کر چکے تھے ان کا تو حال یہ تھا کہ۔

آزمودم عقل دور اندیش را
بعد ازاں دیوانہ سازم خویش را

ان گذارشات کے بعد میں چاہتا ہوں کہ قارئین کے سامنے درایت کی حقیقت بھی واضح ہو جائے اور اس غلط فہمی کو بھی دور کر دیا جائے کہ ہر کس و ناکس بس اصول درایت اور کسی قاعدہ کلیہ کی بنا پر محدثین سے مستغنی ہو کر حدیث کو پرکھ سکتا ہے؟ اور اس کے موضوع ہونے کے نشاندہی کر سکتا ہے؟ اور کیا اس باب میں اس کا قول معتبر بھی ہو سکتا ہے؟ سو اجمالی جواب ہے کہ نہیں اور ہرگز نہیں!! ع ذرہ نتواند کہ سنجد حسن روئے آفتاب

اسی طرح یہ سچ ہے کہ ع رموز مملکت خویش خسرواں دانند

اس کے بعد اب تفصیل کے ساتھ درایت سے متعلق کچھ باتیں پیش خدمت ہیں۔ مولانا عبدالرؤف صاحب داناپوریؒ "اصح السیر" کے مقدمہ میں "درایت اور عقل" پر نہایت شرح و بسط کے ساتھ کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مولانا (شبلی) سیرۃ میں بھی اور اپنی دوسری تصنیفات

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بھی بسط و تفصیل سے لکھتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک احادیث کو پرکھنے کا ایک اصول درایت بھی ہے جس طرح قرآن کریم کے خلاف کوئی روایت ہو تو رد کر دی جائے گی اور یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ اس کی سند کیسی ہے۔ اسی طرح جو روایت عقل کے خلاف ہو وہ بھی رد کر دی جائے گی سند دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

یہ مولانا کی تحریر کا خلاصہ ہے مولانا سے تسامح یہ ہوا کہ وہ درایت اور عقل کو ایک چیز سمجھتے ہیں۔ دوم درایت کو اسناد پر ترجیح دیتے ہیں یہ دونوں باتیں غلط ہیں اور کسی محدث کا یہ مسلک نہیں بلکہ صریح البطلان ہے۔

درایت کے معنی عقل نہیں ہے۔ علم اور تجربہ کے بعد جو ملکہ حاصل ہوتا ہے اس کو درایت کہتے ہیں، محدثین کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے پوری واقفیت ہو اور اس بارہ میں جتنی روایات صحیحہ ہیں وہ اس کے پیش نظر ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کے وقت کے واقعات اور حالات پر عبور رکھتا ہو ایسے شخص کو ایک طرح کی معرفت اور بصیرت حاصل ہو جائے گی اسی کو درایت کہتے ہیں۔ ایسے شخص کے سامنے جب کوئی روایت آئے گی اور اس کی سند نہ معلوم ہو تو وہ اپنی اسی بصیرت کی بنا پر کہہ سکے گا کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ ملا علی قاریؒ موضوعات کبیر میں لکھتے ہیں:

وقد سئل ابن قيم الجوزية هل يمكن معرفة الحديث الموضوع بضابط من غير ان ينظر فى سنده فقال هذا سوال عظيم ألقدر وانما يعرف ذلك من تطلع فى معرفة السنن الصحيحة وخلطت بلحمه ودمه وصارله فيها ملكة واختصاص شديد بمعرفة السنن والآثارومعرفة سيرة الرسول عليه الصلاة والسلام وهديه فيما يامربه وينهى عنه ويخبرعنه ويدعو اليه ويحبه ويكر هه ويشرعه للامة بحيث

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

كانه مخالط لهٗ عليه الصلوٰة والسلام بين اصحابه الكرام فمثل هذايعرف من احواله وهديه وكلامه واقواله وافعاله ." (انتهى) (ص۸۹)

(ترجمہ) (ابن قیم جوزی سے پوچھا گیا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ حدیث موضوع کو کسی قاعدہ سے جان لیں۔ بغیر سند دیکھے ہوئے۔ کہا یہ بڑے مرتبہ کا سوال ہے۔ یہ وہ شخص جانتا ہے جو سنن پر حاوی ہو اور جس کے خون اور گوشت میں وہ مخلوط ہو گئی ہوں اور اس میں اس کو ملکہ حاصل ہو گیا ہو سنن اور آثار کے پہچاننے میں اور حضور ﷺ کی ہدایت کو پہچاننے میں۔ جس کا حضور حکم دیتے تھے، جس سے منع کرتے تھے، جس بات کی خبر دیتے تھے جس کی طرف دعوت دیتے تھے جس بات کو پسند کرتے تھے۔ جس کو برا سمجھتے تھے جس کی امت کو تعلیم دیتے تھے سب کے جاننے میں اس کو شدید خصوصیت حاصل ہو گئی ہو، گویا وہ حضور ﷺ کے ساتھ صحابہ میں ملا ہوا موجود ہے۔ اس طرح کا آدمی حضور ﷺ کے احوال، ہدایت، کلام اور اقوال وافعال کو جانتا ہے۔ انتہی)

عقل کو معیار بنانے کا اگر یہ مطلب ہے کہ جو بات عقل وسمجھ سے باہر ہو اس کا انکار کر دیا جائے تو بڑی مشکل ہے۔ معاد کی باتیں اکثر ایسی ہیں جن کا ادراک عقل نہیں کر سکتی۔ حشر، نشر، عذاب قبر اعمال کا حساب وکتاب، جزاء وسزا، جنت، دوزخ ایسی چیزیں ہیں جن کا ادراک صرف عقل سے نہیں ہو سکتا۔ اعتقادیات کی اکثر باتیں ہیں جن میں عقل کو دخل نہیں ہے یہ سب باتیں انبیاء کرام کی تعلیم سے معلوم ہوئی ہیں کیا ان چیزوں کا اس لیے انکار کیا جا سکتا ہے یہ ہماری عقل میں نہیں آتیں۔ اس کے بعد لکھتے ہیں:

"جس طرح یہ ضرور ہے کہ موضوع اور جھوٹی حدیثیں رد کر دی جائیں اسی طرح یہ ضرور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح تعلیم ترک نہ ہونے پائے اس لیے تحقیق کی اصل چیز اسانید

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں کیونکہ یہ اسانید ثقہ اور معتبر لوگوں کی شہادتیں ہیں۔ جو روایتیں مستند اور صحیح الاسناد ہوں ان کو قبول کرنا واجب ہے۔ جن روایتوں کا موضوع ہونا ثابت ہو جائے ان کو رد کرنا واجب ہے۔ باقی وہ روایتیں جس کے اسناد نہ معلوم ہوں، ان کے بارے میں ان علماء کے بیان پر اعتماد ضروری ہے۔ جن کو احادیث رسول اللہ ﷺ اور سیرۃ نبویہ پر عبور اور ملکۂ راسخہ حاصل ہے۔ کیونکہ وہ الفاظ کی رکاکت وسخافت، طرز کلام اور دوسرے قرائن سے سمجھ سکتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا کلام ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ایک مشاق انشاء پرداز، ایک کہنہ مشق شاعر کسی کلام کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ یہ کس کا کلام ہے۔ ایک جوہری کسی موتی کے آب ورنگ کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ سچا ہے یا جھوٹا۔ ایک مشاق سنار بغیر کسی کسوٹی پر کسے بتا سکتا ہے کہ یہ سونا کس درجہ کا ہے، مگر ان میں سے کوئی بھی کوئی ایسا قاعدہ نہیں بتا سکتا جس سے یہ شخص پرکھنے پر قادر ہو جائے۔ قادر وہی ہوگا، جو مشق اور مزاولت سے اسی طرح کا ملکہ اور درایت حاصل کرے۔ (مقدمہ اصح السیر ص ۳۶ تا ۳۸)

اب تک درایت کی حقیقت اور اس کے سلسلے میں جو غلط فہمیاں تھیں ان پر گفتگو ہو رہی تھی۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ فقہ وحدیث کے امام مولانا محمد عبدالحی فرنگی محلیؒ کے ''مجموعۃ الفتاویٰ،، سے فارسی میں ایک سوال وجواب کا ترجمہ پیش کروں۔ سوال وجواب موضوع درایت سے متعلق ہے بالخصوص ان کا تعلق اصول درایت میں سے ان دو اصولوں سے ہے جن کا ذکر علامہ شبلی نے مقدمہ میں درج ذیل نمبروں کے تحت کیا ہے:

۵۔ جس حدیث میں معمولی بات پر سخت عذاب کی دھمکی ہو۔

۶۔ معمولی کام پر بہت بڑے انعام کا وعدہ ہو۔

یعنی ان صورتوں میں روایت اعتبار کے قابل نہ ہوگی اور اس کے متعلق اس تحقیق کی ضرورت نہیں کہ اس کے راوی معتبر ہیں یا نہیں۔ دیکھیے علامہ شبلیؒ نے تو یہ سمجھا ہے لیکن مولانا محمد عبدالحیؒ فرماتے ہیں کہ:

www.KitaboSunnat.com

قاعدہ مذکورہ اگر چہ شراح شرح نخبہ وغیرہم بدان تصریح کردہ اند اما اور ابحدیثے کہ آں را نقاد فن حدیث روایت کردہ اند مساے نیست البتہ حدیثے کہ آں را نقاد فن حدیث روایت نہ کردہ اند ودفعۃ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گوش زد ماہر فن حدیث شد از ہمچو قواعد ہماں ماہر فن کیفیت چنیں حدیث دریافت می تواں ساخت۔ واللہ اعلم

(مجموعہ فتاویٰ جلد سوم مطبوعہ مطبع شوکت اسلام ۲۱و۲۲)

قاعدہ مذکور کی تصریح اگر چہ شراح شرح نخبہ وغیرہم نے کی ہے لیکن اس کا تعلق ان احادیث سے نہیں ہے جن کو نقاد فن نے روایت کیا ہے۔ البتہ وہ حدیثیں جن کو نقاد فن نے روایت نہ کیا ہو جب وہ دفعتہً ماہر فن حدیث کے پردۂ سماعت سے ٹکراتی ہیں تو ماہر فن اس طرح کے قواعد سے ایسی حدیثوں کا حال دریافت کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم (انتہیٰ)

دیکھیے ایک محقق اور غیر محقق کے کلام میں کتنا زبردست فرق ہے اللہ اکبر! سچ ہے

ع ذرہ نتواند کہ سنجد حسن روے آفتاب

مولانا فرنگی محلی فرمارہے ہیں کہ ان اصولوں کا تعلق ان احادیث ثابتہ سے نہیں ہے جن کو نقاد فن نے روایت کیا ہے، یعنی اصول درایت احادیث ثابتہ کو غیر ثابت اور مصنوعی قرار دینے کے لیے نہیں ہیں۔ یہ بات ان اصولوں کی حدود سے باہر ہے۔ ان اصولوں کے دائرے میں صرف وہی حدیثیں آسکتی ہیں، جن کو نقاد فن نے روایت نہ کیا ہو۔ پھر مذکورہ قواعد کی روشنی میں ایسی حدیثوں کا حال دریافت کرنا بھی ہر آدمی کے بس کی بات نہیں، بلکہ ماہرین فن اپنی فنی بصیرت اور ملکۂ خداداد کی بنا پر بہ توفیق الٰہی اس مہم کو سر کر سکتا ہے۔

افسوس کہ اسی بات کو نہ سمجھنے کی بنا پر علامہ شبلیؒ نے حدیث کے مسلمہ امام اور نقاد فن حافظ ابن حجر عسقلانی کو رُواۃ پرست کہہ دیا حالانکہ انھوں نے نقاد فن کی حیثیت سے ایک حدیث کی صحت کے بارے میں گواہی دی تھی، ادھر علامہ یہ سمجھ رہے تھے کہ اصول درایت تو میرے ساتھ ہیں اور اصولوں کے مقابلے میں جو چاہے مقابل آجائے کسی کی کوئی رو رعایت نہیں کی جاتی، لیکن جب حقیقت سے پردہ اٹھا تو سمجھ میں آیا کہ۔

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے حاصل خواجہ بجز پندار نیست

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کاش یہی حقیقت اگر ہمارے محترم بزرگ رفیق دارالمصنفین حفظہ اللہ بھی سمجھ لیے ہوتے تو معارف کے اندر نومبر ۱۹۹۵ء کے شمارہ میں یہ تحریر نہ فرماتے کہ :

> درایت کی اہمیت کا اعتراف خود مولانا شبلی کے نکتہ چینوں اور خوردہ گیروں کو بھی ہے، مگر مولانا جب محدثین کے اس اصول سے کام لیتے ہیں تو پتہ نہیں کیوں رواۃ پرستوں کی جبینوں پر شکن آجاتی ہے۔

اچھا اب آیئے مولانا فرنگی محلی کے مجموعۂ فتاویٰ کی عبارت کا ترجمہ پڑھ لیا جائے اور بات ختم ہو۔

سوال:-

علمائے نقاد (متبحرین) نے حدیث موضوع کی شناخت کے لیے یہ قاعدہ لکھا ہے کہ جس حدیث میں فعل قلیل پر ثواب وعقاب کثیرہ کا وعدہ ووعید ہو یعنی وعدہ ووعید میں حد سے تجاوز ہو وہ موضوع ہے حالانکہ امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں اس حدیث کو نقل کیا ہے "کل حسنة بعشر امثالها الی سبعمائة ضعف الاالصوم" ہر نیکی کا بدلہ اس کے دس مثلوں سے لے کر سات سو مثلوں تک ملتا ہے سوائے روزے کے۔ اور بعض محدثین نے یہ دوسری حدیث نقل کی ہے "من صام یوم سبعة وعشر ین من رجب کتب الله له صیام ستین شهرا" جس نے ستائیسویں رجب کو روزہ رکھا اللہ نے اس کے لیے ساٹھ مہینہ کے روزوں کا ثواب لکھ دیا۔ پس معلوم ہونا چاہیے کہ یہ دونوں حدیثیں کیسی ہیں؟ اور موضوع حدیث کے پہچاننے کا کیا قاعدہ ہے؟

جواب:-

پہلی حدیث کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے علامہ زین الدین ابوالفضل عبدالرحیم عراقی کتاب "المغنی عن حمل الاسفارفی الاسفار بتخریج مافی الاحیاء من الاخبار" کے اندر اس حدیث کی شان میں لکھتے ہیں "اخرجاه من حدیث ابی هریرةرضی الله عنه "انتهیٰ۔ شیخین (بخاری ومسلم)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس حدیث کی تخریج حضرت ابو ہریرۃؓ سے کی ہے۔ اور دوسری حدیث گو صحاح ستہ میں نہیں ہے مگر بعض محدثین نے اس کو روایت کیا ہے۔ "ماثبت من السنه" میں ہے :

"وفی جزء ابی معاذ الشاه المروزی فی فضائل رجب لعبد العزیز من طریق ضمیرة عن مطر الوراق عن شهر بن حوشب عن ابی هریرة موقوفاً من صام یوم سبع وعشر ین من رجب کتب الله لهٗ صیام ستین شهرا وهو الیوم الذی هبط فیه جبرئیل علی محمد ﷺ بالر سالة وهذا امثل ماورد فی هذالمعنی" انتهی۔

عبدالعزیز نے جزء ابی معاذ شاہ المروزی میں رجب کے فضائل میں بطریق ضمیرہ مطر وراق سے، انھوں نے شہر بن حوشب سے، انھوں نے حضرت ابو ہریرۃؓ سے موقوفاً روایت کیا ہے کہ جس نے روزہ رکھا ستائیسویں رجب کو اللہ تعالیٰ اس کے نام ساٹھ برس کے روزوں کا ثواب لکھتا ہے اور یہ وہ دن ہے جس میں حضور سرور عالم ﷺ کی خدمت میں رسالت کا پیغام لے کر حضرت جبرئیلؑ آئے تھے اور یہ حدیث امثل ہے اُن احادیث سے جو اس معنی میں وارد ہوئی ہیں۔

قاعدہ مذکور کی تصریح اگرچہ شراح شرح نخبہ وغیرہم نے کی ہے لیکن اس کا تعلق ان احادیث سے نہیں ہے جن کو نقاد فن نے روایت کیا ہے۔ البتہ وہ حدیثیں جن کو نقاد فن نے روایت نہ کیا ہو جب وہ دفعتہً ماہر فن حدیث کے پردۂ سماعت سے ٹکراتی ہیں تو ماہر فن اس طرح کے قواعد سے ایسی حدیثوں کا حال دریافت کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم

ختم شد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مآخذ ومراجع

۱۔ آپ بیتی؛ مولانا عبدالماجد دریابادی، مکتبہ فردوس لکھنؤ، طبع اول ۱۹۷۸ء

۲۔ اردو نثر میں سیرت رسول؛ ڈاکٹر انور محمود خالد، اقبال اکاڈمی، لاہور، ۱۹۸۹ء

۳۔ الاستیعاب لابن عبدالبر (علی هامش الاصابة) دار صادر بیروت، عکس طبع اول، مطبعة السعادة، مصر ۱۳۲۸ھ

۴۔ اسد الغابة لابن الاثیر الجزری دار الفکر بیروت، ۱۹۸۹

۵۔ الاصابة لابن حجر العسقلانی، دار صادر بیروت، عکس طبع اول، مطبعة السعادة، مصر ۱۳۲۸ھ

۶۔ ایضاح البخاری؛ مولانا سید فخر الدین احمد، مجلس قاسم المعارف، دیوبند سنہ ندارد

۷۔ البدایة والنهایة لابن کثیر، مکتبة المعارف، بیروت، ۱۹۶۶-۱۹۷۴

۸۔ بذل المجهود الجزء الرابع؛ مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مکتبہ تکیہ سہارنپور سنہ ندارد

۹۔ بین الامامین مسلم والدارقطنی للدکتور ربیع بن هادی عمیر المدخلی، جامعہ سلفیہ بنارس طبع اول ۱۹۸۲

۱۰۔ تاریخ الاسلام للذهبی، تحقیق الدکتور عمر عبدالسلام تدمری، دار الکتاب العربی، بیروت، طبع دوم، ۱۹۸۹

۱۱۔ تاریخ الخمیس لحسین بن محمد الدیاربکری، مطبعة الوهبیه، مصر

۱۲۔ تاریخ طبری، دار الفکر، بیروت، ۱۹۷۹

۱۳۔ تاریخ یعقوبی، دار صادر، بیروت، سنہ ندارد

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴۔ تحفة الاشراف للمزی، تحقیق عبدالصمد شرف الدین

۱۵۔ تفسیر ابن کثیر، دار المعرفة، بیروت، ۱۹۸۲

۱۶۔ تقریب التهذیب لابن حجر العسقلانی، تحقیق محمد عوامہ، دار الرشید، سوریا۔ حلب، طبع ثانی ۱۹۸۸

۱۷۔ تکملة فتح الملهم، مولانا محمد تقی عثمانی، (جلد ثالث) مکتبہ دار العلوم کراچی طبع اول ۱۴۱۱ھ

۱۸۔ تهذیب التهذیب لابن حجر العسقلانی، عکس طبع حیدر آباد، ۱۹۶۸

۱۹۔ تهذیب الکمال للمزی، تحقیق دکتور بشّار عواد معروف، مؤسسة الرسالة، بیروت، ۱۹۸۵

۲۰۔ الجامع للترمذی، رشیدیہ دہلی سنہ ندارد

۲۱۔ جامع البیان للطبری، المکتبة الفیصلیة، مکة المکرمہ، سعودیہ، سنہ ندارد

۲۲۔ جامع المسانید والسنن لابن کثیر، تحقیق عبدالمعطی أمین قلعجی، دار الکتب العلمیة، بیروت طبع اول ۱۹۹۴

۲۳۔ حواشی قرآن مجید؛ مولانا شبیر احمد عثمانی، مدینہ بک ڈپو دہلی، طبع دوم، ۱۹۷۸

۲۴۔ درس بخاری؛ مولانا شبیر احمد عثمانی، تصحیح وتعدیل مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی، جامعہ اسلامیہ، ڈابھیل، گجرات، ۱۴۰۰ھ

۲۵۔ دلائل النبوة للبیهقی، تحقیق دکتور عبدالمعطی قلعجی، دار الکتب العلمیة، بیروت، ۱۹۸۵

۲۶۔ ذبیح کون ہے؟ مولانا حمید الدین فراہی (اردو ترجمہ) مولانا امین احسن اصلاحی دائرۂ حمیدیہ، سرائے میر، اعظم گڈھ، طبع اول سنہ ندارد

۲۷۔ الروض الانف، للسهیلی، تحقیق عبد الرحمن الوکیل، احیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۹۲

۲۸۔ زادالمعاد لابن القیم الجوزیة، تحقیق شعیب الأرنؤط، عبدالقادر الأرنؤط، موسسة الرسالة، بیروت ۱۹۸۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۹۔ السنن لابن ماجة، رشیدیہ دہلی، سنہ ندارد

۳۰۔ السنن لابی داؤد، رشیدیہ دہلی، سنہ ندارد

۳۱۔ السنن للدارقطنی، (طبع قدیم ہند)

۳۲۔ سنن الدارمی، دار الکتب العلمیة، بیروت، سنہ ندارد

۳۳۔ سنن سعید بن منصور، تحقیق الشیخ حبیب الرحمن الاعظمی، مجلس علمی، ڈابھیل، گجرات، ۱۹۶۸

۳۴۔ السنن للنسائی، زکریا کتب خانہ، جیسور، سنہ ندارد

۳۵۔ سیر أعلام النبلاء للذهبی، باشراف شعیب الأرنؤط، طبع چہارم، ۱۹۸۶

۳۶۔ سیرۃ المصطفیٰ؛ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، (جلد اول و دوم) ربانی بک ڈپو، دہلی، ۱۹۸۱

۳۷۔ السیرة النبویة لابن هشام، تحقیق مصطفی السقا وغیرہ، مؤسسة علوم القرآن، بیروت، سنہ ندارد

۳۸۔ سیرۃ النبی؛ مولانا شبلی نعمانی، (حصہ اول) طبع چہارم، معارف پریس اعظم گڈھ، سنہ ندارد

〃 〃 〃 (حصہ دوم) طبع دہم، 〃 〃 ۱۹۷۴

۳۹۔ شبلی "بحیثیت مؤرخ" اختر وقار عظیم، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۱۹۷۹

۴۰۔ شرح مسلم لمحمد بن خلیفة الابی، تصحیح محمد سالم هاشم

۴۱۔ شرح مسلم للنووی، رشیدیہ دہلی، سنہ ندارد

۴۲۔ شرح معانی الآثار، للطحاوی (جلد ثانی) کتب خانہ رحیمیہ، دہلی (فوٹو ایڈیشن) سنہ ندارد

۴۳۔ الصارم المسلول علی شاتم الرسول، لابن تیمیة، تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید دار الکتب العلمیة، بیروت ۱۹۷۸

۴۴۔ صحیح البخاری، رشیدیہ دہلی، ۱۳۷۵ھ

۴۵۔ صحیح مسلم، رشیدیہ دہلی، ۱۳۷۶ھ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۶۔ الطبقات الکبریٰ، لابن سعد، دار الفکر، بیروت، سنہ ندارد

۴۷۔ فتح الباری، لابن حجر العسقلانی، مصطفی البابی الحبلی، مصر، ۱۹۵۹

۴۸۔ فتوح البلدان للبلاذری، تحقیق عبداللہ أنیس الطباع، موسسة المعارف، بیروت، ۱۹۸۷

۴۹۔ قواعد فی علوم الحدیث: مولانا ظفر احمد عثمانی، تحقیق الشیخ عبد الفتاح ابوغدہ مکتب المطبوعات الاسلامیة، بیروت طبع ثالث ۱۹۷۲

۵۰۔ الکامل لابن الاثیر مؤسسة التاریخ، بیروت، طبع چہارم، ۱۹۹۴

۵۱۔ مجمع الزوائد للهیثمی، دار الکتب العربی، بیروت، طبع ثالث ۱۹۸۲

۵۲۔ المستدرک للحاکم، تحقیق مصطفی عبدالقادر عطا، دار الکتب العلمیة بیروت، ۱۹۹۰

۵۳۔ المسند لاحمد بن حنبل، دار صادر، بیروت، سنہ ندارد

۵۴۔ معجم البلدان لیاقوت الحموی، دار صادر، بیروت، ۱۹۷۹-۱۹۸۶

۵۵۔ المعجم الکبیر للطبرانی، تحقیق حمدی عبدالمجید السلفی دار الاحیاء التراث العربی، طبع دوم ۱۹۸۵

۵۶۔ المغازی للواقدی، تحقیق دکتور مارسدن جونس، عالم الکتب، بیروت، ۱۹۶۶

۵۷۔ مولانا شبلی کا مرتبہ اردو ادب، عبداللطیف اعظمی، شبلی اکاڈمی، قرول باغ دہلی، ۱۹۴۵

۵۸۔ میزان الاعتدال للذهبی، تحقیق علی محمد البجاوی عیسی البابی الحلبی، مصر۔ ۱۹۶۳

۵۹۔ الہلال کلکتہ، مدیر مولانا ابوالکلام آزاد، جنوری ۱۹۱۳، فروری ۱۹۱۳، مئی ۱۹۱۳

۶۰۔ یادگار شبلی: شیخ محمد اکرم، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، طبع اول ۱۹۷۱

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشاریہ

☆ اشخاص ۲۸۳

☆ کتابیں ۲۹۷

☆ غزوات اور سرایا ۳۰۲

☆ آیات ۳۰۳

☆ احادیث ۳۰۳

☆ اشعار ۳۰۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشخاص:

☆ جن نمبروں کے نیچے خط کھنچا ہوا ہے، اس صفحے پر وہ نام ایک سے زائد مرتبہ آیا ہے۔

☆ حروف تہجی کی ترتیب میں "ال" ملحوظ نہیں ہے۔

☆ آنحضرت اقدس ﷺ کا نام نامی کتاب میں اس کثرت سے آیا ہے کہ اس کے لیے اشاریے کی احتیاج نہیں ہے۔ یہی صورت اشخاص میں "شبلی نعمانی" اور کتابوں میں "سیرۃ النبی" کی بھی ہے۔ اس لیے انھیں اشاریے میں تلاش نہ کیا جائے۔

(ابن)

ابن ابی حاتم

ابن ابی خیثمہ ۵۳، ۲۵۴

ابن ابی شیبہ ۲۰۲،

ابن الاثیر الجزری ۷۲،

ابن اسحاق : ۴۴، ۴۵، ۴۹، ۵۰، ۶۱، ۶۲، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۵، ۷۷، ۷۹، ۸۰، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۸، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۵، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۴، ۱۹۰، ۱۹۵، ۱۹۸، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۲، ۲۲۴، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۲، ۲۵۶،

ابن ام مکتومؓ، حضرت : ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶،

ابن البرقی : ۲۵۳، ۲۵۴،

ابن تیمیہ، علامہ : ۲۳۳، ۲۶۸

ابن جریر = طبری

ابن جماعہ : ۲۶۵،

ابن حبان: ۱۶۱،

ابن حجر : ۵۱، ۶۱، ۸۴، ۹۵، ۱۰۱، ۱۰۸، ۱۲۰، ۱۲۳، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۶، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۴، ۱۴۶، ۱۴۸، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۷، ۱۵۹، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۷۰، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۵، ۲۶۱، ۲۱۹، ۲۲۴، ۲۳۹، ۲۳۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۷۵،

ابن حزم : ۱۲۶،

ابن خطل : ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰،

ابن رشد : ۲۱،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن سعد :۵۵، ۵۶، ۶۹، ۷۰، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۵، ۸۶، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۴، ۹۵، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۳۰، ۱۳۴، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۶۵، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۳۱، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۳، ۲۵۴،

ابن سلمہ : ۱۰۵

ابن سید الناس : ۲۵۶،

ابن سینا : ۲۱،

ابن الصلاح، حافظ : ۲۶۴،

ابن عائذ : ۸۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۲۲۴،

ابن عبد البر : ۷۹، ۱۲۶، ۱۳۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۲۵۳، ۲۵۴،

ابن العربی، ابوبکر، قاضی : ۲۱۵،

ابن العرقہ : ۱۳۳، ۲۳۰، ۲۳۱،

ابن العلاء = محمد بن العلاء

ابن عساکر : ۱۰۶،

ابن عوف : ۱۲۳،

ابن القیم : ۴۵، ۱۲۶، ۲۱۶، ۲۷۲، ۲۷۳،

ابن کثیر، حافظ : ۷۰، ۸۷، ۱۹۸، ۲۰۵، ۲۵۶، ۲۶۴،

ابن لھیعہ : ۱۵۶،

ابن مندہ : ۱۲۸، ۱۲۹،

ابن ہشام : ۴۴، ۵۰، ۵۵، ۵۶، ۷۹، ۸۲، ۸۳، ۸۸، ۹۲، ۹۴، ۹۵، ۹۷، ۱۰۴، ۱۱۳، ۱۱۶، ۱۵۱، ۱۷۶، ۲۲۲

(أبو)

ابواسامہ الجشمی : ۲۵۴،

ابواسحاق : ۲۲۷،

ابوایوبؓ انصاری، حضرت : ۳۳، ۷۶، ۱۹۵، ۲۲۳، ۲۷۰،

ابوبکرؓ، حضرت : ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۹۲، ۱۰۷، ۱۶۴، ۱۶۵، ۲۰۸، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۲۶، ۲۴۲،

ابوبکر بن داسہ : ۱۵۹،

ابوبکر بن زنجویہ : ۲۵۳، ۲۵۴،

ابوجہل : ۳۹، ۷۳، ۷۸، ۹۳، ۱۷۲، ۱۹۱، ۱۹۸، ۲۰۰،

ابوحاتم : ۱۰۵،

ابوالحقیق : ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۶،

ابوداؤد، امام : ۵۰، ۱۲۷، ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۵۳، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابودجانہؓ، حضرت: ۱۶۵،
ابورافعؓ، حضرت: ۴۹، ۷۶،
ابورافع، بن ابی الحقیق: ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۵۵، ۲۳۰، ۲۳۱،
ابوسعیدؓ خدری، حضرت: ۱۲۰، ۱۲۱،
ابوسفیانؓ، حضرت: ۳۴، ۳۸، ۷۸، ۸۰، ۸۳، ۸۴، ۸۶، ۹۲، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۸۵، ۱۹۱، ۱۹۴، ۱۹۵، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲،
ابوسلمہؓ، حضرت: ۲۵۳، ۲۵۴،
ابوطالب: ۳۸، ۵۷، ۵۸، ۶۱، ۶۲، ۶۹، ۷۱، ۷۳، ۷۴، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۶۴، ۱۷۴، ۱۷۵،
ابوطلحہؓ، حضرت: ۲۷۰،
ابوعامر: ۸۲،
ابوعبسؓ بن جبر، حضرت: ۲۲۱،
ابوعبیدہ: ۷۹،
ابوعزیز: ۷۹،
ابوعلی الروذباری: ۱۵۹،
ابوعون: ۸۳
ابوقتادہؓ بن ربعی، حضرت: ۱۳۵،
ابوقلابہ: ۸۵، ۱۲۹،
ابوالکلام آزاد، مولانا: ۳۱، ۱۳۸،
ابولہب: ۳۸، ۳۹،
ابومصعب: ۱۰۸،
ابومعاذ الشاہ المروزی: ۲۷۷،
ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت: ۱۶۴،
ابونائلہؓ، حضرت: ۲۲۱،
ابونصر کلاباذی: ۱۵۸،
ابونعیم: ۲۲۵،
ابوہریرہؓ، حضرت: ۱۰۱، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۶، ۲۷۷،

(ام)

امؓ ابراہیمؓ = ماریہ قبطیہ
ام حبیبہؓ، حضرت: ۷۶، ۸۸، ۲۷۰،
ام حکیمؓ، حضرت: ۹۳،
ام سلمہؓ، حضرت: ۷۶، ۲۲۳، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۵،

(آ)

آزاد = ابوالکلام
آمنہ بنت وہب: ۶۸، ۶۹، ۲۲۰،

(الف)

ابان بن صالح، امام: ۹۳،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابراہیمؑ، حضرت: ۲۶، ۲۷، ۳۱، ۳۸، ۱۴۵، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴،
ابراہیم الحربی: ۲۱۰،
ابراہیم بن حماد: ۱۶۰،
ابراہیم بن یونس بن محمد حرمی: ۲۰۴،
الأبی، محمد بن خلیفہ: ۲۱۷،
احمد بن حنبل، امام: ۱۲۷، ۲۰۲، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۲۹، ۲۳۳، ۲۳۴،
احمد محمد شاکر، شیخ: ۲۲، ۲۳،
اختر وقار عظیم: ۱۱۱،
اخنس بن شریق: ۳۹،
ازدی: ۱۰۸، ۱۷۴،
اسامہؓ بن زید، حضرت: ۱۰۲،
اسحاقؑ، حضرت: ۱۸۰، ۱۸۲، ۱۸۳،
اسحاق کلکتوی، مولانا = محمد اسحاق
اسماعیلؑ، حضرت: ۲۷، ۶۸، ۱۷۸، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۲۳۶،
اسماعیلی، محدث: ۱۴۶
اسماءؓ بنت یزید، حضرت: ۲۱۵،
اسود: ۷۹،
اسودؓ الخزاعی، حضرت: ۱۳۵،
اسیر ادروی، نظام الدین، مولانا: ۹،
اشعثؓ بن قیس، حضرت: ۱۰۱
اقبال، علامہ: ۲۱،
امین احسن اصلاحی، مولانا: ۱۸۰
امیہ بن خلف: ۱۹۱، ۱۹۲،
انسؓ، حضرت: ۸۱، ۱۹۰، ۱۹۲، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۲۹،
انور محمود خالد، ڈاکٹر: ۱۱۰،
ایوب: ۱۲۹،

(ب)

بانی: ۲۳۸،
بحیرا: ۵۸، ۵۹، ۶۱، ۱۰۷، ۱۴۲، ۱۶۴، ۲۳۵،
بخاری، امام: ۵۰، ۶۰، ۱۰۴، ۱۰۶، ۱۰۸، ۱۱۸، ۱۴۴، ۱۴۶، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۲۲، ۲۲۵، ۲۲۷، ۲۳۱، ۲۵۵، ۲۷۶،
براءؓ بن عازب، حضرت: ۱۳۴، ۱۳۷، ۲۲۷، ۲۲۹،
البرقانی: ۱۵۴،
البرقی: ۱۷۶،
برہان الدین سنبھلی، مولانا: ۱۱، ۱۶، ۲۳۹،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۵۷،
بریدہؓ، حضرت: ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۴۱،
بریدہؓ بن الحصیب: ۱۲۴، ۱۲۵،
بریدۃ بن سفیان: ۵۰،
بزار: ۱۰۶،
بُسیسۃ: ۲۰۱، ۲۰۲،
بشیر بن سعد: ۹۹،
بغوی: ۱۰۸، ۱۷۴، ۲۵۲،
بکائی = زیاد البکائی
بکر بن عبدالرحمٰن، قاضی کوفہ: ۱۵۱، ۱۵۲،
بلاذری: ۷۷، ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۵۳،
بلالؓ، حضرت: ۳۵، ۶۰، ۶۱، ۹۲،
بلقینی: ۲۶۵،
بندار: ۱۰۹، ۲۰۹، ۲۳۹،
بنیہ بن وہب: ۷۹،
بیحرہ بن فراس: ۷۵،
بیہقی، امام: ۷۰، ۱۰۱، ۱۰۶، ۱۰۸، ۱۲۷، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۵، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۷۴، ۲۰۲، ۲۲۵، ۲۲۷، ۲۵۶،

(ت، ث)

تھانوی، حضرت مولانا اشرف علی: ۱۷،
ترمذی، امام: ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۹۵،
ثابت: ۲۰۴،
ثابتؓ قیس، حضرت: ۱۲۷، ۱۷۴،
ثابتؓ بن وقش، حضرت: ۲۱۸،

(ج)

جابرؓ بن عبداللہ، حضرت: ۱۳۲، ۱۶۶، ۱۶۷، ۲۲۸،
جاحظ: ۱۷۴،
جبیرہ: ۸۷،
جرجانی، شیخ عبدالقاہر: ۱۱،
جعفرؓ طیار، حضرت: ۲۴۵، ۲۴۶،
جویریہؓ، حضرت: ۷۶، ۸۵، ۱۲۳، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰،

(ح)

حارث بن ابی ضرار: ۱۲۲، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰،
حارثؓ بن عمیر، حضرت: ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷،
حارثؓ بن نعمان انصاری، حضرت: ۲۱۴،
حاطبؓ بن ابی بلتعہ، حضرت: ۲۰۴،
حافظ شیرازی: ۲۱، ۲۲،

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاکم، ابوعبداللہ: ۴۹، ۱۲۷، ۱۵۸، ۲۰۴، ۲۲۷،
حالی، الطاف حسین: ۴۴،
حبابؓ بن منذر، حضرت: ۷۸، ۸۱، ۹۰،
حبان بن علی: ۷۲،
حبیب ثقفی: ۷۴،
حبیب الرحمٰن الاعظمی، حضرت مولانا: ۲۲، ۲۳
حجر بن عنبس: ۱۲۳،
حذیفۃ: ۶۹،
حذیفہؓ بن الیمان، حضرت: ۲۱۹،
حرب بن امیہ: ۶۹،
حسانؓ، حضرت: ۳۶، ۱۷۶، ۲۰۴،
حسنؓ، حضرت: ۲۱۱
حسینؓ، حضرت: ۲۱۱
حسین بن عبداللہ: ۱۰۲
حسین بن محمد الدیار بکری: ۱۳۳
حسین بن محمد زیاد القبانی: ۱۵۸، ۱۵۹
حسین بن واقد: ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۴۱
حسین بن عبدالرحمٰن: ۸۰
حفصہؓ، حضرت: ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶
حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا: ۱۴
حکم: ۱۵۲
حکم بن عبدالملک: ۹۵
حکیم بن حزام: ۷۰، ۷۳، ۷۸
حکیمؓ بن سعدیہ، حضرت: ۲۱۹، ۲۲۰
حماد بن سلمہ: ۱۵۳، ۲۰۴
حمدی عبدالمجید السلفی: ۱۵۸
حمزہؓ، حضرت: ۷۱، ۷۲، ۸۲، ۹۳، ۱۷۵
حموی، یاقوت: ۴۴، ۸۹، ۹۰
حمید الدین فراہی، مولانا: ۱۸۰، ۱۸۲
حنظلہؓ، حضرت: ۸۲
حویرث بن نقیذ بن وھب: ۱۷۰
حیی بن اخطب: ۸۸، ۱۳۵، ۱۴۸، ۱۴۹

(خ)

خالدؓ بن الولید، حضرت: ۱۰۰
خبابؓ، حضرت: ۷۲
خدیجۃؓ الکبریٰ، حضرت: ۷۰، ۷۳، ۷۴، ۱۳۹، ۱۴۲
خرائطی: ۱۰۶
خسرو امیر: ۸۸، ۲۳۷
خلیل احمد سہارنپوری، مولانا: ۱۵۹، ۱۶۸
خیثمہؓ بن سعد، حضرت: ۷۹

(د ڈ ذ)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دارقطنی، امام: ۵۰، ۱۶۰، ۱۶۱، ۲۱۰
دحیہؓ کلبی، حضرت: ۹۹
دریابادی = عبدالماجد
درید بن الصمہ: ۹۴، ۹۵
ڈریپر: ۵۹
ذہبی، حافظ شمس الدین: ۵۰، ۶۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۹۵، ۱۰۸، ۱۵۸، ۲۱۱

(ر ز)

رافع بن خدیج: ۸۱
ربیع بن ابی الحقیق: ۱۴۹، ۱۵۲، ۱۵۵، ۱۵۶
ربیعہ بن رفیع، حضرت: ۹۵
زبرقان: ۱۷۶
زبیر بن بکار: ۷۰
زبیرؓ بن العوام، حضرت: ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۶، ۱۶۵
زبیری۔ ایم۔ ایم: ۸
زرقانی: ۳۶، ۱۰۳، ۱۰۸، ۱۷۵، ۲۶۴
زہری، امام: ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۸۰، ۸۶، ۸۹، ۹۴، ۱۰۱، ۱۰۶، ۱۴۳، ۱۴۴، ۲۰۴، ۲۱۳، ۲۵۰، ۲۵۱
زیاد البکائی: ۱۰۴، ۱۰۵
زیادؓ بن سکن، حضرت: ۳۶
زیدؓ بن ارقم، حضرت: ۲۴۷
زیدؓ بن ثابت، حضرت: ۷۶، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۵، ۲۷۰
زیدؓ بن حارثہ، حضرت: ۹۹، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷
زید بن حباب: ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۲۱۰، ۲۱۱
زید بن خصیب: ۱۲۲
زینبؓ بنت جحش، حضرت: ۷۶
زین الدین = عراقی
زین العابدین، اعظمی، مولانا: ۱۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰

(س)

سارہ، مولاۃ: ۱۷۰
سباع بن عرفطہ، حضرت: ۹۰
سخاوی، شمس الدین: ۴۹
سراقہ بن جعشم: ۲۲۶، ۲۲۷
سرسید احمد خاں: ۱۵، ۴۷
سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت: ۱۶۵
سعدؓ بن عبادہ، حضرت: ۷۶، ۸۱، ۸۶، ۹۰، ۲۲۳

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعدؓ بن معاذ، حضرت: ۷۶، ۸۱، ۸۶، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۹۰، ۲۰۰، ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۲۹، ۲۳۰
سعود عالم قاسمی، مولانا: ۲۵۲، ۲۵۵
سعید بن عبدالرحمٰن بن حسان: ۹۳
سعید بن یربوع المخزومی، حضرت: ۱۵۸، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲
سلام بن ابی الحقیق = ابورافع
سلکانؓ بن سلامہ، حضرت: ۲۲۱
سلمۃ ابرش: ۱۰۵
سلمۃؓ بن الاکوع، حضرت: ۲۳۱
سلیمان بن ابان: ۸۰
سلیمان بن بریدۃ: ۲۱۰
سلیمان ندوی، مولانا سید: ۱۷، ۵۲، ۵۳، ۷۱، ۸۹، ۹۳، ۹۷، ۱۱۰، ۱۱۷، ۱۲۱، ۱۳۲، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۶۰، ۱۷۴، ۲۵۵
سمرۃؓ بن جندب، حضرت: ۸۱
سمیہؓ، حضرت: ۷۲
سودہؓ، حضرت: ۷۶، ۷۹
سوید بن صامت: ۷۵
سُویلم: ۹۷
سہل بن سعد: ۲۲۸
سہیل بن عمر: ۷۹
السہیلی، ابوالقاسم: ۱۰۳، ۱۶۶، ۱۷۶
سیرین: ۲۰۳، ۲۰۴
السیوطی: ۱۰۸

(ش)

شافعی، امام: ۱۱۲، ۲۳۳
شبیر احمد عثمانی، علامہ: ۱۴، ۱۷، ۱۴۷، ۱۸۵، ۱۸۷، ۱۸۸
شرحبیل بن عمرو: ۹۱، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸
شعبۃ: ۱۲۹
شعبی: ۷۲
شوکانی: ۲۷۰
شہر بن حوشب: ۲۷۷
شیبہ: ۱۷۵، ۱۹۱
شیرانی، حافظ محمود: ۲۰
شیماءؓ، حضرت: ۹۵

(ص، ض)

صابونی: ۲۶۴
صباح الدین عبدالرحمٰن: ۸
صدیقی، ڈاکٹر عبدالستار: ۲۱، ۲۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفوان بن امیہ: ۹۳
صفیہؓ، حضرت: ۷۶، ۱۴۹، ۱۵۴، ۱۵۵
صوأب: ۸۲
صہیب رومی، حضرت: ۷۲
ضرار: ۸۷
ضمادؓ بن ثعلبہ، حضرت: ۱۶۵
ضمیرۃ: ۷
ضیاء المقدسی، حافظ: ۲۰۵، ۲۰۶

(ط، ظ)

طبرانی: ۱۰، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۶۰، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۲۷
طبری: ۵۵، ۵۶، ۶۸، ۷۰، ۷۱، ۷۳، ۷۴، ۷۸، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۳، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۹۸، ۲۰۲، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۳۳، ۲۳۹، ۲۵۳، ۲۵۴
طحاوی، امام: ۹۲، ۹۳، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲
طفیلؓ، حضرت: ۱۰۱
طلحہؓ، حضرت: ۱۶۵
طلیحہ: ۸۶
ظفر احمد عثمانی، مولانا: ۲۱۲

(ع)

عاصم بن عمر بن قتادہ: ۷۵، ۷۷، ۸۰، ۸۲، ۸۳، ۸۹، ۹۸، ۲۱۸، ۲۱۹
عامرؓ بن الاکوع، حضرت: ۹۰
عائشہؓ، حضرت: ۷۶، ۹۰، ۱۲۷، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۴۰، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۷۲، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۷۰
عبادؓ بن بشر، حضرت: ۲۲۱
عباد بن عبداللہ: ۷۹
عباسؓ، حضرت: ۷۱، ۸۰، ۱۰۲، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱
عباس بن عبداللہ بن معبد: ۱۱۹
عبدالحیٔ فرنگی محلی، مولانا: ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶
عبدالرحمٰن بن سعید المخزومی: ۱۶۱، ۲۵۴
عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کعب بن مالک: ۲۰۰
عبدالرحمٰن بن غزوان: ۶۰، ۶۱
عبدالرحمٰن الوکیل: ۱۷۶
عبدالرؤف داناپوری، مولانا: ۱۴، ۲۷۱
عبدالعزیز: ۲۷۷
عبدالغفار بن قاسم: ۷۱
عبدالفتاح ابوغدۃ، شیخ: ۲۶۱
عبداللطیف اعظمی: ۱۶، ۱۱۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن اُبی
عبداللہ بن ابی الابیض: ۱۳۰
عبداللہ بن ابی بکر بن حزم: ۸۹، ۱۰۱، ۱۰۲
عبداللہ بن ابی حدرد: ۹۴
عبداللہ بن احمد بن حنبل: ۲۱۰، ۲۱۱
عبداللہ بن بریدہ: ۱۰۹، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۴۱
عبداللہ بن جحش: ۱۷۱، ۱۹۶
عبداللہ بن جعفر الرقیؒ: ۱۲۹
عبداللہ بن ربیعہ: ۲۲۱
عبداللہ بن رواحہ، حضرت: ۱۳۳، ۲۴۵، ۲۴۷، ۲۴۸
عبداللہ بن زبعریٰ: ۹۳
عبداللہؓ بن عباسؓ، حضرت: ۱۰۲، ۱۱۹، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۴، ۱۵۲، ۱۹۰، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۸، ۲۲۹، ۲۵۰، ۲۵۲، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱
عبداللہ بن عبدالمطلب: ۶۸
عبداللہؓ بن عتیک، حضرت: ۱۳۵، ۲۳۰
عبداللہؓ بن عمر، حضرت: ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۳۴، ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۵۳، ۲۰۵
عبداللہ بن عمرو: ۱۲۹
عبداللہ بن کعب بن مالک: ۸۰، ۸۶
عبداللہؓ بن مسعود، حضرت: ۲۰۰، ۲۲۹
عبدالملک بن عبید: ۲۵۴
عبدالماجد دریابادی: ۴۸
عبدالمعطی قلعجی: ۲۲۵
عبدالمطلب: ۳۸، ۳۹، ۷۱، ۱۱۹، ۲۲۰
عبدالملک بن مروان: ۸۰، ۱۷۳
عبدمناف: ۶۸
عبد یالیل ثقفی: ۷۴
عبیدؓ، حضرت: ۷۷
عبیداللہ بن عمر: ۱۵۳
عبیدہؓ بن الجراح، حضرت: ۱۷۵
عتاب بن اُسید: ۹۲
عتبہ بن ربیعہ: ۷۱، ۷۸، ۹۳، ۱۷۱، ۱۷۵
عتیق احمد قاسمی، مولانا: ۲۵۵، ۲۵۷
عثمان بن عبدالرحمٰن المخزومی: ۱۶۱
عثمان غنیؓ، حضرت: ۷۷، ۸۲
عراقی، زین الدین، حافظ: ۵۱، ۶۸، ۱۱۱، ۲۶۵، ۲۷۶
عروہ بن زبیر: ۷۴، ۷۸، ۸۰، ۹۳، ۹۶، ۱۳۵، ۱۴۰، ۱۴۴، ۱۵۵، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۹۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۹

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عروہ بن مسعود: ۹۵

عرینہ: ۱۶۵

عطاء بن ابی رباح: ۲۱۴

عطارؓ بن حاجب، حضرت: ۱۷۴

عفان بن مسلم: ۱۵۲، ۱۵۳

عکرمہ: ۹۲، ۱۳۲، ۱۷۰، ۲۵۱

عکرمہؓ بن ابی جہل، حضرت: ۹۳

علاءؓ الحضرمی، حضرت: ۱۰۰

علباء بن احمر الیشکری: ۲۱۳

علیؓ، حضرت: ۲۹، ۳۲، ۳۳، ۴۹، ۵۰، ۷۱، ۷۵، ۸۲، ۸۷، ۸۸، ۹۰، ۹۲، ۹۹، ۱۰۲، ۱۰۷، ۱۱۸، ۱۶۵، ۱۷۵، ۲۰۲، ۲۱۰، ۲۱۳، ۲۴۱، ۲۲۷

علی بن احمد فروخ: ۵۰

علی بن حرب الموصلی: ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۶۰

علی بن المدینی: ۱۰۵، ۱۵۷، ۱۵۸

عمارؓ، حضرت: ۳۵، ۷۲، ۷۹

عمارہؓ بن حزم، حضرت: ۷۶، ۳۲۳

عمرؓ، حضرت: ۷۲، ۸۷، ۹۲، ۱۰۰، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۵۳، ۱۵۴، ۲۰۵، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۶۷

عمر بن ابی سلمہ: ۲۵۴

عمر بن عثمان المخزومی: ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۲۵۴

عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن قتادہ: ۱۵۹

عمرو بن الحضرمی: ۱۷۱، ۱۷۲

عمرو بن دُود: ۸۷

عمیر بن وہب: ۹۳

عوف: ۱۰۹، ۲۰۹، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۴۲

عون بن عمرو: ۱۰۸

عیسیٰؑ، حضرت: ۳۱

عیسیٰ بن المختار الانصاری: ۱۵۲

عینی، بدرالدین، علامہ: ۱۱۹، ۱۶۴

عیینہ بن حصن فزاری: ۸۶

(غ)

غالبؔ، اسداللہ خاں، مرزا: ۱۰

غزالی، امام: ۲۷۶

غیلان بن سلمہ: ۹۵

(ف، ق)

فاروقی، شمس الرحمٰن: ۱۱، ۱۹

فاطمہؓ، حضرت: ۸۰، ۹۲، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴

فخرالدین احمدؒ، مولانا، سید: ۱۴۵

فرستی: ۱۷۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضل: ۱۰۲
فضل بن دکین: ۲۱۳
قاسم بن عثمان: ۷۲
قتادہ: ۹۲، ۹۳، ۹۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۹۸، ۲۱۳
قثم: ۱۰۲
قس بن ساعدہ: ۱۰۸، ۱۷۴، ۲۳۵
قسطلانی: ۱۰۳
قیس بن عاصم المنقری: ۱۷۶

(ک)

کرزفہری: ۱۹۷
کرمانی، شمس الدین: ۱۴۴
کریب: ۱۲۹
کسریٰ: ۸۸
کعب بن اشرف: ۸۳، ۱۳۱، ۱۳۲، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۷، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۲۴
کعبؓ بن عمیر، حضرت: ۱۰۰
کعبؓ بن مالک، حضرت: ۳۵، ۱۷۱، ۲۰۰
الکلاعی: ۸۷
کلبی: ۶۸، ۷۷، ۸۴، ۱۳۲، ۲۲۴
کلثوم بن ہدم: ۷۶
کنانہ: ۸۹
کنانہ بن ابی الحقیق: ۱۱۳، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۲۳۶

(م)

مارگیولوس: ۵۹
ماریہ قبطیہ (ام ابراہیم) حضرت: ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶
مالک: ۹۸
مالک، امام: ۱۰۴
مجالد: ۷۲
مجیب الغفار، مولانا: ۲۵۶، ۲۵۸
محمد ادریس کاندھلوی، مولانا: ۱۴، ۱۷، ۱۴۶، ۱۸۶، ۲۳۲
محمد اسحٰق کلکتوی، مولانا: ۱۴، ۱۳۹، ۱۴۱، ۱۴۳
محمد اکرام، شیخ: ۱۱۰
محمد بدر عالم میرٹھی، مدنی، مولانا: ۲۶۳
محمد تقی عثمانی، مولانا: ۲۱۶
محمد بن احمد زکریا الاریب: ۱۵۹
محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ: ۱۵۲
محمد بن عبدالرحمٰن مولیٰ آل طلحہ: ۱۲۹
محمد بن العلاء، ابوکریب: ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد بن کعب القرظی: ۷۴، ۷۵، ۸۶
محمدؓ بن مسلمہ، حضرت: ۵۰، ۱۱۸، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۴، ۱۵۶، ۲۱۴، ۲۱۶، ۲۲۰، ۲۲۱
محمودؓ بن لبید، حضرت: ۲۱۸، ۲۱۹
محمودؓ بن مسلمہ، حضرت: ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۵، ۱۵۶
مرحب: ۴۹، ۵۰، ۱۱۸، ۲۰۸
مزی، امام: ۱۶۰، ۱۶۱
مسعود ثقفی: ۷۴
مسلم بن ابرہیم: ۲۱۳
مسلم بن حجاج، امام: ۱۴، ۶۰، ۱۰۶، ۱۵۹، ۱۶۵، ۲۱۰، ۲۲۵، ۲۵۵، ۲۷۶
مسیبؓ، حضرت: ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۶۴
مصعب الزبیری: ۲۰۴
مصعبؓ بن عمیر، حضرت: ۳۲، ۷۸، ۷۹
مطر الورّاق: ۲۷۷
مطعم بن عدی: ۳۶، ۷۴
معاذ بن المثنیٰ: ۱۵۷
معاویہؓ، حضرت: ۸۸، ۹۳، ۲۱۱
معن بن عدی: ۹۸
معین الدین احمد ندوی، شاہ: ۱۱۰
مقدادؓ بن اسود، حضرت: ۷۷
مقسم: ۱۵۲
مقوقس: ۸۹، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۶
مقیس بن صبابہ: ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰
ملا علی القاری: ۲۶۸، ۲۷۲
منذر بن ثعلبہ: ۲۱۳
منذر بن ساویٰ: ۱۰۰
منہال بن عمرو: ۷۱
موسیٰؑ، حضرت: ۳۱، ۱۴۲، ۱۴۵
موسیٰ بن عقبہ: ۵۰، ۷۳، ۱۰۱، ۱۱۸، ۱۶۵، ۲۵۶
موسیٰ بن قیس الحضرمی: ۲۱۳
موسیٰ بن ہارون: ۱۵۷
میر محمد تقی: ۹
میمونہؓ، حضرت: ۷۶

(ن)

نافع: ۱۲۳، ۱۵۳
نجاشی: ۸۸، ۱۱۸
نسائی، امام: ۱۰۵، ۱۶۵، ۲۲۹
نضر بن حارث: ۳۹
نضر بن کنانہ: ۶۸

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نعمت اللہ اعظمی، مولانا: ۱۱، ۱۳
نوفل: ۸۷، ۹۲، ۲۲۳
نوفل بن معاویہ: ۹۶
نووی، امام: ۲۱۵، ۲۱۷، ۲۶۵

(و)

واقدی، محمد بن عمر: ۵۰، ۶۴، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۵، ۸۶، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۴، ۹۵، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۸، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۳۰، ۱۳۴، ۱۷۵، ۲۱۴، ۲۲۳، ۲۳۵، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۶
ورقہ بن نوفل: ۱۳۹، ۱۴۲، ۱۴۶
ولید: ۱۷۵
ولیم میور: ۵۹
ولی اللہ دہلوی، شاہ: ۴۵

(ہ)

ہاجرہؓ، حضرت: ۱۸۳
ہارونؑ، حضرت: ۱۸۴
ہاشم: ۶۸، ۷۳
ہالہ: ۶۸
ہرقل: ۱۶۶، ۲۴۷، ۲۴۸
ہشام بن عروہ: ۲۲۹، ۲۳۰
ہشام بن محمد: ۷۰
ہند/ ہندہ: ۹۳
ہودہ بن قیس: ۸۹
ہیثم البکاء: ۷۳، ۱۱۴
الہیثمی، ابوبکر: ۱۵۶، ۱۵۷، ۲۱۳

(ی)

یاسرؓ، حضرت: ۳۵، ۷۲
یاقوت = حموی
یحییٰ بن عبداللہ: ۷۹
یحییٰ بن معین: ۱۰۸
یزید بن ابی حبیب: ۸۸
یزید بن ابی عبید: ۲۳۱
یزید بن رومان: ۸۴، ۹۸
یزید بن عبید السعدی: ۹۵
یعقوب بن سفیان: ۲۵۳، ۲۵۴
یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ: ۷۱
یعقوبی: ۷۷، ۸۳
یوسفؑ، حضرت: ۱۷۹
الیمانؓ، حسین بن جعفر، حضرت: ۲۱۸، ۲۱۹

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیں

(الف)

آپ بیتی: ۴۸

ابن عساکر=تاریخ دمشق

ابن ماجہ=سنن ابن ماجہ

ابوداؤد=سنن ابوداؤد

الاجوبۃ الفاضلۃ: ۲۶۹

احیاء العلوم: ۲۷۶

الادب المفرد: ۶۶

اردو نثر میں سیرت رسول: ۱۱۰

الاستدراکات والتتبع: ۲۱۰

الاستیعاب: ۶۶، ۷۹، ۸۰، ۱۰۳، ۲۵۳

اسد الغابۃ: ۶۶، ۷۲، ۱۰۳، ۲۵۳

الاشرف والتنبیہ: ۶۶

الاصابۃ: ۶۶، ۷۰، ۷۳، ۷۴، ۸۰، ۹۵، ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۲۰، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۲۱۲، ۲۲۲، ۲۵۳، ۲۵۴

اصح السیر: ۲۷۱، ۲۷۴

الاکتفاء: ۸۷

اکمال اکمال المعلم: ۲۱۷

انساب الاشراف: ۶۶

ایضاح البخاری: ۱۴۵، ۱۴۶

(ب)

البدایۃ والنہایۃ: ۷۰، ۷۲، ۸۷، ۱۴۸، ۲۶۴

بخاری=صحیح بخاری

بذل المجہود: ۱۵۹، ۱۶۸

بوادر النوادر: ۱۷

بین الامامین مسلم والدارقطنی: ۲۱۰

(ت)

تاریخ الاسلام: ۷۱، ۷۳، ۷۴، ۹۵، ۹۶

تاریخ خمیس: ۶۶، ۸۳، ۸۴، ۸۷، ۸۹، ۹۱، ۱۰۳، ۱۱۴، ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۶۵، ۲۶۴

تاریخ دمشق: ۶۶

تاریخ طبری: ۴۹، ۶۶، ۷۱، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۲، ۸۴، ۸۶، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۸، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۲۰۲، ۲۰۴

تاریخ یعقوبی: ۶۶، ۷۷، ۸۳، ۱۰۳، ۱۱۳، ۱۳۲

ترجمان السنۃ: ۲۶۳، ۲۶۷

ترمذی=جامع ترمذی

التفرد: ۱۶۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفسیر ابن کثیر: ۹۸، ۲۰۵
تفسیر طبری = جامع البیان
تقریب التہذیب: ۱۵۷، ۲۱۳
تکملۂ فتح الملہم: ۲۱۶
التلخیص الحبیر: ۲۱۲
تلخیص المستدرک: ۶۰
تنقید شعر العجم: ۲۰
تورات: ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۱، ۱۸۴
تہذیب التہذیب: ۶۱، ۱۵۹
تہذیب الکمال: ۱۶۰

(ج)

جامع البیان: ۷۱، ۹۸، ۱۹۸
جامع ترمذی: ۶۰، ۶۶، ۱۴۲، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۹۵، ۱۹۶، ۲۱۱، ۲۱۵، ۲۷۰
الجرح والتعدیل: ۱۶۱
جزء ابی شاہ المروزی: ۲۷۷
جزء القراءۃ: ۱۰۴
جوامع السیرۃ: ۱۲۶

(ح، خ)

حجۃ اللہ البالغۃ: ۴۵
حضرمی: ۷۷
حیات جاوید: ۴۴
خطبات احمدیہ: ۴۷
الخمیس = تاریخ خمیس

(د، ذ)

دارقطنی = سنن دارقطنی
الدرر فی اختصار المغازی والسیر: ۱۲۶، ۱۳۵
درس بخاری: ۱۴۷
دلائل الاعجاز: ۱۱
دلائل النبوۃ لابی نعیم: ۲۲۵
دلائل النبوۃ للبیہقی: ۷۴، ۹۰، ۱۰۱، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۸، ۱۵۹، ۲۰۲، ۲۲۵، ۲۳۲
ذبیح کون ہے؟ ۱۸۰، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴

(ر، ز)

الرأی الصحیح فیمن ھو الذبیح: ۱۸۰
الرفع والتکمیل: ۲۶۱
روح المعانی: ۱۸۷
الروض الانف: ۶۶، ۱۰۳، ۱۷۶
روضۃ الاحباب: ۲۲۴
زاد المعاد: ۴۵، ۶۶، ۱۰۱، ۱۲۶، ۲۱۶
زرقانی = شرح المواہب اللدنیہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(س)

سنن ابن ماجہ: ۶۶، ۲۱۱، ۲۳۲

سنن ابی داؤد: ۶۶، ۱۲۳، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۶، ۱۴۸، ۱۵۶، ۱۶۸، ۱۹۰، ۲۰۱، ۲۱۱، ۲۱۵، ۲۴۳، ۲۷۰

سنن دار قطنی: ۶۶، ۱۶۰، ۱۶۱

سنن دارمی: ۲۳۲

سنن سعید بن منصور: ۱۳۶

السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۲۳، ۱۲۷

سیر اعلام النبلاء: ۱۵۸، ۲۱۱

سیرۃ ابن اسحٰق: ۴۴، ۱۰۴، ۱۱۶، ۱۹۰

سیرۃ ابن ہشام: ۴۵، ۶۶، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۷، ۷۹، ۸۰، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۷، ۱۲۸، ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۷۰، ۱۷۴، ۱۷۶، ۱۹۵، ۱۹۸، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۲، ۲۴۹

سیرۃ حلبیہ: ۶۶

سیرۃ المصطفیٰ: ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۸۶، ۲۳۳

سیرۃ النبی: ۸، ۹، ۱۲، ۱۳، ۱۶، ۱۷، ۱۸

(ش)

شبلی بحیثیت مؤرخ: ۱۱۱

شرح معانی الآثار: ۹۲، ۱۲۳، ۲۴۹، ۲۵۰

شرح مسلم للنووی: ۱۱۸، ۲۱۷

شرح المواہب اللدنیہ: ۶۶، ۱۰۳، ۱۷۵، ۲۶۴

شرح نخبہ: ۲۷۴

شعر العجم: ۲۰، ۳۵

شمائل ترمذی: ۶۶، ۱۶۵

(ص)

الصارم المسلول: ۲۳۳

صحیح ابن حبان: ۱۶۶، ۱۶۷

صحیح بخاری: ۶۱، ۱۰۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۴، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۹، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۸، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۵، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۲۰۰، ۲۰۹، ۲۱۵، ۲۲۶، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۵۲، ۲۶۰

صحیح مسلم: ۵۰، ۶۶، ۱۰۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۳۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۶۵، ۱۷۵، ۱۹۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۱۰، ۲۱۵، ۲۳۲، ۲۴۳، ۲۷۰

(ط)

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طبرانی: ۶۶، ۱۹۵
طبقات ابن سعد: ۶۰، ۶۲، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۷، ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۶۵، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۴۳، ۲۴۵، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۵۴، ۲۵۵
طحاوی=شرح معانی الآثار

(ع، ف، ق)

العقد الفرید: ۶۶
فتح الباری: ۸۳، ۸۴، ۱۲۶، ۱۳۶، ۱۴۴، ۱۴۶، ۱۴۸، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۶۷، ۲۱۲، ۲۱۶، ۲۱۹، ۲۲۴، ۲۲۹
فتح المغیث: ۲۶۸
فتوح البلدان: ۶۶، ۷۷، ۱۰۳، ۱۳۴، ۱۴۸
قاموس: ۸۷
قواعد فی علوم الحدیث: ۲۱۲

(ک، ل)

الکامل: ۷۲، ۱۰۳
کتاب الثقات: ۱۶۱
کتاب المغازی للواقدی: ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۳، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۳۴، ۱۷۵، ۲۲۳، ۲۴۳، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸
لسان المیزان: ۷۲

(م)

ماثبت من السنۃ: ۲۷۷
مجمع الزوائد: ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۹۵، ۲۱۳
مجموعۃ الفتاویٰ: ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶
المستخرج: ۲۰۶
مستدرک حاکم: ۵۰، ۶۰، ۶۶، ۱۲۷، ۲۰۴
مسند احمد: ۲۲، ۵۰، ۶۶، ۱۰۱، ۱۱۸، ۱۲۳، ۱۲۷، ۱۳۳، ۱۳۶، ۱۶۵، ۲۰۲، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۳۲، ۲۴۱، ۲۴۲
مسند ابویعلی: ۱۲۷، ۲۵۲
مسند امام شافعی: ۱۲۳
مسند بزار: ۱۰۸
مسند دارمی: ۶۶
مسند طیالسی: ۶۶
مسند عبد بن حمید: ۲۵۲

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسند ہیثم بن کلیب: ۲۰۵
مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۰۲
معالم التنزیل: ۲۵۲،۴۹
معجم البلدان: ۴۴،۶۶،۷۷،۸۹،۹۰،۱۰۳
المعجم الکبیر: ۱۵۷،۱۵۸
المعرفۃ لابن مندہ: ۱۲۹،۱۳۰
مغازی ابن عائذ: ۲۲۴
المغازی لعروۃ: ۷۴
مغازی موسیٰ بن عقبہ: ۱۰۱،۱۴۹
مغازی واقدی = کتاب المغازی للواقدی
المغنی عن حمل الاسفار: ۲۷۶
المقاصد الحسنۃ: ۴۹
مقالات صدیقی: ۲۲
مقدمہ ابن الصلاح: ۲۶۴،۲۶۵
منہاج السنۃ: ۲۶۸
موازنۂ انیس و دبیر: ۲۴
الموضوعات الکبیر: ۲۶۸،۲۷۲
المواہب اللدنیہ: ۱۰۳،۱۰۸
مولانا شبلی کا مرتبہ اردو ادب میں: ۱۱۱
میزان الاعتدال: ۵۰،۶۰،۷۲،۷۴،۱۰۸

(ن، و، ی)

نسائی: ۶۶، ۱۶۶، ۱۶۷، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۱۱، ۲۷۰
نسیم الریاض: ۶۶
نووی شرح مسلم: ۵۰
نیل الاوطار: ۲۷۰
وفاء الوفاء: ۶۶
یادگار شبلی: ۱۱۰
یعقوبی = تاریخ یعقوبی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

غزوات اور سرایا:

غزوۂ احد: ۸۰، ۸۱، ۱۶۵، ۲۱۸، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۵۳، ۲۵۴

غزوۂ احزاب = غزوۂ خندق

غزوۂ اوطاس: ۹۴، ۹۵

غزوۂ بدر: ۲۹، ۳۶، ۴۱، ۷۸، ۸۰، ۸۳، ۸۴، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۵، ۱۸۵، ۱۹۰، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۲۴، ۲۳۶، ۲۵۴

غزوۂ بنو سلیم: ۹۹

غزوۂ بنو لحیان: ۹۹

غزوۂ بنی قریظہ: ۸۷

غزوۂ بنی المصطلق: ۸۵، ۱۲۲، ۱۲۶، ۱۲۷

غزوۂ تبوک: ۹۷، ۲۰۰

غزوۂ حنین: ۲۹، ۹۴، ۱۳۶، ۱۳۷، ۲۰۴، ۲۲۱، ۲۲۲

غزوۂ خندق: ۸۶، ۱۳۲، ۱۶۵، ۲۲۳، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰

غزوۂ خیبر: ۴۴، ۴۹، ۸۹، ۹۰، ۱۰۹، ۱۱۸، ۱۴۸، ۲۰۱، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۳۱، ۲۳۹، ۲۴۰

غزوۂ دومۃ الجندل: ۸۵، ۹۹

غزوۂ ذات الرقاع: ۸۴، ۹۸

غزوۂ ذی قرد: ۸۹، ۱۱۸، ۱۶۵

غزوۂ سویق: ۸۰

غزوۂ طائف: ۹۴

غزوۂ فتح مکہ: ۹۲، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۶۲، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۷۰، ۲۲۴، ۲۳۶، ۲۵۰، ۲۵۱

غزوۂ موتہ: ۹۱، ۱۳۶، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۸

غزوۂ مریسیع: ۹۹

سریۂ ابن ابی انیس: ۸۲

سریۂ ابو سلمہ: ۸۲، ۹۸، ۲۵۴

سریۂ اسیر بن رزام: ۸۹

سریۂ بشر بن سعد: ۹۹

سریۂ خالد بن الولید جانب بنو خزیمہ: ۹۹، ۱۰۰

سریۂ زید بن حارثہ جانب ام قرفہ: ۹۹

سریۂ زید بن حارثہ جانب حسمی: ۹۹

سریۂ عبداللہ بن انیس: ۹۸

سریۂ عکاشہ: ۹۹

سریۂ علی بن ابی طالب جانب فدک: ۹۹

سریۂ عمر بن الخطاب جانب تربہ: ۱۰۰

سریۂ غطفان: ۹۸

سریۂ کعب بن عمیر جانب ذات طلاح: ۱۰۰

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیات:

یاابراهیم قدصدقت الرؤیا الخ: ۱۷۸،۲۷
انکم وماتعبدون حصب جهنم: ۴۰
ویرونهم مثلیهم رأی العین: ۴۱
إن نحن إلا بشر مثلکم: ۱۴۱
فلما ذهب عن ابراهیم الروع: ۱۴۵
وأوجس منهم خیفة: ۱۴۵
وأوجس فی نفسہٖ خیفة موسیٰ: ۱۴۵
وفدینه بذبح عظیم: ۱۸۱
کما أخرجك ربك من بیتك بالحق الخ ۱۸۷
واذا یعدکم الله احدی الطائفتین أنها لکم الخ (کہیں پوری آیت اور کہیں مختلف ٹکڑے)
۱۸۷،۱۸۸،۱۸۹،۱۹۰،۱۹۲،۱۹۳،۱۹۴،۱۹۶
ولاتکونوا کالذین خرجوا من دیارهم بطرا وریاء الناس ویصدون عن سبیل الله: ۱۹۶ ۱۹۷
وما نقموا منهم إلا أن یؤمنوا بالله العزیز الحمید: ۱۹۷
یاایها النبی لم تحرم مااحل الله لك الخ: ۲۰۵
قدفرض الله لکم تحلة أیمانکم: ۲۰۵،۲۰۶

احادیث:

إن الزمان قداستدار کهیئتہٖ الخ: ۳۰
إنا نسألك خیر هذه القریة: ۹۰، ۹۱
اللهم اهد ثقیفا: ۹۶
توضؤا مما مست النار: ۲۷۰
یاأخی اذاسمعت حدیثا عن النبی ﷺ فلا تضرب له مثلا: ۲۷۱
کل حسنة بعشر امثالها إلی سبعمأة ضعف إلا الصوم: ۲۷۶
من صام یوم سبعة وعشرین من رجب کتب الله له صیام ستین شهرا: ۲۷۶

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشعار

www.KitaboSunnat.com

ولیعلم الطالب أن السیرا	تجمع ماصح و ماقد أنکرا	۱۱۱
و من مذهبی حب الدیار لأهلها	و للناس فیما یعشقون مذاهب	۳
و نسلمه حتی نصرع حوله	و نذهل عن أبناء نا و الحلائل	۱۷۵
لبّث قلیلا تدرک الهیجا جمل	لا بأس بالموت إذ الموت نزل	۱۳۳
العلم للرحمٰن جلّ جلاله	و سواه فی جهلاته یتغمغمُ	۲۶۰

دلم زجور تو آسودہ است وی نالم	کہ غیر پے نبرد لذت خدنگ ترا	۳۵
آز مودم عقل دور اندیش را	بعد ازاں دیوانہ سازم خویش را	۲۷۱
گماں مبر کہ بہ پایاں رسید کار مغاں	ہزار بادۂ خوردہ در رگ تاک ست	۴
خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے	حاصل خواجہ بجز پندار نیست	۲۷۵
کبود پوشم و قرطاس پیرہن سازم	گہے بہ ماتم دانش گہے بہ حسرت داد	۱۰
بچہ ناز رفتہ باشد زجہاں نیاز مندے	کہ بوقت جاں سپردن بہ سرش رسیدہ باشی	۳۶
ہر قوم راست راہے، دینے و قبلہ گاہے	من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلاہے	۹

پیہم موج امکانی میں	اگلا پانو سنبھلے پانی میں	۲۳۸
کیا ستم ہے ان کی ہر لغزش خرام ناز ہو	ہم جو کچھ بہکیں تو ہم کو لوگ دیوانہ کہیں	۲۵۹
لکھتے رقعہ لکھے گئے دفتر	شوق نے بات کیا بڑھائی ہے	۹

المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹۔۔۔ جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
15790
محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیسویں صدی کا آغاز برصغیر میں اُردو سیرت نگاری کا دورِ کمال ہے۔ جس میں بیک وقت مولانا شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء۔۱۹۱۴ء) اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری (۱۸۶۷ء۔۱۹۳۰ء) جیسے بالغ نظر محقق اور وسیع المطالعہ مصنفین سیرت کی کاوشیں مقبول ترین کتابوں میں شمار ہوتی ہیں۔ ان کی کتابوں پر بہت سے تحقیقی اور تنقیدی محاکمے ہوئے ہیں۔ پیشِ نظر تالیف میں ڈاکٹر ظفر احمد صدیقی نے ''مولانا شبلی بحیثیت سیرت نگار'' ایک علمی جائزہ مرتب کیا ہے۔ مضامین کے اس مجموعے سے قبل وہ مولانا شبلی کی علمی اور ادبی خدمات پر پی ایچ ڈی کے درجے کا تحقیقی کام مکمل کر چکے تھے جس کے ایک باب میں ''سیرۃ النبی کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ'' کے حوالے سے تحقیقی مطالعہ کیا گیا ہے۔ اس خصوصی باب کے حوالے سے محبانِ شبلی اور اربابِ دارالمصنفین نے مختلف رسائل میں دفاعِ شبلی کا حق ادا کرتے ہوئے چند تعقیبات اور استدراکات کا جواب فراہم کیا ہے۔ یہ کتاب اسی علمی محاکمے سے پیدا ہونے والی صورت حال کا ایک مزید مدلل، مستند اور جامع اظہار ہے۔ مصنف مذکور سے قبل اسی نوعیت کی ایک گرفت اور محاکمہ ہمیں مولانا اشرف علی تھانوی، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور مولانا عبدالرؤف داناپوری کی بعض تحریروں میں دکھائی دیتا ہے۔ علامہ شبلی کے نامور شاگرد رشید سید سلیمان ندوی نے بھی ان کی بعض تحقیقات اور حوالوں سے اختلاف کیا ہے۔ پیشِ نظر رہے کہ اس نوعیت کی چند تحقیقی فروگزاشتوں اور علمی لغزشوں کے باوجود مولانا شبلی کی علمی شخصیت مسلم اور ان کے ادبی اور تحقیقی کارنامے زندہ جاوید ہیں۔

مولانا شبلی اپنے عہد کے ممتاز مصنف تھے جنہوں نے اپنے تحقیقی ذوق کو ایک دبستان میں بدل دیا۔ وہ قدیم و جدید کا حسین امتزاج تھے۔ انہوں نے متنوع علمی اور ادبی کام کیے مگر زندگی کے آخری سالوں کو سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تالیف میں صرف کیا۔ سیرت نگاری پل صراط سے گزرنے کا مرحلہ ہے۔ عقیدت اور تحقیق کے تقاضوں کو پورا کرنا اس راہ کی ایک سعادت اور مشکل ہے۔ اُردو تو کجا خود عربی ادبیات میں اصول سیرت پر صدیوں سے کوئی معتبر اور مستند تصنیف نہیں لکھی گئی۔ اس ضمن میں شبلی کا طویل اور مبسوط مقدمہ ایک معرکے کی چیز ہے مگر افسوس کہ اپنی کچھ مجبوریوں اور معذوریوں کے باعث وہ اس مقدمے میں اپنے ہی طے کردہ اصولوں کی پاس داری نہ کر سکے۔ اس ضمن میں ان کی شخصیت کے اس پہلو کو نگاہ میں رکھنا ضروری ہے کہ وہ اس دبستان فکر سے تعلق رکھتے ہیں جو علوم عقلیہ کو علوم نقلیہ پر ترجیح کا احساس رکھتے ہیں۔ ان کی مجبوری تو یہ تھی کہ ان کے پاس بہت سے مطلوبہ مصادر علمی موجود نہ تھے جس کے باعث وہ سہل الحصول اور متداول کتابوں سے استفادہ کرتے رہے مگر معذوری یہ تھی کہ اپنے عہد میں مستشرقین کی علمی یورش اور تحقیقی یلغار نے جہاں بہت سے حضرات کو مغلوب اور مرعوب کر رکھا تھا وہاں شبلی نے صرف بعض مسلمات شرعیہ کی تاویل کی راہ کو اپنایا جس سے ان کے ہاں بہت سے تسامحات سامنے آئے۔ شبلی نے اپنے بے نظیر مقدمے میں جن اصولوں کو وضع کیا، جب متن کتاب میں وہ مراحل آئے تو بہت سے مقامات پر انہوں نے احادیث صحیحہ پر روایات سیرت کو ترجیح دی اور یوں سیرت نگاری اور تاریخ نویسی میں وہ لطیف فرق ملحوظ نہ رکھ سکے جو ان کا علمی استحقاق بھی تھا۔ پیشِ نظر کتاب میں مصنف نے بے لاگ تحقیقات کے ذریعے شبلی کے بعض نتائج فکر اور روایات کی تصحیح کی ہے اور اپنے محکم استدلال کو واضح کیا ہے۔ یوں یہ علمی کوشش کسی شخصیت کی مخاصمت یا مسلمہ عظمت کو کم کرنے کی بجائے ہمارے اسلاف کی اس علمی راہ پر چلنے کی کوشش ہے جس میں احقاقِ حق اور ابطالِ باطل ناگزیر ہے۔ میں ذاتی طور پر اس علمی محاکمے کو اصول سیرت کو نکھارنے کی ایک مثبت کوشش قرار دیتا ہوں جس کی ان دنوں سیرت نگاروں کو اشد ضرورت ہے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر، بیت الحکمت لاہور

نفیس بک
فضلی بک سپر مارکیٹ
اُردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔
فون: 2212991-2629724

کتاب سرائے
پبلشرز، ڈسٹری بیوٹرز، مشیران کتب خانہ جات
فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اُردو بازار، لاہور فون: 7320318
ای میل: hikmat100@hotmail.com

Designed by: Naveed Ahmad 0300-4295692

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ